بانگِ درا

(مع فرہنگ و توضیحات)

علامہ محمد اقبال

ڈاکٹر فاروق عثمان

BEACON
BOOKS

بانگِ درا

علامہ اقبالؒ

فرہنگ و توضیحات

ڈاکٹر فاروق عثمان

بیکن بُکس

BEACON BOOKS

• میاں چیمبرز۔ 3 ٹیمپل روڈ لاہور فون: 042- 6365721 6366079

• گلگشت کالونی ملتان فون: 061-6520790-6520791

E-mail:info@beaconbooks.com.pk

Web: www.beaconbooks.com.pk

اشاعت: 2008ء

عبدالجبار نے

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹنگ پریس لاہور

سے چھپوا کر بیکن بکس ملتان-لاہور

سے شائع کی۔

قیمت : -/300 روپے

ISBN: 978 - 969 - 534 - 146 - 9

فہرست حصہ اول

(...... ۱۹۰۵ء تک)

غزلیات

حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

غزلیات

حصہ سوم

(۱۹۰۸ء سے......)

غزلیات

ظریفانہ

دیباچہ

شیخ عبدالقادر بیرسٹرایٹ لا و سابق مدیر ''مخزن''

کسے خبر تھی کہ غالبؔ مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہو گا جو اُردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دے گا اور جس کی بدولت غالبؔ کا بے نظیر تخیل اور نرالا اندازِ بیان پھر وجود میں آئیں گے اور ادبِ اُردو کے فروغ کا باعث ہوں گے؟ مگر زبانِ اُردو کی خوش اقبالی دیکھیے کہ اس زمانے میں اقبالؔ سا شاعر اسے نصیب ہُوا، جس کے کلام کا سکّہ ہندوستان بھر کی اُردو داں دُنیا کے دلوں پر بیٹھا ہُوا ہے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔

غالبؔ اور اقبالؔ میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کو اُردو اور فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اُس نے اُن کی روح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جسدِ خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چمن کی آبیاری کرے، اور اس نے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں، دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبالؔ نام پایا۔

جب شیخ محمد اقبالؔ کے والدِ بزرگوار اور ان کی پیاری ماں ان کا نام تجویز کر رہے ہوں گے تو قبولِ دُعا کا وقت ہو گا کہ اُن کا دیا ہُوا نام اپنے پورے معنوں میں صحیح ثابت ہُوا اور اُن کا اقبالمند بیٹا ہندوستان میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر انگلستان پہنچا، وہاں کیمبرج میں کامیابی سے وقت ختم کر کے جرمنی گیا اور علمی دنیا کے اعلیٰ مدارج طے کر کے واپس آیا۔ شیخ محمد اقبالؔ نے یورپ کے قیام کے زمانے میں بہت سی فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس مطالعے کا خلاصہ ایک محققانہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جسے فلسفۂ ایران کی مختصر تاریخ کہنا چاہیے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر جرمنی والوں نے شیخ محمد اقبالؔ کو ڈاکٹر کا علمی درجہ دیا۔ سرکارِ انگریزی کو جس کے پاس مشرقی زبانوں اور علوم کی نسبت براہِ راست اطلاع کے ذرائع کافی نہیں، جب ایک عرصے کے بعد معلوم ہُوا کہ ڈاکٹر صاحب کی شاعری نے عالمگیر شہرت پیدا کر لی ہے تو اُس نے بھی ازراہِ قدردانی سر کا ممتاز خطاب انہیں عطا کیا۔

اب وہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے نام سے مشہور ہیں لیکن ان کا نام جس میں یہ لطف خداداد ہے کہ نام کا نام ہے اور تخلص کا تخلص، ان کی ڈاکٹری اور سری سے زیادہ مشہور اور مقبول ہے۔

سیالکوٹ میں ایک کالج ہے جس میں علمائے سلف کی یادگار اور اُن کے نقش قدم پر چلنے والے ایک بزرگ مولوی سید میر حسن صاحب * علوم مشرقی کا درس دیتے ہیں۔ حال میں انہیں گورنمنٹ سے خطاب شمس العلماء بھی ملا ہے۔ ان کی تعلیم کا یہ خاصہ ہے کہ جو کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھے، اُس کی طبیعت میں اُس زبان کا صحیح مذاق پیدا کر دیتے ہیں۔ اقبال کو بھی اپنی ابتدائے عمر میں مولوی سید میر حسن سا استاد ملا، طبیعت میں علم ادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی۔ فارسی اور عربی کی تحصیل مولوی صاحب موصوف سے کی۔ سونے پر سہاگا ہو گیا۔ ابھی اسکول ہی میں پڑھتے تھے کہ کلام موزوں زبان سے نکلنے لگا۔ پنجاب میں اُردو کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہر شہر میں زباں دانی اور شعر و شاعری کا چرچا کم و بیش موجود تھا۔ سیالکوٹ میں بھی شیخ محمد اقبال کی طالب علمی کے دنوں میں ایک چھوٹا سا مشاعرہ ہوتا تھا۔ اُس کے لئے اقبال نے بھی کبھی غزل لکھنی شروع کردی۔ شعرائے اُردو میں اُن دنوں نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی کا بہت شہرہ تھا اور نظام دکن کے استاد ہونے سے اُن کی شہرت اور بڑھ گئی تھی لوگ جو اُن کے پاس جا نہیں سکتے تھے، خط و کتابت کے ذریعے دُور ہی سے ان سے شاگردی کی نسبت پیدا کرتے تھے۔ غزلیں ڈاک میں اُن کے پاس جاتی تھیں اور وہ اصلاح کے بعد واپس بھیجتے تھے۔ پچھلے زمانے میں جب ڈاک کا یہ انتظام نہ تھا، کسی شاعر کو اتنے شاگرد کیسے میسر آ سکتے تھے۔ اب اس سہولت کی وجہ سے یہ حال تھا کہ سینکڑوں آدمی اُن سے غائبانہ تلمذ رکھتے تھے اور انہیں اس کام کے لئے ایک عملہ اور محکمہ رکھنا پڑتا تھا۔ شیخ محمد اقبال نے بھی انہیں خط لکھا اور چند غزلیں اصلاح کے لئے بھیجیں۔ اس طرح اقبال کو اُردو زباں دانی کے لئے بھی ایسے استاد سے نسبت پیدا ہوئی جو اپنے وقت میں زبان کی خوبی کے لحاظ سے فنِ غزل میں یکتا سمجھا جاتا تھا۔ گو اس ابتدائی غزل گوئی میں وہ باتیں تو موجود نہ تھیں جن سے بعد ازاں کلام اقبال نے شہرت پائی، مگر جناب داغ پہچان گئے کہ پنجاب کے ایک دور افتادہ ضلع کا یہ طالب علم کوئی معمولی غزل گو نہیں۔ انہوں نے جلد کہہ دیا کہ کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے،

* ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔

اور یہ سلسلہ تلمذ کا بہت دیر قائم نہیں رہا۔ البتہ اس کی یاد دونوں طرف رہ گئی۔ داغؔ کا نام اُردو شاعری میں ایسا پایہ رکھتا ہے کہ اقبالؔ کے دل میں داغؔ سے اس مختصر اور غائبانہ تعلق کی بھی قدر ہے اور اقبالؔ نے داغؔ کی زندگی ہی میں قبولِ عام کا وہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ داغؔ مرحوم اس بات پر فخر کرتے تھے کہ اقبالؔ بھی اُن لوگوں میں شامل ہے جن کے کلام کی اُنہوں نے اصلاح کی۔ مجھے خود دکن میں اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا اور مَیں نے خود ایسے فخریہ کلمات اُن کی زبان سے سُنے۔

سیالکوٹ کے کالج میں ایف اے کے درجے تک تعلیم تھی۔ بی اے کے لیے شیخ محمد اقبالؔ کو لاہور آنا پڑا۔ اُنہیں علمِ فلسفہ کی تحصیل کا شوق تھا اور انہیں لاہور کے اساتذہ میں ایک نہایت شفیق استاد ملا جس نے فلسفے کے ساتھ اُن کی مناسبت دیکھ کر انہیں خاص توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ پروفیسر آرنلڈ صاحب جواب سرٹامس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں، غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں۔ قوتِ تحریر اُن کی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طریقِ جدیدہ سے خوب واقف ہیں۔ اُنہوں نے چاہا کہ اپنے شاگردکو اپنے مذاق اور اپنے طرزِ عمل سے حصہ دیں اور وہ اس ارادے میں بہت کچھ کامیاب ہوئے۔ پہلے اُنہوں نے علی گڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانے میں اپنے دوست مولانا شبلی مرحوم کے مذاقِ علمی کے پختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اب اُنہیں یہاں ایک اور جوہر قابل نظر آیا جس کے چمکانے کی آرزو اُن کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور جو دوستی اور محبت استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا ہوئی، وہ آخر شاگرد کو استاد کے پیچھے پیچھے انگلستان لے گئی اور وہاں یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا اور آج تک قائم ہے۔ آرنلڈ خوش ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میرا شاگرد علمی دنیا میں میرے لیے بھی باعثِ شہرت افزائی ہوا اور اقبالؔ معترف ہے کہ جس مذاق کی بنیاد سیّد میر حسن نے ڈالی تھی اور جسے درمیان میں داغؔ کے غائبانہ تعارف نے بڑھایا تھا، اُس کے آخری مرحلے آرنلڈ کی شفیقانہ رہبری سے طے ہوئے۔

اقبالؔ کو اپنی علمی منازل طے کرنے میں اچھے اچھے رہبر ملے اور بڑے بڑے علما سے سابقہ پڑا۔ ان لوگوں میں کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر میک ٹیگرٹ، براؤن، نکلسن اور سارلی قابلِ ذکر ہیں۔ پروفیسر نکلسن تو ہمارے شکریے کے خاص طور پر مستحق ہیں کیونکہ اُنہوں نے اقبالؔ کی مشہور فارسی نظم "اسرارِ خودی" کا انگریزی ترجمہ کر کے اور اُس پر دیباچہ

اور حواشی لکھ کر یورپ اور امریکہ کو اقبالؔ سے روشناس کیا۔ اسی طرح ہندوستان کی علمی دنیا میں جتنے نامور اس زمانے میں موجود تھے مثلاً مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالیؔ مرحوم، اکبر مرحوم، سب سے اقبالؔ کی ملاقات اور خط و کتابت رہی اور ان کے اثرات اقبال کے کلام پر اور اقبال کا اثر ان کی طبائع پر پڑتا رہا۔ مولانا شبلی نے بہت سے خطوط میں اور حضرت اکبر نے نہ صرف خطوں میں بلکہ بہت سے اشعار میں اقبالؔ کے کمال کا اعتراف کیا ہے اور اقبال نے اپنی نظم میں ان باکمالوں کی جا بجا تعریف کی ہے۔

ابتدائی مشق کے دنوں کو چھوڑ کر اقبالؔ کا اردو کلام بیسویں صدی کے آغاز سے کچھ پہلے شروع ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے غالباً دو تین سال پہلے میں نے انہیں پہلی مرتبہ لاہور کے ایک مشاعرے میں دیکھا۔ اس بزم میں ان کو ان کے چند ہم جماعت کھینچ کر لے آئے اور انہوں نے کہہ سن کر ایک غزل پڑھوائی۔ اس وقت تک لاہور میں لوگ اقبالؔ سے واقف نہ تھے۔ چھوٹی سی غزل تھی۔ سادہ سے الفاظ، زمین بھی مشکل نہ تھی۔ مگر کلام میں شوخی اور بے ساختہ پن موجود تھا۔ بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر اسی مشاعرے میں انہوں نے غزلیں پڑھیں اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک ہونہار شاعر میدان میں آیا ہے۔ مگر یہ شہرت پہلے پہلے لاہور کے کالجوں کے طلبہ اور بعض ایسے لوگوں تک محدود رہی جو تعلیمی مشاغل سے تعلق رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک ادبی مجلس قائم ہوئی جس میں مشاہیر شریک ہونے لگے اور نظم و نثر کے مضامین کی اس میں مانگ ہوئی۔ شیخ محمد اقبال نے اس کے ایک جلسے میں اپنی وہ نظم جس میں کوہ ہمالہ سے خطاب ہے، پڑھ کر سنائی۔ اس میں انگریزی خیالات تھے اور فارسی بندشیں، اس پر خوبی یہ کہ وطن پرستی کی چاشنی اس میں موجود تھی۔ مذاقِ زمانہ اور ضرورتِ وقت کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہوئی اور کئی طرف سے فرمائشیں ہونے لگیں کہ اسے شائع کیا جائے، مگر شیخ صاحب یہ عذر کر کے ابھی نظرثانی کی ضرورت ہے اُسے اپنے ساتھ لے گئے اور وہ اُس وقت چھپنے نہ پائی۔ اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں نے ادبِ اردو کی ترقی کے لئے رسالہ "مخزن" جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثناء میں شیخ محمد اقبال سے میری دوستانہ ملاقات پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ لیا کہ اس رسالے کے حصۂ نظم کے لئے وہ نئے رنگ کی نظمیں مجھے دیا کریں گے۔ پہلا رسالہ شائع ہونے کو تھا کہ میں اُن کے پاس گیا اور میں نے ان سے کوئی نظم مانگی۔ انہوں نے کہا ابھی کوئی نظم تیار نہیں۔ میں نے کہا "ہمالہ" والی نظم

کر کے اور اُس پر دیباچہ اور حواشی لکھ کر یورپ اور امریکہ کو اقبالؔ سے رُوشناس کیا۔
اسی طرح ہندوستان کی علمی دنیا میں جتنے نامور اُس زمانے میں موجود تھے مثلاً مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالی مرحوم، اکبر مرحوم، سب سے اقبالؔ کی ملاقات اور خط وکتابت رہی اور اُن کے اثرات اقبالؔ کے کلام پر اور اقبالؔ کا اثر اُن کی طبائع پر پڑتا رہا۔ مولانا شبلی نے بہت سے خطوط میں اور حضرت اکبر نے نہ صرف خطوں میں بلکہ بہت سے اشعار میں اقبالؔ کے کمال کا اعتراف کیا ہے اور اقبالؔ نے اپنی نظم میں ان باکمالوں کی جا بجا تعریف کی ہے۔

ابتدائی مشق کے دنوں کو چھوڑ کر اقبالؔ کا اُردو کلام بیسویں صدی کے آغاز سے کچھ پہلے شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۰۱ء سے غالباً دو تین سال پہلے مَیں نے اُنھیں پہلی مرتبہ لاہور کے ایک مشاعرے میں دیکھا۔ اس بزم میں ان کو ان کے چند ہم جماعت کھینچ کر لے آئے اور انہوں نے کہہ سن کر ایک غزل پڑھوائی۔ اس وقت تک لاہور میں لوگ اقبالؔ سے واقف نہ تھے۔ چھوٹی سی غزل تھی۔ سادہ سے الفاظ، زمین بھی مشکل نہ تھی۔ مگر کلام میں شوخی اور بے ساختہ پن موجود تھا۔ بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر اسی مشاعرے میں انہوں نے غزلیں پڑھیں اور لوگوں کو معلوم ہُوا کہ ایک ہونہار شاعر میدان میں آیا ہے۔ مگر یہ شُہرت پہلے پہلے لاہور کے کالجوں کے طلبہ اور بعض ایسے لوگوں تک محدود رہی جو تعلیمی مشاغل سے تعلق رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک ادبی مجلس قائم ہوئی جس میں مشاہیر شریک ہونے لگے اور نظم ونثر کے مضامین کی اس میں مانگ ہُوئی۔ شیخ محمد اقبال نے اس کے ایک جلسے میں اپنی وہ نظم جس میں کوہ ہمالہ سے خطاب ہے، پڑھ کر سنائی۔ اس میں انگریزی خیالات تھے اور فارسی بندشیں، اس پر خوبی یہ کہ وطن پرستی کی چاشنی اس میں موجود تھی۔ مذاقِ زمانہ اور ضرورتِ وقت کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہُوئی اور کئی طرف سے

فرمائشیں ہونے لگیں کہ اسے شائع کیا جائے، مگر شیخ صاحب یہ عذر کر کے ابھی نظر ثانی کی ضرورت ہے اُسے اپنے ساتھ لے گئے اور وہ اُس وقت چھپنے نہ پائی۔ اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں نے ادبِ اُردو کی ترقی کے لئے رسالہ ''مخزن'' جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثناء میں شیخ محمد اقبال سے میری دوستانہ ملاقات پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ لیا کہ اس رسالے کے حصۂ نظم کے لئے وہ نئے رنگ کی نظمیں مجھے دیا کریں گے۔ پہلا رسالہ شائع ہونے کو تھا کہ میں اُن کے پاس گیا اور میں نے ان سے کوئی نظم مانگی۔ انہوں نے کہا ابھی کوئی نظم تیار نہیں۔ میں نے کہا ''ہمالہ'' والی نظم دے دیجئے اور دوسرے مہینے کے لئے کوئی اور لکھیے۔ انہوں نے اس نظم کے دینے میں پس و پیش کی کیونکہ انہیں یہ خیال تھا کہ اس میں کچھ خامیاں ہیں، مگر مَیں دیکھ چکا تھا کہ وہ بہت مقبول ہُوئی اس لئے مَیں نے زبردستی وہ نظم ان سے لے لی اور ''مخزن'' کی پہلی جلد کے پہلے نمبر میں جو اپریل ۱۹۰۱ء میں نکلا شائع کر دی۔ یہاں سے گویا اقبالؔ کی اُردو شاعری کا پبلک طور پر آغاز ہُوا اور ۱۹۰۵ء تک جب وہ ولایت گئے، یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصے میں وہ عموماً ''مخزن'' کے ہر نمبر کے لئے کوئی نہ کوئی نظم لکھتے تھے اور جُوں جُوں لوگوں کو ان کی شاعری کا حال معلوم ہوتا گیا، جا بجا مختلف رسالوں اور اخباروں سے فرمائشیں آنے لگیں اور انجمنیں اور مجالس درخواستیں کرنے لگیں کہ اُن کے سالانہ جلسوں میں لوگوں کو وہ اپنے کلام سے محظوظ کریں۔ شیخ صاحب اُس وقت طالب علمی سے فارغ ہو کر گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہو گئے تھے اور دن رات علمی صحبتوں اور مشاغل میں بسر کرتے تھے۔ طبیعت زوروں پر تھی۔ شعر کہنے کی طرف جس وقت مائل ہوتے تو غضب کی آمد ہوتی تھی۔ ایک ایک نشست میں بے شمار شعر ہو جاتے تھے۔ ان کے دوست اور بعض طالب علم جو پاس ہوتے، پنسل کاغذ لے کر لکھتے جاتے اور وہ اپنی دُھن میں کہتے جاتے۔ میں نے اُس زمانے

میں انہیں کبھی کاغذ قلم لے کر فکرِ سخن کرتے نہیں دیکھا۔ موزوں الفاظ کا ایک دریا بہتا یا ایک چشمہ اُبلتا معلوم ہوتا تھا۔ ایک خاص کیفیت رقّت کی عموماً ان پر طاری ہوتی تھی۔ اپنے اشعار سُریلی آواز میں ترنّم سے پڑھتے تھے۔ خود وجد کرتے اور دُوسروں کو وجد میں لاتے تھے۔ یہ عجیب خصوصیت ہے کہ حافظہ ایسا پایا ہے کہ جتنے شعر اس طرح زبان سے نکلیں، اگر وہ ایک مسلسل نظم کے ہوں تو سب کے سب دوسرے وقت اور دوسرے دن اسی ترتیب سے حافظے میں محفوظ ہوتے ہیں جس ترتیب سے وہ کہے گئے تھے اور درمیان میں خود وہ انہیں قلمبند بھی نہیں کرتے۔ مجھے بہت سے شعرا کی ہم نشینی کا موقع ملا اور بعض کو مَیں نے شعر کہتے بھی دیکھا اور سُنا ہے مگر یہ رنگ کسی اور میں نہیں دیکھا۔ اقبالؔ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بایں ہمہ موزونیٔ طبع وہ حسبِ فرمائش شعر کہنے سے قاصر ہے۔ جب طبیعت خود مائلِ نظم ہو تو جتنے شعر چاہے کہہ دے مگر یہ کہ ہر وقت اور ہر موقع پر حسبِ فرمائش وہ کچھ لکھ سکے، یہ قریب قریب ناممکن ہے۔ اسی لئے جب ان کا نام نکلا اور فرمائشوں کی بھرمار ہوئی تو انہیں اکثر فرمائشوں کی تعمیل سے انکار ہی کرنا پڑا۔ اسی طرح انجمنوں اور مجالس کو بھی وہ عموماً جواب ہی دیتے رہے۔ فقط لاہور کی انجمن حمایتِ اسلام کو بعض وجوہ کے سبب یہ موقع ملا کہ اس کے سالانہ جلسوں میں کئی سال متواتر اقبالؔ نے اپنی نظم سنائی جو خاص اُسی جلسے کے لئے لکھی جاتی تھی اور جس کی فکر وہ پہلے سے کرتے رہتے تھے۔

اوّل اوّل جو نظمیں جلسہ عام میں پڑھی جاتی تھیں، تحت اللفظ پڑھی جاتی تھیں اور اس طرز میں بھی ایک لُطف تھا مگر بعض دوستوں نے ایک مرتبہ جلسہ عام میں شیخ محمد اقبال سے بہ اصرار کہا کہ وہ نظم ترنّم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدرتاً بلند اور خوش آیند ہے۔ طرزِ ترنّم سے بھی خاصے واقف ہیں۔ ایسا سماں بندھا کہ سکوت کا عالم چھا گیا اور لوگ جھومنے لگے، اس کے دو نتیجے ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ان کے

لئے تحت اللفظ پڑھنا مشکل ہو گیا، جب کبھی پڑھیں لوگ اصرار کرتے ہیں کہ نے سے پڑھا جائے اور دوسرا یہ کہ پہلے تو خواص ہی ان کے کلام کے قدر دان تھے اور اُس کو سمجھ سکتے تھے، اِس کشش کے سبب عوام بھی کھنچ آئے۔ لاہور میں جلسہ حمایتِ اسلام میں جب اقبالؔ کی نظم پڑھی جاتی ہے تو دس دس ہزار آدمی ایک وقت میں جمع ہوتے ہیں اور جب تک نظم پڑھی جائے لوگ دم بخود بیٹھے رہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں وہ بھی محو اور جو نہیں سمجھتے وہ بھی محو ہوتے ہیں۔

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک اقبالؔ کی شاعری کا ایک دُوسرا دور شروع ہُوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جو انہوں نے یورپ میں بسر کیا۔ گو وہاں انہیں شاعری کے لئے نسبتہً کم وقت مِلا اور ان نظموں کی تعداد جو وہاں کے قیام میں لکھی گئیں تھوڑی ہے مگر ان میں ایک خاص رنگ وہاں کے مشاہدات کا نظر آتا ہے اُس زمانے میں دو بڑے تغیر ان کے خیالات میں آئے۔ اِن تین سالوں میں سے دو سال ایسے تھے جن میں میرا بھی وہیں قیام تھا اور اکثر ملاقات کے موقعے ملتے رہتے تھے۔ ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ ان کا ارادہ مصمّم ہو گیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھالیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صَرف ہوتا ہے اسے کسی اور مفید کام میں صَرف کریں گے۔ میں نے اِن سے کہا کہ اِن کی شاعری ایسی شاعری نہیں ہے جسے ترک کرنا چاہئے بلکہ ان کے کلام میں وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ہماری درماندہ قوم اور ہمارے کم نصیب مُلک کے امراض کا علاج ہو سکے، اِس لئے ایسی مفید خداداد طاقت کو بیکار کرنا درست نہ ہوگا۔ شیخ صاحب کچھ قائل ہُوئے، کچھ نہ ہُوئے اور یہ قرار پایا کہ آرنلڈ صاحب کی رائے پر آخری فیصلہ چھوڑا جائے۔ اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادہ ترکِ شعر کو بدل دیں اور اگر وہ شیخ صاحب سے اتفاق کریں تو ترکِ شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا کی خوش قسمتی تھی کہ آرنلڈ

صاحب نے مجھ سے اتفاقِ رائے کیا اور فیصلہ یہی ہُوا کہ اقبالؔ کے لئے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں اور جو وقت اس شغل کی نذر کرتے ہیں وہ ان کے لئے بھی مفید ہے اور ان کے مُلک وقوم کے لئے بھی مفید ہے۔ ایک تغیر جو ہمارے شاعر کی طبیعت میں آیا تھا اس کا تو یوں خاتمہ ہُوا، مگر دُوسرا تغیر ایک چھوٹے سے آغاز سے ایک بڑے انجام تک پہنچا یعنی اقبالؔ کی شاعری نے فارسی زبان کو اُردو زبان کی جگہ اپنا ذریعہ اظہارِ خیال بنالیا۔

فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبالؔ کی طبیعت میں کئی اسباب سے پیدا ہوئی ہوگی، اور مَیں سمجھتا ہُوں کہ انہوں نے اپنی کتاب حالاتِ تصوّف کے متعلق لکھنے کے لئے جو کُتب بینی کی، اُس کو بھی ضرور اس تغیرِ مذاق میں دخل ہوگا۔ اِس کے علاوہ جُوں جُوں اُن کا مطالعہ علمِ فلسفہ کے متعلق گہرا ہوتا گیا اور دقیق خیالات کے اظہار کو جی چاہا تو انہوں نے دیکھا کہ فارسی کے مقابلے میں اُردو کا سرمایہ بہت کم ہے اور فارسی میں کئی فقرے اور جُملے سانچے میں ڈھلے ہوئے ایسے ملتے ہیں جن کے مطابق اُردو میں فقرے ڈھالنے آسان نہیں، اِس لئے وہ فارسی کی طرف مائل ہو گئے۔ مگر بظاہر جس چھوٹے سے واقعے سے ان کی فارسی گوئی کی ابتداء ہُوئی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک دوست کے ہاں مدعو تھے جہاں ان سے فارسی اشعار سنانے کی فرمائش ہُوئی اور پُوچھا گیا کہ وہ فارسی شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں۔ انہیں اعتراف کرنا پڑا کہ انہوں نے سوائے ایک آدھ شعر کبھی کہنے کے فارسی لکھنے کی کوشش نہیں کی، مگر کچھ ایسا وقت تھا اور اس فرمائش نے ایسی تحریک ان کے دل میں پیدا کی کہ دعوت سے واپس آ کر بستر پر لیٹے ہُوئے باقی وقت وہ شاید فارسی اشعار کہتے رہے اور صبح اُٹھتے ہی جو مجھ سے ملے تو دو تازہ غزلیں فارسی میں تیار تھیں جو انہوں نے زُبانی مجھے سُنائیں۔ ان غزلوں کے کہنے سے انہیں اپنی فارسی گوئی کی قوّت کا حال معلوم ہُوا جس کا پہلے انہوں نے اس

طرح امتحان نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد ولایت سے واپس آنے پر گو کبھی کبھی اُردو کی نظمیں بھی کہتے تھے مگر طبیعت کا رُخ فارسی کی طرف ہو گیا۔ یہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہے جو ۱۹۰۸ء کے بعد سے شروع ہُوا اور جواب تک چل رہا ہے۔ اس عرصے میں اُردو نظمیں بھی بہت سی ہُوئیں اور اچھی اچھی، جن کی دُھوم مچ گئی۔ مگر اصل کام جس کی طرف وہ متوجہ ہو گئے، وہ ان کی فارسی مثنوی اسرارِ خودی، تھی اس کا خیال دیر تک ان کے دماغ میں رہا اور رفتہ رفتہ دماغ سے صفحۂ قرطاس پر اُترنے لگا اور آخر ایک مستقل کتاب کی صورت میں ظہور پذیر ہُوا جس سے اقبالؔ کا نام ہندوستان سے باہر بھی مشہور ہو گیا۔

فارسی میں اقبالؔ کے قلم سے تین کتابیں اس وقت تک نکلی ہیں "اسرارِ خودی" "رموزِ بے خودی اور پیامِ مشرق" ایک سے ایک بہتر! پہلی کتاب سے دُوسری میں زبان زیادہ سادہ اور عام فہم ہو گئی ہے اور تیسری دُوسری سے زیادہ سلیس ہے۔ جو لوگ اقبالؔ کے اُردو کلام کے دلدادہ ہیں، وہ فارسی نظموں کو دیکھ کر مایوس ہُوئے ہوں گے مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ فارسی نے وہ کام کیا جو اُردو سے نہیں ہو سکتا تھا۔ تمام اسلامی دنیا میں جہاں فارسی کم و بیش متداول ہے، اقبالؔ کا کلام اس ذریعے سے پہنچ گیا اور اس میں ایسے خیالات تھے جن کی ایسی وسیع اشاعت ضروری تھی اور اسی وسیلے سے یورپ اور امریکہ والوں کو ہمارے ایسے قابلِ قدر مصنّف کا حال معلوم ہُوا۔ پیامِ مشرق میں ہمارے مصنّف نے یورپ کے ایک نہایت بلند پایہ شاعر گوئٹے کے "سلامِ مغرب" کا جواب لکھا ہے اور اس میں نہایت حکیمانہ خیالات کا اظہار بہت خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔ اس کے اشعار میں بعض بڑے بڑے عُقدے حل ہُوئے ہیں جو پہلے آسان طریق سے بیان نہیں ہُوئے تھے۔ مدّت سے بعض رسائل اور اخبارات میں ڈاکٹر محمد اقبال کو "ترجمانِ حقیقت" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان

کتابوں کے خاص خاص اشعار سے ثابت ہے کہ وہ اس لقب سے ملقب ہونے کے مستحق ہیں اور جس کسی نے یہ لقب ان کے لئے پہلے وضع کیا ہے اُس نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔

فارسی گوئی کا ایک اثر اقبالؔ کے اُردو کلام پر یہ ہُوا ہے کہ جو نظمیں اُردو میں دورِ سوم میں لکھی گئی ہیں اُن میں سے اکثر میں فارسی ترکیبیں اور فارسی بندشیں پہلے سے بھی زیادہ ہیں اور بعض جگہ فارسی اشعار پر تضمین کی گئی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشہبِ قلم جو فارسی کے میدان میں گامزن ہے اُس کی باگ کسی قدر تکلف کے ساتھ اُردو کی طرف موڑی جارہی ہے۔

اقبالؔ کا اُردو کلام جو وقتاً فوقتاً ۱۹۰۱ء سے لے کر آج تک رسالوں اور اخباروں میں شائع ہُوا اور انجمنوں میں پڑھا گیا اُس کے مجموعے کی اشاعت کے بہت لوگ خواہاں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے احباب بارہا تقاضا کرتے تھے کہ اُردو کلام کا مجموعہ شائع کیا جائے۔ مگر کئی وجوہات سے آج تک مجموعۂ اُردو شائع نہیں ہوسکا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آخراب شائقینِ کلامِ اُردو کی یہ دیرینہ آرزو بر آئی اور اقبالؔ کی اُردو نظموں کا مجموعہ شائع ہوتا ہے جو دوسو بانوے صفحوں پر مشتمل ہے اور تین حصوں پر منقسم ہے۔

حصہ اوّل میں ۱۹۰۵ء تک کی نظمیں ہیں۔ حصہ دوم میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک کی اور حصہ سوم میں ۱۹۰۸ء سے لے کر آج تک کا اُردو کلام ہے۔ یہ دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ اُردو میں آج تک کوئی ایسی کتابِ اشعار کی موجود نہیں ہے جس میں خیالات کی یہ فراوانی ہو اور اس قدر مطالب و معانی یکجا ہوں اور کیوں نہ ہو، ایک صدی کے چہارم حصے کے مطالعے اور تجربے اور مشاہدے کا نچوڑ اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے۔ بعض نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع ایسا ہے کہ اُس پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے۔ یہ مختصر سا مضمون جو بطور دیباچہ لکھا

گیا ہے۔ اس میں مختلف نظموں کی تنقید یا مختلف اوقات کی نظموں کے باہم مقابلے کی گنجائش نہیں، اس کے لئے اگر ہو سکا تو مَیں کوئی اور موقع تلاش کروں گا۔ سرِ دست مَیں صاحبانِ ذوق کو مبارکباد دیتا ہُوں کہ اُردو کلیاتِ اقبالؔ اُن کے سامنے رسالوں اور گلدستوں کے اوراقِ پریشاں سے نکل کر ایک مجموعۂ دل پذیر کی شکل میں جلوہ گر ہے، اور اُمید ہے کہ جو لوگ مدّت سے اس کلام کو یکجا دیکھنے کے مشتاق تھے وہ اس مجموعے کو شوق کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور دل سے اس کی قدر کریں گے۔

آخر میں اُردو شاعری کی طرف سے مَیں یہ درخواست قابل مصنّف سے کرتا ہُوں کہ وہ اپنے دل و دماغ سے اُردو کو وہ حصہ دیں جس کی وہ مستحق اور محتاج ہے۔ خود انہوں نے غالبؔ کی تعریف میں چند بند لکھے ہیں جن میں ایک شعر میں اُردو کی حالت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔

گیسوئے اُردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے
شمع یہ سودائیِ دلسوزیِ پروانہ ہے

ہم اُن کا یہ شعر پڑھ کر ان سے یہ کہتے ہیں کہ جس احساس نے یہ شعر ان سے نکلوایا تھا، اُس سے کام لے کر اب وہ پھر کچھ عرصے کے لئے گیسوئے اُردو کے سنوارنے کی طرف متوجہ ہُوں اور ہمیں موقع دیں کہ ہم اس مجموعۂ اُردو کو جو اس قدر دیر کے بعد چھپا ہے، ایک دُوسرے کلیاتِ اُردو کا پیش خیمہ سمجھیں۔

حصّہ اوّل

(......۱۹۰۵ء تک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمالہ

اے ہمالہ! اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں　　چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں　　تُو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں
ایک جلوہ تھا کلیمِ طورِ سینا کے لئے
تُو تجلّی ہے سراپا چشمِ بینا کے لئے

امتحانِ دیدۂ ظاہر میں کوہستاں ہے تُو　　پاسباں اپنا ہے تُو، دیوارِ ہندستاں ہے تُو
مطلعِ اوّل فلک جس کا ہو وہ دیواں ہے تُو　　سُوئے خلوت گاہِ دل دامن کشِ انساں ہے تُو
برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت تیرے سر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہرِ عالم تاب پر

تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کُہن　　وادیوں میں ہیں تیری کالی گھٹائیں خیمہ زن
چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن　　تُو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیّال ہے
دامنِ موجِ ہوا جس کے لئے رُومال ہے

ابر کے ہاتھوں میں رہوارِ ہوا کے واسطے   تازیانہ دے دیا برقِ سرِ کہسار نے
اے ہمالہ کوئی بازی گاہ ہے تُو بھی، جسے   دستِ قُدرت نے بنایا ہے عناصر کے لئے
ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر
فیلِ بے زنجیر کی صُورت اُڑا جاتا ہے ابر

جنبشِ موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی   جھُومتی ہے نشۂ ہستی میں ہر گُل کی کلی
یوں زبانِ برگ سے گویا ہے اس کی خامشی   دستِ گلچیں کی جھٹک میں نے نہیں دیکھی کبھی
کہہ رہی ہے میری خاموشی ہی افسانہ مرا
کُنجِ خلوت خانۂ قُدرت ہے کاشانہ مرا

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی   کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
آئنہ سا شاہدِ قُدرت کو دکھلاتی ہوئی   سنگِ رہ سے گاہ بچتی گاہ ٹکراتی ہوئی
چھیڑتی جا اس عراقِ دل نشیں کے ساز کو
اے مُسافر دل سمجھتا ہے تیری آواز کو

لیلیِ شب کھولتی ہے آ کے جب زُلفِ رسا   دامنِ دل کھینچتی ہے آبشاروں کی صدا
وہ خموشی شام کی جس پر تکلّم ہو فدا   وہ درختوں پر تفکّر کا سماں چھایا ہُوا
کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ ترے رُخسار پر

اے ہمالہ! داستاں اُس وقت کی کوئی سُنا   مسکنِ آبائے انساں جب بنا دامن ترا
کچھ بتا اُس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا   داغ جس پر غازۂ رنگِ تکلّف کا نہ تھا
ہاں دکھا دے اے تصوّر پھر وہ صبح و شام تُو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایّام تُو

گُلِ رنگیں

تُو شناسائے خراشِ عقدۂ مشکل نہیں   اے گُلِ رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
زیبِ محفل ہے، شریکِ شورشِ محفل نہیں   یہ فراغت بزمِ ہستی میں مجھے حاصل نہیں
اس چمن میں مَیں سراپا سوز و سازِ آرزو
اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو

توڑ لینا شاخ سے تجھ کو مرا آئیں نہیں   یہ نظر غیر از نگاہِ چشمِ صورت بیں نہیں
آہ! یہ دستِ جفاجو اے گُلِ رنگیں نہیں   کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گلچیں نہیں
کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے اُلجھیڑوں سے کیا
دیدۂ بُلبل سے مَیں کرتا ہوں نظارہ ترا

سَو زبانوں پر بھی خاموشی تُجھے منظور ہے   راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے
میری صورت تُو بھی اک برگِ ریاضِ طُور ہے   مَیں چمن سے دُور ہوں تُو بھی چمن سے دُور ہے
مُطمئن ہے تُو، پریشاں مثلِ بُو رہتا ہوں میں
زخمیِ شمشیرِ ذوقِ جُستجو رہتا ہوں میں

یہ پریشانی میری سامانِ جمعیت نہ ہو   یہ جگر سوزی چراغِ خانۂ حکمت نہ ہو
ناتوانی ہی میری سرمایۂ قوت نہ ہو   رشکِ جامِ جم مرا آئینۂ حیرت نہ ہو
یہ تلاشِ مُتّصل شمعِ جہاں افروز ہے
تَوسنِ ادراکِ انساں کو خرام آموز ہے

عہدِ طفلی

تھے دیارِ نو زمین و آسماں میرے لئے
وسعتِ آغوشِ مادر اِک جہاں میرے لئے

تھی ہر اِک جنبش نشانِ لطفِ جاں میرے لئے
حرفِ بے مطلب تھی خود میری زباں میرے لئے

درد، طفلی میں اگر کوئی رُلاتا تھا مجھے
شورشِ زنجیرِ در میں لطف آتا تھا مجھے

تکتے رہنا ہائے! وہ پہروں تلک سُوئے قمر
وہ پھٹے بادل میں بے آوازِ پا اُس کا سفر

پُوچھنا رہ رہ کے اُس کے کوہ و صحرا کی خبر
اور وہ حیرت دروغِ مصلحت آمیز پر

آنکھ وقفِ دید تھی ، لب مائلِ گفتار تھا
دل نہ تھا میرا ، سراپا ذوقِ استفسار تھا

مرزا غالبؔ

فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہُوا
ہے پرِ مرغِ تخیّل کی رسائی تا کجا

تھا سراپا روح تُو ، بزمِ سخن پیکر ترا
زیبِ محفل بھی رہا محفل سے پنہاں بھی رہا

دید تیری آنکھ کو اُس حُسن کی منظور ہے
بن کے سوزِ زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

محفلِ ہستی تری بربط سے ہے سرمایہ دار   جس طرح ندی کے نغموں سے سکوتِ کوہسار
تیرے فردوسِ تخیل سے ہے قدرت کی بہار   تیری کشتِ فکر سے اُگتے ہیں عالم سبزہ وار

زندگی مضمر ہے تیری شوخیِ تحریر میں
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لبِ اعجاز پر   محوِ حیرت ہے ثریا رفعتِ پرواز پر
شاہدِ مضموں تصدق ہے ترے انداز پر   خندہ زن ہے غنچۂ دلی گلِ شیراز پر

آہ! تو اُجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے
گلشنِ ویمر* میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے

لطفِ گویائی میں تیری ہمسری ممکن نہیں   ہو تخیل کا نہ جب تک فکرِ کامل ہم نشیں
ہائے! اب کیا ہو گئی ہندوستاں کی سر زمیں   آہ! اے نظارہ آموزِ نگاہِ نکتہ بیں

گیسوئے اُردو ابھی منت پذیرِ شانہ ہے
شمع یہ سودائیِ دلسوزیِ پروانہ ہے

اے جہان آباد! اے گہوارۂ علم و ہنر   ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در
ذرّے ذرّے میں ترے خوابیدہ ہیں شمس و قمر   یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر

دفن تجھ میں کوئی فخرِ روزگار ایسا بھی ہے؟
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آب دار ایسا بھی ہے؟

---

* ویمر: جرمنی کا مشہور شاعر گوئٹے اس جگہ مدفون ہے۔

ب۔د

ابرِ کوہسار

ہے بلندی سے فلک بوس نشیمن میرا ابرِ کہسار ہوں گل پاش ہے دامن میرا
کبھی صحرا، کبھی گلزار ہے مسکن میرا شہر و ویرانہ مرا، بحر مرا، بن میرا
کسی وادی میں جو منظور ہو سونا مجھ کو
سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو

مجھ کو قدرت نے سکھایا ہے دُرافشاں ہونا ناقۂ شاہدِ رحمت کا حُدی خواں ہونا
غم زدائے دلِ افسردۂ دہقاں ہونا رونقِ بزمِ جوانانِ گلستاں ہونا
بن کے گیسو رُخِ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں
شانۂ موجۂ صرصر سے سنور جاتا ہوں

دُور سے دیدۂ اُمید کو ترساتا ہوں کسی بستی سے جو خاموش گزر جاتا ہوں
سیر کرتا ہُوا جس دم لبِ جُو آتا ہوں بالیاں نہر کو گرداب کی پہناتا ہوں
سبزۂ مزرعِ نوخیز کی اُمید ہوں میں
زادۂ بحر ہوں، پروردۂ خورشید ہوں میں

چشمۂ کوہ کو دی شورشِ قلزم میں نے اور پرندوں کو کیا محوِ ترنّم میں نے
سر پہ سبزے کے کھڑے ہو کے کہا قُم میں نے غنچۂ گل کو دیا ذوقِ تبسّم میں نے
فیض سے میرے نمونے ہیں شبستانوں کے
جھونپڑے دامنِ کہسار میں دہقانوں کے

ایک مکڑا اور مکھی [1]

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا | اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمہارا
لیکن مری کُٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت | بھولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھا
غیروں سے نہ ملیے تو کوئی بات نہیں ہے | اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا
آؤ جو مرے گھر میں تو عزت ہے یہ میری | وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا
مکھی نے سُنی بات جو مکڑے کی تو بولی | حضرت! کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا

اس جال میں مکھی کبھی آنے کی نہیں ہے
جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا، پھر نہیں اترا

مکڑے نے کہا واہ! فریبی مجھے سمجھے | تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہوگا
منظور تمہاری مجھے خاطر تھی وگرنہ | کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا
اُڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے | ٹھہرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں بُرا کیا!
اس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں | باہر سے نظر آتا ہے چھوٹی سی یہ کُٹیا
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے | دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے | ہر شخص کو ساماں یہ میسّر نہیں ہوتا

---

[1] صفحۂ فرہنگ: ۲۳۵۔

مکھی نے کہا خیر، یہ سب ٹھیک ہے لیکن میں آپ کے گھر آؤں، یہ اُمید نہ رکھنا

ان نرم بچھونوں سے خدا مجھ کو بچائے
سو جائے کوئی ان پہ تو پھر اُٹھ نہیں سکتا

مکڑے نے کہا دل میں، سُنی بات جو اُس کی پھانسوں اسے کس طرح یہ کم بخت ہے دانا
سو کام خوشامد سے نکلتے ہیں جہاں میں دیکھو جسے دنیا میں خوشامد کا ہے بندا
یہ سوچ کے مکھی سے کہا اُس نے بڑی بی! اللہ نے بخشا ہے بڑا آپ کو رُتبا
ہوتی ہے اُسے آپ کی صورت سے محبت ہو جس نے کبھی ایک نظر آپ کو دیکھا
آنکھیں ہیں کہ ہیرے کی چمکتی ہوئی کنیاں سر آپ کا اللہ نے کلغی سے سجایا
یہ حُسن، یہ پوشاک، یہ خوبی، یہ صفائی پھر اس پہ قیامت ہے یہ اُڑتے ہوئے گانا
مکھی نے سُنی جب یہ خوشامد تو پسیجی بولی کہ نہیں آپ سے مجھ کو کوئی کھٹکا
انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں بُرا میں سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا
یہ بات کہی اور اُڑی اپنی جگہ سے پاس آئی تو مکڑے نے اُچھل کر اُسے پکڑا

بھوکا تھا کئی روز سے، اب ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اُڑایا

ایک پہاڑ اور گلہری ۱

(ماخوذ از ایمرسن)

بچوں کے لئے

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے
ذرا سی چیز ہے، اس پر غرور، کیا کہنا
یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور، کیا کہنا!
خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں
جو بے شعور ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں
تری بساط ہے کیا میری شان کے آگے
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے
جو بات مجھ میں ہے، تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں، جانور غریب کہاں!

کہا یہ سن کے گلہری نے منہ سنبھال ذرا
یہ کچی باتیں ہیں دل سے انہیں نکال ذرا
جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا
نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، یہ اس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سکھا دیا اس نے
قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
نری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تجھ میں
جو تو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مجھ کو
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مجھ کو
نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۳۶۔

ایک گائے اور بکری [۱]

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

اک چراگہ ہری بھری تھی کہیں — تھی سراپا بہار جس کی زمیں
کیا سماں اُس بہار کا ہو بیاں — ہر طرف صاف ندیاں تھیں رواں
تھے اناروں کے بے شمار درخت — اور پیپل کے سایہ دار درخت
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں — طائروں کی صدائیں آتی تھیں
کسی ندی کے پاس اِک بکری — چرتے چرتے کہیں سے آ نکلی
جب ٹھہر کر اِدھر اُدھر دیکھا — پاس اِک گائے کو کھڑے پایا
پہلے جھک کر اُسے سلام کیا — پھر سلیقے سے یوں کلام کیا
کیوں بڑی بی! مزاج کیسے ہیں — گائے بولی کہ خیر اچھے ہیں
کٹ رہی ہے بُری بھلی اپنی — ہے مُصیبت میں زندگی اپنی
جان پر آ بنی ہے ، کیا کہیے — اپنی قسمت بُری ہے ، کیا کہیے
دیکھتی ہوں خدا کی شان کو میں — رو رہی ہوں بُروں کی جان کو میں
زور چلتا نہیں غریبوں کا — پیش آیا لکھا نصیبوں کا
آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے — اس سے پالا پڑے ، خدا نہ کرے
دُودھ کم دوں تو بڑبڑاتا ہے — ہوں جو دُبلی تو بیچ کھاتا ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۳۶۔

ہتھکنڈوں سے غلام کرتا ہے ۔۔۔ کن فریبوں سے رام کرتا ہے
اس کے بچوں کو پالتی ہوں میں ۔۔۔ دودھ سے جان ڈالتی ہوں میں
بدلے نیکی کے یہ بُرائی ہے ۔۔۔ میرے اللہ! تری دُہائی ہے
سُن کے بکری یہ ماجرا سارا ۔۔۔ بولی ، ایسا گلہ نہیں اچھا
بات سچی ہے بے مزا لگتی ۔۔۔ میں کہوں گی مگر خدا لگتی
یہ چراگہ ، یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ۔۔۔ یہ ہری گھاس اور یہ سایا
ایسی خوشیاں ہمیں نصیب کہاں ۔۔۔ یہ کہاں ، بے زباں غریب کہاں!
یہ مزے آدمی کے دَم سے ہیں ۔۔۔ لطف سارے اسی کے دَم سے ہیں
اس کے دَم سے ہے اپنی آبادی ۔۔۔ قید ہم کو بھلی کہ آزادی!
سَو طرح کا بَنوں میں ہے کھٹکا ۔۔۔ واں کی گُزران سے بچائے خدا
ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا ۔۔۔ ہم کو زیبا نہیں گِلا اس کا
قدر آرام کی اگر سمجھو ۔۔۔ آدمی کا کبھی گِلہ نہ کرو
گائے سُن کر یہ بات شرمائی ۔۔۔ آدمی کے گِلے سے پچھتائی
دل میں پرکھا بھلا بُرا اُس نے ۔۔۔ اور کچھ سوچ کر کہا اُس نے

یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی

بچّے کی دُعا ۱؎

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

دُور دنیا کا مرے دَم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

ہو مرے دَم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

زندگی ہو مری پروانے کی صورت یارب
علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یارب!

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
دردمندوں سے، ضعیفوں سے محبت کرنا

مرے اللہ! بُرائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو، اُس رہ پہ چلانا مجھ کو

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۳۴۔

ہمدردی [۱]

(ماخوذ از ولیم کوپر)

بچوں کے لئے

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا — بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی — اڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک — ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سن کر بلبل کی آہ و زاری — جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے — کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری — میں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل — چمکا کے مجھے دیا بنایا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۳۷۔

ماں کا خواب ۱؎

(ماخوذ)

بچوں کے لئے

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب
بڑھا اور جس سے مرا اضطراب

یہ دیکھا کہ میں جارہی ہوں کہیں
اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں

لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال
قدم کا تھا دہشت سے اُٹھنا محال

جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی
تو دیکھا قطار ایک لڑکوں کی تھی

زمرد سی پوشاک پہنے ہوئے
دیے سب کے ہاتھوں میں جلتے ہوئے

وہ چُپ چاپ تھے آگے پیچھے رواں
خدا جانے جانا تھا اُن کو کہاں

اسی سوچ میں تھی کہ میرا پسر
مجھے اُس جماعت میں آیا نظر

وہ پیچھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا
دیا اُس کے ہاتھوں میں جلتا نہ تھا

کہا مَیں نے پہچان کر، میری جاں!
مجھے چھوڑ کر آگئے تم کہاں؟

جُدائی میں رہتی ہوں مَیں بے قرار
پروتی ہوں ہر روز اشکوں کے ہار

نہ پروا ہماری ذرا تم نے کی
گئے چھوڑ، اچھی وفا تم نے کی!

جو بچّے نے دیکھا مرا پیچ و تاب
دیا اُس نے مُنہ پھیر کر یوں جواب

رُلاتی ہے تجھ کو جدائی مری
نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری

یہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک چُپ رہا
دیا پھر دکھا کر یہ کہنے لگا

سمجھتی ہے تُو ہوگیا کیا اسے؟
ترے آنسوؤں نے بُجھایا اسے!

۱؎ صفحۂ فرہنگ: ۲۲۷۔

پرندے کی فریاد ؂

بچوں کے لئے

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانا
وہ باغ کی بہاریں، وہ سب کا چہچہانا

آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا، اپنی خوشی سے جانا

لگتی ہے چوٹ دل پر، آتا ہے یاد جس دم
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مُسکرانا

وہ پیاری پیاری صورت، وہ کامنی سی مورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانا

آتی نہیں صدائیں اُس کی مرے قفس میں
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں!

کیا بدنصیب ہوں مَیں گھر کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں وطن میں، مَیں قید میں پڑا ہوں

آئی بہار، کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں
مَیں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

اس قید کا الٰہی! دُکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہیں قفس میں مَیں غم سے مر نہ جاؤں

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے، غم دل کو کھا رہا ہے

گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سُننے والے
دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

آزاد مجھ کو کر دے، او قید کرنے والے!
مَیں بے زباں ہوں قیدی، تُو چھوڑ کر دُعا لے

؂ صفحۂ فرہنگ: ۲۳۷۔

خفتگانِ خاک سے استفسار [۱]

مہرِ روشن چھپ گیا، اُٹھی نقابِ رُوئے شام
شانۂ ہستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسُوئے شام

یہ سیہ پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے
محفلِ قُدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے

کر رہا ہے آسماں جادُو لبِ گُفتار پر
ساحرِ شب کی نظر ہے دیدۂ بیدار پر

غوطہ زن دریائے خاموشی میں ہے موجِ ہوا
ہاں، مگر اک دُور سے آتی ہے آوازِ درا

دل کہ ہے بے تابیِ اُلفت میں دنیا سے نفُور
کھینچ لایا ہے مجھے ہنگامۂ عالم سے دُور

منظرِ حرماں نصیبی کا تماشائی ہوں میں
ہم نشینِ خفتگانِ کُنجِ تنہائی ہوں میں

تھم ذرا بے تابیِ دل! بیٹھ جانے دے مجھے
اور اس بستی پہ چار آنسو گرانے دے مجھے

اے مئے غفلت کے سرمستو! کہاں رہتے ہو تم؟
کچھ کہو اُس دیس کی آخر، جہاں رہتے ہو تم

وہ بھی حیرت خانۂ امروز و فردا ہے کوئی؟
اور پیکارِ عناصر کا تماشا ہے کوئی؟

آدمی واں بھی حصارِ غم میں ہے محصُور کیا؟
اُس ولایت میں بھی ہے انساں کا دل مجبور کیا؟

واں بھی جل مرتا ہے سوزِ شمع پر پروانہ کیا؟
اُس چمن میں بھی گُل و بُلبل کا ہے افسانہ کیا؟

یاں تو اک مصرع میں پہلو سے نکل جاتا ہے دل
شعر کی گرمی سے کیا واں بھی پگھل جاتا ہے دل؟

رشتہ و پیوندیاں کے جان کا آزار ہیں
اُس گُلستاں میں بھی کیا ایسے نُکیلے خار ہیں؟

اس جہاں میں اک معیشت اور سو اُفتاد ہے
رُوح کیا اُس دیس میں اس فکر سے آزاد ہے؟

کیا وہاں بجلی بھی ہے، دہقاں بھی ہے، خرمن بھی ہے؟
قافلے والے بھی ہیں، اندیشۂ رہزن بھی ہے؟

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۔ ۲۳۷ ۔

تنکے چنتے ہیں وہاں بھی آشیاں کے واسطے؟ — خشت و گل کی فکر ہوتی ہے مکاں کے واسطے؟
واں بھی انساں اپنی اصلیت سے بیگانے ہیں کیا؟ — امتیازِ ملت و آئیں کے دیوانے ہیں کیا؟

واں بھی کیا فریادِ بلبل پر چمن روتا نہیں؟
اس جہاں کی طرح واں بھی دردِ دل ہوتا نہیں؟

باغ ہے فردوس یا اک منزلِ آرام ہے؟ — یا رخِ بے پردۂ حسنِ ازل کا نام ہے؟
کیا جہنم معصیت سوزی کی اک ترکیب ہے؟ — آگ کے شعلوں میں پنہاں مقصدِ تادیب ہے؟
کیا عوض رفتار کے اس دیس میں پرواز ہے؟ — موت کہتے ہیں جسے اہلِ زمیں، کیا راز ہے؟
اضطرابِ دل کا ساماں یاں کی ہست و بود ہے — علمِ انساں اس ولایت میں بھی کیا محدود ہے؟
دید سے تسکین پاتا ہے دلِ مہجور بھی؟ — 'لن ترانی' کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی؟
جستجو میں ہے وہاں بھی روح کو آرام کیا؟ — واں بھی انساں ہے قتیلِ ذوقِ استفہام کیا؟
آہ! وہ کشور بھی تاریکی سے کیا معمور ہے؟ — یا محبت کی تجلی سے سراپا نور ہے؟

تم بتا دو، راز جو اس گنبدِ گرداں میں ہے
موت اک چبھتا ہوا کانٹا دلِ انساں میں ہے

شمع و پروانہ [1]

پروانہ تجھ سے کرتا ہے اے شمع! پیار کیوں — یہ جانِ بے قرار ہے تجھ پر نثار کیوں
سیماب وار رکھتی ہے تیری ادا اسے — آدابِ عشق تو نے سکھائے ہیں کیا اسے؟
کرتا ہے یہ طواف تری جلوہ گاہ کا — پھونکا ہوا ہے کیا تری برقِ نگاہ کا؟
آزارِ موت میں اسے آرامِ جاں ہے کیا؟ — شعلے میں تیرے زندگیِ جاوداں ہے کیا؟

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۳۸۔

غم خانۂ جہاں میں جو تیری ضیا نہ ہو
اس تفتہ دل کا نخلِ تمنا ہرا نہ ہو

گرنا ترے حضور میں اس کی نماز ہے
ننھے سے دل میں لذتِ سوز و گداز ہے

کچھ اس میں جوشِ عاشقِ حسنِ قدیم ہے
چھوٹا سا طور تو، یہ ذرا سا کلیم ہے

پروانہ، اور ذوقِ تماشائے روشنی
کیڑا ذرا سا، اور تمنائے روشنی!

عقل و دل [1]

عقل نے ایک دن یہ دل سے کہا
بھولے بھٹکے کی رہنما ہوں میں

ہوں زمیں پر، گزر فلک پہ مرا
دیکھ تو کس قدر رسا ہوں میں

کام دنیا میں رہبری ہے مرا
مثلِ خضرِ خجستہ پا ہوں میں

ہوں مفسّر کتابِ ہستی کی
مظہرِ شانِ کبریا ہوں میں

بوند اک خون کی ہے تو لیکن
غیرتِ لعلِ بے بہا ہوں میں

دل نے سن کر کہا یہ سب سچ ہے
پر مجھے بھی تو دیکھ، کیا ہوں میں

رازِ ہستی کو تو سمجھتی ہے
اور آنکھوں سے دیکھتا ہوں میں!

ہے تجھے واسطہ مظاہر سے
اور باطن سے آشنا ہوں میں

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے
تو خدا جو، خدا نما ہوں میں

علم کی انتہا ہے بے تابی
اس مرض کی مگر دوا ہوں میں

شمع تو محفلِ صداقت کی
حسن کی بزم کا دیا ہوں میں

تو زمان و مکاں سے رشتہ بپا
طائرِ سدرہ آشنا ہوں میں

کس بلندی پہ ہے مقام مرا
عرشِ ربِّ جلیل کا ہوں میں!

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۳۹۔

صدائے درد [1]

جل رہا ہوں کل نہیں پڑتی کسی پہلو مجھے
ہاں ڈبو دے اے محیطِ آبِ گنگا تو مجھے

سرزمیں اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
وصل کیسا، یاں تو اک قُربِ فراق انگیز ہے

بدلے یک رنگی کے یہ نا آشنائی ہے غضب
ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب

جس کے پھولوں میں اخوت کی ہوا آئی نہیں
اُس چمن میں کوئی لطفِ نغمہ پیرائی نہیں

لذتِ قُربِ حقیقی پر مِٹا جاتا ہوں میں
اختلاطِ موجہ و ساحل سے گھبراتا ہوں میں

دانۂ خرمن نما ہے شاعرِ معجز بیاں
ہو نہ خرمن ہی تو اس دانے کی ہستی پھر کہاں

حُسن ہو کیا خود نما جب کوئی مائل ہی نہ ہو
شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو

ذوقِ گویائی خموشی سے بدلتا کیوں نہیں
میرے آئینے سے یہ جوہر نکلتا کیوں نہیں

کب زباں کھولی ہماری لذتِ گفتار نے!
پھونک ڈالا جب چمن کو آتشِ پیکار نے

آفتاب [2]

(ترجمہ گایتری)

اے آفتاب! رُوحِ روانِ جہاں ہے تُو
شیرازہ بندِ دفترِ کون و مکاں ہے تُو

باعث ہے تُو وجود و عدم کی نمود کا
ہے سبز تیرے دم سے چمن ہست و بود کا

قائم یہ عنصروں کا تماشا تجھی سے ہے
ہر شے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے

ہر شے کو تیری جلوہ گری سے ثبات ہے
تیرا یہ سوز و ساز سراپا حیات ہے

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۳۹۔ [2] ۲۳۰۔

وہ آفتاب جس سے زمانے میں نور ہے — دل ہے، خرد ہے، روحِ رواں ہے، شعور ہے
اے آفتاب! ہم کو ضیائے شعور دے — چشمِ خرد کو اپنی تجلّی سے نور دے
ہے محفلِ وجود کا ساماں طراز تُو — یزدانِ ساکنانِ نشیب و فراز تُو
تیرا کمال ہستیِ ہر جاندار میں — تیری نمود سلسلۂ کوہسار میں
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تُو — زائیدگانِ نُور کا ہے تاجدار تُو
نے ابتدا کوئی نہ کوئی انتہا تری — آزادِ قیدِ اوّل و آخر ضیا تری

شمع [۱]

بزمِ جہاں میں مَیں بھی ہوں اے شمع! دردمند — فریاد در گرہ صفتِ دانۂ سپند
دی عشق نے حرارتِ سوزِ دروں تجھے — اور گل فروشِ اشکِ شفق گوں کیا مجھے
ہو شمعِ بزمِ عیش کہ شمعِ مزار تُو
ہر حال اشکِ غم سے رہی ہمکنار تو
یک بیں تری نظر صفتِ عاشقانِ راز — میری نگاہ مایۂ آشوبِ امتیاز
کعبے میں بُت کدے میں ہے یکساں تری ضیا — مَیں امتیازِ دیر و حرم میں پھنسا ہوا
ہے شان آہ کی ترے دُودِ سیاہ میں
پوشیدہ کوئی دل ہے تری جلوہ گاہ میں؟
جلتی ہے تُو کہ برقِ تجلّی سے دُور ہے — بے درد تیرے سوز کو سمجھے کہ نُور ہے
تُو جل رہی ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں — بینا ہے اور سوزِ دروں پہ نظر نہیں
مَیں جوشِ اضطراب سے سیماب وار بھی — آگاہِ اضطرابِ دلِ بے قرار بھی
تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۳۰ ۔

یہ آگہی مری مجھے رکھتی ہے بے قرار
خوابیدہ اس شرر میں ہیں آتش کدے ہزار

یہ امتیازِ رفعت و پستی اسی سے ہے
گُل میں مہک، شراب میں مستی اسی سے ہے

بُستان و بُلبل و گُل و بُو ہے یہ آگہی
اصلِ کشاکشِ من و تُو ہے یہ آگہی

صبحِ ازل جو حُسن ہُوا دلستانِ عشق
آوازِ 'کُن' ہوئی تپش آموزِ جانِ عشق

یہ حکم تھا کہ گلشنِ 'کُن' کی بہار دیکھ
ایک آنکھ لے کے خوابِ پریشاں ہزار دیکھ

مجھ سے خبر نہ پوچھ حجابِ وجود کی
شامِ فراق صبح تھی میری نمود کی

وہ دن گئے کہ قید سے مَیں آشنا نہ تھا
زیبِ درختِ طُور مرا آشیانہ تھا

قیدی ہوں اور قفس کو چمن جانتا ہوں میں
غربت کے غم کدے کو وطن جانتا ہوں میں

یادِ وطن فسُردگیِ بے سبب بنی
شوقِ نظر کبھی، کبھی ذوقِ طلب بنی

اے شمع! انتہائے فریبِ خیال دیکھ
مسجودِ ساکنانِ فلک کا مآل دیکھ

مضموں فراق کا ہوں، ثریّا نشاں ہوں میں
آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکاں ہوں میں

باندھا مجھے جو اُس نے تو چاہی مری نمود
تحریر کر دیا سرِ دیوانِ ہست و بود

گوہر کو مشتِ خاک میں رہنا پسند ہے
بندش اگرچہ سُست ہے، مضموں بلند ہے

چشمِ غلط نگر کا یہ سارا قصور ہے
عالم ظہورِ جلوۂ ذوقِ شعور ہے

یہ سلسلہ زمان و مکاں کا، کمند ہے
طوقِ گلوئے حسنِ تماشا پسند ہے

منزل کا اشتیاق ہے، گم کردہ راہ ہوں
اے شمع! مَیں اسیرِ فریبِ نگاہ ہوں

صیّاد آپ، حلقۂ دامِ ستم بھی آپ
بامِ حرم بھی، طائرِ بامِ حرم بھی آپ!

مَیں حُسن ہوں کہ عشقِ سراپا گداز ہوں
کھُلتا نہیں کہ ناز ہوں مَیں یا نیاز ہوں

ہاں، آشنائے لب ہو نہ رازِ کُہن کہیں
پھر چھِڑ نہ جائے قصّۂ دار و رسن کہیں

ایک آرزو [۱]

دنیا کی محفلوں سے اُکتا گیا ہوں یارب! — کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بُجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں، دل ڈھونڈتا ہے میرا — ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

مرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری — دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

آزاد فکر سے ہوں، عزلت میں دن گزاروں — دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو

لذّت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں — چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہو

گُل کی کلی چٹک کر پیغام دے کسی کا — ساغر ذرا سا گویا مجھ کو جہاں نما ہو

ہو ہاتھ کا سرھانا، سبزے کا ہو بچھونا — شرمائے جس سے جلوت، خلوت میں وہ ادا ہو

مانوس اس قدر ہو صورت سے میری بلبل — ننھے سے دل میں اُس کے کھٹکا نہ کچھ مرا ہو

صف باندھے دونوں جانب بُوٹے ہرے ہرے ہوں — ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو

ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ — پانی بھی موج بن کر اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا ہو

آغوش میں زمیں کی سویا ہُوا ہو سبزہ — پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو

پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گُل کی ٹہنی — جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

مہندی لگائے سورج جب شام کی دُلھن کو — سُرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم — اُمید اُن کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

بجلی چمک کے اُن کو کُٹیا مری دکھا دے — جب آسماں پہ ہر سُو بادل گھرا ہوا ہو

پچھلے پہر کی کوئل، وہ صبح کی مؤذن — مَیں اُس کا ہم نوا ہوں، وہ میری ہم نوا ہو

کانوں پہ ہو نہ میرے دیر و حرم کا احساں — روزن ہی جھونپڑی کا مجھ کو سحر نما ہو

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۳۱۔

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے رونا مرا وضو ہو، نالہ مری دُعا ہو
اس خامشی میں جائیں اتنے بلند نالے تاروں کے قافلے کو میری صدا درا ہو
ہر دردمند دل کو رونا مرا رُلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں، شاید انھیں جگا دے

آفتابِ صبح [۱]

شورشِ میخانۂ انساں سے بالاتر ہے تو زینتِ بزمِ فلک ہو جس سے وہ ساغر ہے تُو
ہو دُرِ گوشِ عروسِ صبح وہ گوہر ہے تو جس پہ سیمائے اُفق نازاں ہو وہ زیور ہے تُو
صفحۂ ایام سے داغِ مدادِ شب مِٹا
آسماں سے نقشِ باطل کی طرح کوکب مِٹا
حُسن تیرا جب ہوا بامِ فلک سے جلوہ گر آنکھ سے اُڑتا ہے یک دم خواب کی مے کا اثر
نور سے معمور ہو جاتا ہے دامانِ نظر کھولتی ہے چشمِ ظاہر کو ضیا تیری مگر
ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہیے
چشمِ باطن جس سے کھُل جائے وہ جلوا چاہیے
شوقِ آزادی کے دنیا میں نہ نکلے حوصلے زندگی بھر قیدِ زنجیرِ تعلق میں رہے
زیر و بالا ایک ہیں تیری نگاہوں کے لیے آرزو ہے کچھ اسی چشمِ تماشا کی مجھے
آنکھ میری اور کے غم میں سرشک آباد ہو
امتیازِ ملّت و آئیں سے دل آزاد ہو
بستۂ رنگِ خصوصیت نہ ہو میری زباں نوعِ انساں قوم ہو میری، وطن میرا جہاں
دیدۂ باطن پہ رازِ نظمِ قدرت ہو عیاں ہو شناسائے فلک شمعِ تخیل کا دھواں
عقدۂ اضداد کی کاوش نہ تڑپائے مجھے
حُسنِ عشق انگیز ہر شے میں نظر آئے مجھے

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۳۲۔

اخترِ صبح [1]

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا
ملی نگاہ مگر فرصتِ نظر نہ ملی
ہوئی ہے زندہ دمِ آفتاب سے ہر شے
اماں مجھی کو تہِ دامنِ سحر نہ ملی
بساط کیا ہے بھلا صبح کے ستارے کی
نفس حباب کا ، تابندگی شرارے کی
کہا یہ میں نے کہ اے زیورِ جبینِ سحر!
غمِ فنا ہے تجھے! گنبدِ فلک سے اتر
ٹپک بلندیِ گردوں سے ہمرہِ شبنم
مرے ریاضِ سخن کی فضا ہے جاں پرور
میں باغباں ہوں ، محبت بہار ہے اس کی
بنا مثالِ ابد پائدار ہے اس کی

حُسن و عشق [2]

جس طرح ڈوبتی ہے کشتیِ سیمینِ قمر
نورِ خورشید کے طوفان میں ہنگامِ سحر
جیسے ہو جاتا ہے گم نور کا لے کر آنچل
چاندنی رات میں مہتاب کا ہم رنگ کنول
جلوۂ طور میں جیسے یدِ بیضائے کلیم
موجۂ نکہتِ گلزار میں غنچے کی شمیم
ہے ترے سیلِ محبت میں یونہی دل میرا
تو جو محفل ہے تو ہنگامۂ محفل ہوں میں
حُسن کی برق ہے تو ، عشق کا حاصل ہوں میں
تو سحر ہے تو مرے اشک ہیں شبنم تیری
شامِ غربت ہوں اگر میں تو شفق تو میری
مرے دل میں تری زلفوں کی پریشانی ہے
تری تصویر سے پیدا مری حیرانی ہے
حُسن کامل ہے ترا ، عشق ہے کامل میرا

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۶۸۔ [2] ۲۶۸۔

ہے مرے باغِ سخن کے لیے تُو بادِ بہار — میرے بیتاب تخیّل کو دیا تُو نے قرار
جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں — نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں
حُسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریکِ کمال — تجھ سے سرسبز ہوئے میری اُمیدوں کے نہال

قافلہ ہو گیا آسودۂ منزل میرا

......کی گود میں بلّی دیکھ کر

تجھ کو دُزدیدہ نگاہی یہ سکھا دی کس نے — رمزِ آغازِ محبت کی بتا دی کس نے
ہر ادا سے تری پیدا ہے محبت کیسی — نیلی آنکھوں سے ٹپکتی ہے ذکاوت کیسی
دیکھتی ہے کبھی ان کو، کبھی شرماتی ہے — کبھی اُٹھتی ہے، کبھی لیٹ کے سو جاتی ہے
آنکھ تیری صفتِ آئنہ حیران ہے کیا — نُورِ آگاہی سے روشن تری پہچان ہے کیا
مارتی ہے انھیں پونچوں سے، عجب ناز ہے یہ — چھیڑ ہے، غصّہ ہے یا پیار کا انداز ہے یہ؟
شوخ تُو ہو گی تو گودی سے اُتاریں گے تجھے — گِر گیا پھول جو سینے کا تو ماریں گے تجھے
کیا تجسّس ہے تجھے، کس کی تمنائی ہے — آہ! کیا تُو بھی اسی چیز کی سودائی ہے
خاص انسان سے کچھ حُسن کا احساس نہیں — صُورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں
شیشۂ دہر میں مانندِ مئے ناب ہے عشق — رُوحِ خورشید ہے، خونِ رگِ مہتاب ہے عشق
دلِ ہر ذرہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی — نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

کہیں سامانِ مسرت، کہیں سازِ غم ہے
کہیں گوہر ہے، کہیں اشک، کہیں شبنم ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۶۸ے

سیّد کی لوحِ تُربت ؎

اے کہ تیرا مرغِ جاں تارِ نفس میں ہے اسیر
اے کہ تیری رُوح کا طائر قفس میں ہے اسیر

اس چمن کے نغمہ پیراؤں کی آزادی تو دیکھ
شہر جو اُجڑا ہوا تھا' اُس کی آبادی تو دیکھ

فکر رہتی تھی مجھے جس کی وہ محفل ہے یہی
صبر و استقلال کی کھیتی کا حاصل ہے یہی

سنگِ تربت ہے مرا گرویدۂ تقریر دیکھ
چشمِ باطن سے ذرا اس لوح کی تحریر دیکھ

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں

وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ! کوئی دل نہ دُکھ جائے تری تقریر سے

محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں اُن فسانوں کو نہ چھیڑ

تُو اگر کوئی مدبّر ہے تو سُن میری صدا
ہے دلیری دستِ اربابِ سیاست کا عصا

عرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قوتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

ہو اگر ہاتھوں میں تیرے خامۂ معجز رقم
شیشۂ دل ہو اگر تیرا مثالِ جامِ جم

پاک رکھ اپنی زباں تلمیذِ رحمانی ہے تُو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو!

سونے والوں کو جگا دے شعر کے اعجاز سے
خرمنِ باطل جلا دے شعلۂ آواز سے

صفحۂ فرہنگ: ؎ ۲۲۳۔

ماہِ نو [۱]

ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقابِ نیل
ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے رُوئے آبِ نیل
طشتِ گردوں میں ٹپکتا ہے شفق کا خونِ ناب
نشترِ قدرت نے کیا کھولی ہے فصدِ آفتاب
چرخ نے بالی چُرا لی ہے عروسِ شام کی
نیل کے پانی میں یا مچھلی ہے سیمِ خام کی
قافلہ تیرا رواں بے منّتِ بانگِ درا
گوشِ انساں سُن نہیں سکتا تری آوازِ پا
گھٹنے بڑھنے کا سماں آنکھوں کو دکھلاتا ہے تُو
ہے وطن تیرا کدھر، کس دیس کو جاتا ہے تُو
ساتھ اے سیّارۂ ثابت نما لے چل مجھے
خارِ حسرت کی خلش رکھتی ہے اب بے کل مجھے
نور کا طالب ہوں، گھبراتا ہوں اس بستی میں مَیں
طفلکِ سیماب پا ہوں مکتبِ ہستی میں مَیں

اِنسان اور بزمِ قُدرت [۲]

صبحِ خورشیدِ دُرخشاں کو جو دیکھا میں نے
بزمِ معمورۂ ہستی سے یہ پُوچھا میں نے
پرتوِ مہر کے دم سے ہے اُجالا تیرا
سیمِ سیّال ہے پانی ترے دریاؤں کا
مہر نے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے
تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے
گُل و گُلزار ترے خُلد کی تصویریں ہیں
یہ بھی سُورۂ 'والشّمس' کی تفسیریں ہیں
سُرخ پوشاک ہے پھُولوں کی، درختوں کی ہری
تیری محفل میں کوئی سبز، کوئی لال پری
ہے ترے خیمۂ گردوں کی طلائی جھالر
بدلیاں لال سی آتی ہیں اُفق پر جو نظر

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۲۳۔ [۲] ۲۲۵۔

کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
مئے گلرنگ خُمِ شام میں تُو نے ڈالی

رُتبہ تیرا ہے بڑا، شان بڑی ہے تیری
پردۂ نور میں مستور ہے ہر شے تیری

صبح اک گیت سراپا ہے تری سطوت کا
زیرِ خورشید نشاں تک بھی نہیں ظلمت کا

مَیں بھی آباد ہوں اس نور کی بستی میں مگر
جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیونکر؟

نور سے دُور ہوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں
کیوں سیہ روز، سیہ بخت، سیہ کار ہوں میں؟

مَیں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی
بامِ گردوں سے وہ یا صحنِ زمیں سے آئی

ہے ترے نور سے وابستہ مری بود و نبود
باغباں ہے تری ہستی پہ گُلزارِ وجود

انجمن حُسن کی ہے تُو، تری تصویر ہوں میں
عشق کا تُو ہے صحیفہ، تری تفسیر ہوں میں

میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تُو نے
بار جو مجھ سے نہ اُٹھا وہ اُٹھایا تُو نے

نورِ خورشید کی محتاج ہے ہستی میری
اور بے منّتِ خورشید چمک ہے تیری

ہو نہ خورشید تو ویراں ہو گُلستاں میرا
منزلِ عیش کی جا نام ہو زنداں میرا

آہ اے رازِ عیاں کے نہ سمجھنے والے!
حلقۂ دامِ تمنّا میں اُلجھنے والے

ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابندِ مجاز
ناز زیبا تھا تجھے، تُو ہے مگر گرمِ نیاز

تُو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

پیامِ صبح ¹

(ماخوذ از لانگ فیلو)

اُجالا جب ہُوا رخصت جبینِ شب کی افشاں کا
نسیمِ زندگی پیغام لائی صبحِ خنداں کا

جگایا بُلبلِ رنگیں نوا کو آشیانے میں
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اُس نے دہقاں کا

طلسمِ ظلمتِ شب سُورۂ والنّور سے توڑا
اندھیرے میں اُڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا

پڑھا خوابیدگانِ دَیر پر افسونِ بیداری
برہمن کو دیا پیغام خورشیدِ دُرَخشاں کا

ہُوئی بامِ حرم پر آ کے یوں گویا مؤذّن سے
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمودِ مہرِ تاباں کا؟

پُکاری اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک او غنچۂ گُل! تُو مؤذّن ہے گُلستاں کا

دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو!
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرّہ بیاباں کا

سوئے گورِ غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے
تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہرِ خموشاں کا

ابھی آرام سے لیٹے رہو، مَیں پھر بھی آؤں گی
سُلا دوں گی جہاں کو، خواب سے تم کو جگاؤں گی

عشق اور موت ²

(ماخوذ از ٹینی سن)

سُہانی نمودِ جہاں کی گھڑی تھی
تبسّم فشاں زندگی کی کلی تھی

کہیں مہر کو تاجِ زر مِل رہا تھا
عطا چاند کو چاندنی ہو رہی تھی

سِیہ پیرہن شام کو دے رہے تھے
ستاروں کو تعلیمِ تابندگی تھی

صفحۂ فرہنگ: ¹ ۳۳۵۔ ² ۳۳۵۔

کہیں شاخِ ہستی کو لگتے تھے پتّے کہیں زندگی کی کلی پھوٹتی تھی
فرشتے سکھاتے تھے شبنم کو رونا ہنسی گُل کو پہلے پہل آ رہی تھی
عطا درد ہوتا تھا شاعر کے دل کو خودی تشنہ کامِ مئے بے خودی تھی
اُٹھی اوّل اوّل گھٹا کالی کالی کوئی حور چوٹی کو کھولے کھڑی تھی

زمیں کو تھا دعویٰ کہ مَیں آسماں ہوں
مکاں کہہ رہا تھا کہ مَیں لامکاں ہوں

غرض اس قدر یہ نظارہ تھا پیارا کہ نظّارگی ہو سراپا نظارا
ملَک آزماتے تھے پرواز اپنی جبینوں سے نورِ ازل آشکارا
فرشتہ تھا اک، عشق تھا نام جس کا کہ تھی رہبری اُس کی سب کا سہارا
فرشتہ کہ پُتلا تھا بے تابیوں کا ملَک کا ملَک اور پارے کا پارا
پئے سَیر فردوس کو جا رہا تھا قضا سے مِلا راہ میں وہ قضا را
یہ پُوچھا ترا نام کیا، کام کیا ہے نہیں آنکھ کو دید تیری گوارا
ہُوا سُن کے گویا قضا کا فرشتہ اجل ہوں، مرا کام ہے آشکارا
اُڑاتی ہوں مَیں رختِ ہستی کے پُرزے بُجھاتی ہوں مَیں زندگی کا شرارا
مری آنکھ میں جادوئے نیستی ہے پیامِ فنا ہے اسی کا اشارا
مگر ایک ہستی ہے دنیا میں ایسی وہ آتش ہے مَیں سامنے اُس کے پارا
شرر بن کے رہتی ہے انساں کے دل میں وہ ہے نورِ مطلق کی آنکھوں کا تارا
ٹپکتی ہے آنکھوں سے بن بن کے آنسو وہ آنسو کہ ہو جن کی تلخی گوارا
سُنی عشق نے گفتگو جب قضا کی ہنسی اُس کے لب پر ہوئی آشکارا.
گری اُس تبسّم کی بجلی اجل پر اندھیرے کا ہو نور میں کیا گزارا

بقا کو جو دیکھا فنا ہو گئی وہ
قضا تھی، شکارِ قضا ہو گئی وہ

زُہد اور رندی ۱؎

اک مولوی صاحب کی سُناتا ہوں کہانی
تیزی نہیں منظور طبیعت کی دکھانی

شہرہ تھا بہت آپ کی صُوفی مَنِشی کا
کرتے تھے ادب اُن کا اعالی و ادانی

کہتے تھے کہ پنہاں ہے تصوف میں شریعت
جس طرح کہ الفاظ میں مضمر ہوں معانی

لبریزِ مئے زُہد سے تھی دل کی صراحی
تھی تہ میں کہیں دُردِ خیالِ ہمہ دانی

کرتے تھے بیاں آپ کرامات کا اپنی
منظور تھی تعداد مُریدوں کی بڑھانی

مُدّت سے رہا کرتے تھے ہمسائے میں میرے
تھی رند سے زاہد کی ملاقات پُرانی

حضرت نے مرے ایک شناسا سے یہ پُوچھا
اقبالؔ، کہ ہے قُمریِ شمشادِ معانی

پابندیِ احکامِ شریعت میں ہے کیسا؟
گو شعر میں ہے رشکِ کلیمِ ہمدانی

سُنتا ہوں کہ کافر نہیں ہندو کو سمجھتا
ہے ایسا عقیدہ اثرِ فلسفہ دانی

ہے اس کی طبیعت میں تشیّع بھی ذرا سا
تفضیلِ علیؓ ہم نے سُنی اس کی زبانی

سمجھا ہے کہ ہے راگ عبادات میں داخل
مقصود ہے مذہب کی مگر خاک اُڑانی

کچھ عار اسے حُسن فروشوں سے نہیں ہے
عادت یہ ہمارے شعرا کی ہے پُرانی

گانا جو ہے شب کو تو سحر کو ہے تلاوت
اس رمز کے اب تک نہ کُھلے ہم پہ معانی

لیکن یہ سُنا اپنے مُریدوں سے ہے مَیں نے
بے داغ ہے مانندِ سحر اس کی جوانی

مجموعۂ اضداد ہے، اقبالؔ نہیں ہے
دل دفترِ حکمت ہے، طبیعت خفقانی

رندی سے بھی آگاہ شریعت سے بھی واقف
پُوچھو جو تصوف کی تو منصور کا ثانی

اس شخص کی ہم پر تو حقیقت نہیں کُھلتی
ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۳۶۔

القصہ بہت طول دیا وعظ کو اپنے — تا دیر رہی آپ کی یہ نغز بیانی
اس شہر میں جو بات ہو اُڑ جاتی ہے سب میں — مَیں نے بھی سُنی اپنے احبّا کی زبانی
اک دن جو سرِ راہ ملے حضرتِ زاہد — پھر چھڑ گئی باتوں میں وہی بات پُرانی
فرمایا، شکایت وہ محبت کے سبب تھی — تھا فرض مرا راہ شریعت کی دکھانی
مَیں نے یہ کہا کوئی گِلہ مجھ کو نہیں ہے — یہ آپ کا حق تھا زرہِ قُربِ مکانی
خم ہے سرِ تسلیم مرا آپ کے آگے — پیری ہے تواضع کے سبب میری جوانی
گر آپ کو معلوم نہیں میری حقیقت — پیدا نہیں کچھ اس سے قصورِ ہمہ دانی
مَیں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا — گہرا ہے مرے بحرِ خیالات کا پانی
مجھ کو بھی تمنّا ہے کہ 'اقبال' کو دیکھوں — کی اس کی جُدائی میں بہت اشک فشانی

اقبالؔ بھی 'اقبال' سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

شاعر[۱]

قوم گویا جسم ہے، افراد ہیں اعضائے قوم — منزلِ صنعت کے رہ پیما ہیں دست و پائے قوم
محفلِ نظمِ حکومت، چہرۂ زیبائے قوم — شاعرِ رنگیں نوا ہے دیدۂ بینائے قوم

مبتلائے درد کوئی عضو ہو، روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۔ ۲۳۷۔

دل [1]

قصۂ دار و رسن بازیِ طفلانۂ دل
التجائے "ارنی" سرخیِ افسانۂ دل

یارب اس ساغرِ لبریز کی مے کیا ہوگی
جادۂ ملکِ بقا ہے خطِ پیمانۂ دل

ابرِ رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب!
جل گئی مزرعِ ہستی تو اُگا دانۂ دل

حُسن کا گنجِ گراں مایہ تجھے مل جاتا
تُو نے فرہاد! نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل

عرش کا ہے کبھی کعبے کا ہے دھوکا اس پر
کس کی منزل ہے الٰہی! مرا کاشانۂ دل

اس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا
دل کسی اور کا دیوانہ، میں دیوانۂ دل

تُو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں اس کو
رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

خاک کے ڈھیر کو اِکسیر بنا دیتی ہے
وہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

موجِ دریا [2]

مضطرب رکھتا ہے میرا دلِ بے تاب مجھے
عینِ ہستی ہے تڑپ صورتِ سیماب مجھے

موج ہے نام مرا، بحر ہے پایاب مجھے
ہو نہ زنجیر کبھی حلقۂ گرداب مجھے

آب میں مثلِ ہوا جاتا ہے تَوسن میرا
خارِ ماہی سے نہ اٹکا کبھی، دامن میرا

میں اُچھلتی ہوں کبھی جذبِ مہِ کامل سے
جوش میں سر کو پٹکتی ہوں کبھی ساحل سے

ہوں وہ رہرو کہ محبت ہے مجھے منزل سے
کیوں تڑپتی ہوں، یہ پوچھے کوئی میرے دل سے

زحمتِ تنگیِ دریا سے گریزاں ہوں میں
وسعتِ بحر کی فُرقت میں پریشاں ہوں میں

صفحۂ فرہنگ: ۱۔ ۲۲۷۔ ۲۔ ۲۲۸۔

رُخصت اے بزمِ جہاں! ۱

(ماخوذ از ایمرسن)

رُخصت اے بزمِ جہاں! سُوئے وطن جاتا ہوں مَیں — آہ! اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں مَیں
بسکہ مَیں افسردہ دل ہوں، درخورِ محفل نہیں — تُو مرے قابل نہیں ہے، مَیں ترے قابل نہیں
قید ہے، دربارِ سُلطان و شبستانِ وزیر — توڑ کر نکلے گا زنجیرِ طلائی کا اسیر
گو بڑی لذّت تری ہنگامہ آرائی میں ہے — اجنبیّت سی مگر تیری شناسائی میں ہے
مُدّتوں تیرے خود آراؤں سے ہم صحبت رہا — مُدّتوں بے تاب موجِ بحر کی صورت رہا
مُدّتوں بیٹھا ترے ہنگامۂ عشرت میں مَیں — روشنی کی جُستجو کرتا رہا ظلمت میں مَیں
مُدّتوں ڈھُونڈا کِیا نظّارۂ گُل خار میں — آہ، وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں
چشمِ حیراں ڈھُونڈتی اب اور نظّارے کو ہے — آرزو ساحل کی مجھ طوفان کے مارے کو ہے

چھوڑ کر مانندِ بُو تیرا چمن جاتا ہوں مَیں
رُخصت اے بزمِ جہاں! سُوئے وطن جاتا ہوں مَیں

گھر بنایا ہے سکوتِ دامنِ کُہسار میں — آہ! یہ لذّت کہاں موسیقیِ گُفتار میں
ہم نشینِ نرگسِ شہلا، رفیقِ گُل ہوں مَیں — ہے چمن میرا وطن، ہمسایۂ بُلبل ہوں مَیں
شام کو آواز چشموں کی سُلاتی ہے مجھے — صبح فرشِ سبز سے کوئل جگاتی ہے مجھے

بزمِ ہستی میں ہے سب کو محفل آرائی پسند
ہے دلِ شاعر کو لیکن کُنجِ تنہائی پسند

ہے جُنوں مجھ کو کہ گھبراتا ہوں آبادی میں مَیں — ڈھُونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی وادی میں مَیں؟
شوق کس کا سبزہ زاروں میں پھِراتا ہے مجھے — اور چشموں کے کناروں پر سُلاتا ہے مجھے؟
طعنہ زن ہے تُو کہ شیدا کُنجِ عُزلت کا ہوں مَیں — دیکھ اے غافل! پیامی بزمِ قُدرت کا ہوں مَیں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۳۸۔

ہم وطن شمشاد کا، قُمری کا مَیں ہم راز ہوں — اس چمن کی خامشی میں گوشِ بر آواز ہوں
کچھ جو سُنتا ہوں تو اوروں کو سُنانے کے لیے — دیکھتا ہوں کچھ تو اوروں کو دکھانے کے لیے
عاشقِ عُزلت ہے دل، نازاں ہوں اپنے گھر پہ مَیں — خندہ زن ہوں مسندِ دارا و اسکندر پہ مَیں
لیٹنا زیرِ شجر رکھتا ہے جادو کا اثر — شام کے تارے پہ جب پڑتی ہو رہ رہ کر نظر
علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود! — گُل کی پتّی میں نظر آتا ہے رازِ ہست و بود

طفلِ شیرخوار[۱]

مَیں نے چاقو تجھ سے چھینا ہے تو چلّاتا ہے تُو — مہرباں ہوں مَیں، مجھے نامہرباں سمجھا ہے تُو
پھر پڑا روئے گا اے نو واردِ اقلیمِ غم — چُبھ نہ جائے دیکھنا! باریک ہے نوکِ قلم
آہ! کیوں دُکھ دینے والی شے سے تجھ کو پیار ہے — کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے، یہ بے آزار ہے
گیند ہے تیری کہاں، چینی کی بلّی ہے کدھر؟ — وہ ذرا سا جانور ٹوٹا ہوا ہے جس کا سر
تیرا آئینہ تھا آزادِ غبارِ آرزو — آنکھ کھُلتے ہی چمک اُٹھا شرارِ آرزو
ہاتھ کی جُنبش میں، طرزِ دید میں پوشیدہ ہے — تیری صورت آرزو بھی تیری نوزائیدہ ہے

زندگانی ہے تری آزادِ قیدِ امتیاز
تیری آنکھوں پر ہویدا ہے مگر قُدرت کا راز

جب کسی شے پر بگڑ کر مجھ سے، چلّاتا ہے تُو — کیا تماشا ہے ردی کاغذ سے من جاتا ہے تُو
آہ! اس عادت میں ہم آہنگ ہوں مَیں بھی ترا — تُو تلوّن آشنا، مَیں بھی تلوّن آشنا
عارضی لذّت کا شیدائی ہوں، چلّاتا ہوں مَیں — جلد آ جاتا ہے غصّہ، جلد مَن جاتا ہوں مَیں
میری آنکھوں کو لُبھا لیتا ہے حُسنِ ظاہری — کم نہیں کچھ تیری نادانی سے نادانی مری

تیری صورت گاہ گریاں گاہ خنداں مَیں بھی ہوں
دیکھنے کو نوجواں ہوں، طفلِ ناداں مَیں بھی ہوں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۳۹۔

تصویرِ درد ۱

نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری ‌ خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں ‌ یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

اٹھائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گل نے ‌ چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اڑا لی قمریوں نے، طوطیوں نے، عندلیبوں نے ‌ چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے ‌ سراپا درد ہوں، حسرت بھری ہے داستاں میری

الٰہی! پھر مزا کیا ہے یہاں دنیا میں رہنے کا ‌ حیاتِ جاوداں میری، نہ مرگِ ناگہاں میری!

مرا رونا نہیں، رونا ہے یہ سارے گلستاں کا ‌ وہ گل ہوں میں، خزاں ہر گل کی ہے گویا خزاں میری

"دریں حسرت سرا عمریست افسونِ جرس دارم
ز فیضِ دل تپیدنہا خروشِ بے نفس دارم"

ریاضِ دہر میں ناآشنائے بزمِ عشرت ہوں ‌ خوشی روتی ہے جس کو، میں وہ محرومِ مسرت ہوں

مری بگڑی ہوئی تقدیر کو روتی ہے گویائی ‌ میں حرفِ زیرِ لب، شرمندۂ گوشِ سماعت ہوں

پریشاں ہوں میں مشتِ خاک، لیکن کچھ نہیں کھلتا ‌ سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گردِ کدورت ہوں

یہ سب کچھ ہے مگر ہستی مری مقصد ہے قدرت کا ‌ سراپا نور ہو جس کی حقیقت، میں وہ ظلمت ہوں

خزینہ ہوں، چھپایا مجھ کو مشتِ خاکِ صحرا نے ‌ کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں!

نظر میری نہیں ممنونِ سیرِ عرصۂ ہستی ‌ میں وہ چھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں

نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں، نہ مستی ہوں نہ پیمانہ ‌ میں اس مے خانۂ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۳۹۔

عطا ایسا بیاں مجھ کو ہوا رنگیں بیانوں میں ۔۔۔ کہ بامِ عرش کے طائر ہیں میرے ہم زبانوں میں

اثر یہ بھی ہے اک میرے جنونِ فتنہ ساماں کا ۔۔۔ مرا آئینۂ دل ہے قضا کے رازدانوں میں

رلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں! مجھ کو ۔۔۔ کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

دیا رونا مجھے ایسا کہ سب کچھ دے دیا گویا ۔۔۔ لکھا کلکِ ازل نے مجھ کو تیرے نوحہ خوانوں میں

نشانِ برگِ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گلچیں! ۔۔۔ تری قسمت سے رزم آرائیاں ہیں باغبانوں میں

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے ۔۔۔ عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

سن اے غافل صدا میری، یہ ایسی چیز ہے جس کو ۔۔۔ وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں

وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے ۔۔۔ تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے ۔۔۔ دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں

یہ خاموشی کہاں تک؟ لذتِ فریاد پیدا کر ۔۔۔ زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو! ۔۔۔ تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گام زن، محبوبِ فطرت ہے

ہویدا آج اپنے زخمِ پنہاں کر کے چھوڑوں گا ۔۔۔ لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا

جلانا ہے مجھے ہر شمعِ دل کو سوزِ پنہاں سے ۔۔۔ تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

مگر غنچوں کی صورت ہوں دلِ درد آشنا پیدا ۔۔۔ چمن میں مشتِ خاک اپنی پریشاں کر کے چھوڑوں گا

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو ۔۔۔ جو مشکل ہے، تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

مجھے اے ہم نشیں رہنے دے شغلِ سینہ کاوی میں ۔۔۔ کہ میں داغِ محبت کو نمایاں کر کے چھوڑوں گا

دکھا دوں گا جہاں کو جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے ۔۔۔ تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

جو ہے پردوں میں پنہاں، چشمِ بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

کیا رفعت کی لذت سے نہ دل کو آشنا تو نے
گزاری عمر پستی میں مثالِ نقشِ پا تو نے

رہا دل بستۂ محفل، مگر اپنی نگاہوں کو
کیا بیرونِ محفل سے نہ حیرت آشنا تو نے

فدا کرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ اس آئینے میں اپنی ادا تو نے

تعصب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے بُرا تو نے

سراپا نالۂ بیدادِ سوزِ زندگی ہو جا
سپند آسا گرہ میں باندھ رکھی ہے صدا تو نے

صفائے دل کو کیا آرائشِ رنگِ تعلق سے
کفِ آئینہ پر باندھی ہے او ناداں حنا تو نے

زمیں کیا، آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے!

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل!
بنایا ہے بُتِ پندار کو اپنا خدا تو نے

کنویں میں تُو نے یوسف کو جو دیکھا بھی تو کیا دیکھا
ارے غافل! جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے

ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

دکھا وہ حُسنِ عالم سوز اپنی چشمِ پُرنم کو
جو تڑپاتا ہے پروانے کو، رُلواتا ہے شبنم کو

ذرا نظارہ ہی اے بوالہوس مقصد نہیں اس کا
بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشمِ آدم کو

اگر دیکھا بھی اس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو

شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

نہ اٹھا جذبۂ خورشید سے اک برگِ گُل تک بھی
یہ رفعت کی تمنا ہے کہ لے اُڑتی ہے شبنم کو

پھرا کرتے نہیں مجروحِ اُلفت فکرِ درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

دوا ہر دکھ کی ہے مجروحِ تیغِ آرزو رہنا ۔ علاجِ زخم ہے آزادِ احسانِ رفو رہنا
شرابِ بے خودی سے تا فلک پرواز ہے میری شکستِ رنگ سے سیکھا ہے مَیں نے بن کے بُو رہنا
تھمے کیا دیدۂ گریاں وطن کی نوحہ خوانی میں عبادت چشمِ شاعر کی ہے ہر دم باوضو رہنا
بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گل پر آشیاں اپنا چمن میں آہ! کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا
جو تُو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں غلامی ہے اسیرِ امتیازِ ما و تو رہنا
یہ استغنا ہے، پانی میں نگوں رکھتا ہے ساغر کو تجھے بھی چاہیے مثلِ حبابِ آبجو رہنا
نہ رہ اپنوں سے بے پروا، اسی میں خیر ہے تیری اگر منظور ہے دنیا میں او بیگانہ خو! رہنا
شرابِ رُوح پرور ہے محبت نوعِ انساں کی سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبو رہنا

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خُفتہ کو بیدار قوموں نے

بیابانِ محبت دشتِ غربت بھی، وطن بھی ہے یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے
محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے
مرض کہتے ہیں سب اس کو، یہ ہے لیکن مرض ایسا چھپا جس میں علاجِ گردشِ چرخِ کُہن بھی ہے
جلانا دل کا ہے گویا سراپا نُور ہو جانا یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمعِ انجمن بھی ہے
وہی اک حُسن ہے، لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں یہ شیریں بھی ہے گویا، بیستوں بھی، کوہکن بھی ہے
اُجاڑا ہے تمیزِ ملت و آئیں نے قوموں کو مرے اہلِ وطن کے دل میں کچھ فکرِ وطن بھی ہے؟
سکوت آموز طولِ داستانِ درد ہے ورنہ زباں بھی ہے ہمارے مُنہ میں اور تابِ سخن بھی ہے

"نمیگردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں، بخاموشی ادا کردم"

نالۂ فراق [1]

(آرنلڈ کی یاد میں)

جا بسا مغرب میں آخر اے مکاں تیرا مکیں
آہ! مشرق کی پسند آئی نہ اس کو سرزمیں

آ گیا آج اس صداقت کا مرے دل کو یقیں
ظلمتِ شب سے ضیائے روزِ فرقت کم نہیں

"تا ز آغوشِ وداعش داغ حیرت چیدہ است
ہمچو شمعِ کشتہ در چشمم نگہ خوابیدہ است"

کشتۂ عزلت ہوں، آبادی میں گھبراتا ہوں میں
شہر سے سودا کی شدت میں نکل جاتا ہوں میں

یادِ ایامِ سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں
بہرِ تسکیں تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

آنکھ گو مانوس ہے تیرے در و دیوار سے
اصلیت ہے مگر پیدا مری رفتار سے

ذرہ میرے دل کا خورشید آشنا ہونے کو تھا
آئنہ ٹوٹا ہوا عالم نما ہونے کو تھا

نخل میری آرزوؤں کا ہرا ہونے کو تھا
آہ! کیا جانے کوئی میں کیا سے کیا ہونے کو تھا

ابرِ رحمت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت

تو کہاں ہے اے کلیمِ ذروۂ سینائے علم
تھی تری موجِ نفس بادِ نشاط افزائے علم

اب کہاں وہ شوقِ رہ پیمائیِ صحرائے علم
تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

"شورِ لیلیٰ کو کہ باز آرائشِ سودا کند
خاکِ مجنوں را غبارِ خاطرِ صحرا کند"

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۵۱۔

کھول دے گا دشتِ وحشت عقدۂ تقدیر کو — توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو

دیکھتا ہے دیدۂ حیراں تری تصویر کو — کیا تسلّی ہو مگر گرویدۂ تقریر کو

"تابِ گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا
خامشی کہتے ہیں جس کو، ہے سخن تصویر کا"

چاند ۱؎

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن — ہے مگر دریائے دل تیری کشش سے موجزن

قصد کس محفل کا ہے؟ آتا ہے کس محفل سے تو؟ — زرد رُو شاید ہوا رنجِ رہِ منزل سے تو

آفرینش میں سراپا نور تُو، ظلمت ہوں میں — اس سیہ روزی پہ لیکن تیرا ہم قسمت ہوں میں

آہ! مَیں جلتا ہوں سوزِ اشتیاقِ دید سے — تُو سراپا سوز داغِ منّتِ خورشید سے

ایک حلقے پر اگر قائم تری رفتار ہے — میری گردش بھی مثالِ گردشِ پرکار ہے

زندگی کی رہ میں سرگرداں ہے تُو، حیراں ہوں میں — تُو فروزاں محفلِ ہستی میں ہے، سوزاں ہوں مَیں

مَیں رہِ منزل میں ہوں، تُو بھی رہِ منزل میں ہے — تیری محفل میں جو خاموشی ہے، میرے دل میں ہے

تُو طلب خُو ہے تو میرا بھی یہی دستور ہے — چاندنی ہے نور تیرا، عشق میرا نور ہے

انجمن ہے ایک میری بھی جہاں رہتا ہوں میں — بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تُو، تنہا ہوں مَیں

مہر کا پرتو ترے حق میں ہے پیغامِ اجل — محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوۂ حُسنِ ازل

پھر بھی اے ماہِ مبیں! مَیں اور ہوں تُو اور ہے — درد جس پہلو میں اُٹھتا ہو، وہ پہلو اور ہے

گرچہ میں ظلمت سراپا ہوں، سراپا نور تو — سیکڑوں منزل ہے ذوقِ آگہی سے دور تو

جو مری ہستی کا مقصد ہے، مجھے معلوم ہے
یہ چمک وہ ہے، جبیں جس سے تری محروم ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۵۲۔

بلالؓ [۱]

چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اُٹھا کر حجاز میں لایا

ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورتِ سلمانؓ ادا شناس تری
شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

تجھے نظارے کا مثلِ کلیمؑ سودا تھا
اویسؓ طاقتِ دیدار کو ترستا تھا

مدینہ تری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لیے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسائید

گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

تپش ز شعلہ گرفتند و بردلِ تو زدند
چہ برقِ جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند!

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۵۳۔

سرگزشتِ آدم [۱]

سُنے کوئی مری غربت کی داستاں مجھ سے
بھُلایا قصّۂ پیمانِ اوّلیں میں نے

لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں
پیا شعور کا جب جامِ آتشیں میں نے

رہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو
دکھایا اوجِ خیالِ فلک نشیں میں نے

ملا مزاج تغیّر پسند کچھ ایسا
کیا قرار نہ زیرِ فلک کہیں میں نے

نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی
کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے

کبھی میں ذوقِ تکلّم میں طور پر پہنچا
چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
کیا فلک کو سفر، چھوڑ کر زمیں میں نے

کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں
دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں نے

سنایا ہند میں آ کر سرودِ ربّانی
پسند کی کبھی یوناں کی سرزمیں میں نے

دیارِ ہند نے جس دم مری صدا نہ سنی
بسایا خطّۂ جاپان و ملکِ چیں میں نے

بنایا ذرّوں کی ترکیب سے کبھی عالم
خلافِ معنیِ تعلیمِ اہلِ دیں میں نے

لہو سے لال کیا سیکڑوں زمینوں کو
جہاں میں چھیڑ کے پیکارِ عقل و دیں میں نے

سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب ستاروں کی
اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے

ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں
سکھایا مسئلۂ گردشِ زمیں میں نے

کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر
لگا کے آئنۂ عقلِ دور بیں میں نے

کیا اسیر شعاعوں کو، برقِ مضطر کو
بنا دی غیرتِ جنت یہ سرزمیں میں نے

مگر خبر نہ ملی آہ! رازِ ہستی کی
کیا خرد سے جہاں کو تہِ نگیں میں نے

ہوئی جو چشمِ مظاہر پرست وا آخر
تو پایا خانۂ دل میں اُسے مکیں میں نے

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۵۳۔

ترانۂ ہندی [۱]

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا

غربت میں ہوں اگر ہم، رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی، دل ہو جہاں ہمارا

پربت وہ سب سے اونچا، ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا، وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جناں ہمارا

اے آبِ رودِ گنگا! وہ دن ہیں یاد تجھ کو؟
اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

اقبال! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

جگنو [۲]

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

آیا ہے آسماں سے اُڑ کر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں

یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا
غربت میں آ کے چمکا، گمنام تھا وطن میں

تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا
ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں

حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی
لے آئی جس کو قدرت خلوت سے انجمن میں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۵۳۔ ۲ ۲۵۳۔

چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا کبھی گہن سے ، آیا کبھی گہن میں

پروانہ اک پتنگا ، جگنو بھی اک پتنگا
وہ روشنی کا طالب ، یہ روشنی سراپا

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی
پروانے کو تپش دی ، جگنو کو روشنی دی

رنگیں نوا بنایا مرغانِ بے زباں کو
گل کو زبان دے کر تعلیمِ خامشی دی

نظارۂ شفق کی خوبی زوال میں تھی
چمکا کے اس پری کو تھوڑی سی زندگی دی

رنگیں کیا سحر کو بانکی دلہن کی صورت
پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

سایہ دیا شجر کو ، پرواز دی ہوا کو
پانی کو دی روانی ، موجوں کو بے کلی دی

یہ امتیاز لیکن اک بات ہے ہماری
جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہے ہماری

حسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے
انساں میں وہ سخن ہے ، غنچے میں وہ چٹک ہے

یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ ، یاں درد کی کسک ہے

انداز گفتگو نے دھوکے دیے ہیں ورنہ
نغمہ ہے بوئے بلبل ، بو پھول کی چہک ہے

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے ، وہ پھول میں مہک ہے

یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو
ہر شے میں جبکہ پنہاں خاموشیِ ازل ہو

صبحؔ کا ستارہ ۱؎

لطفِ ہمسایگیِ شمس و قمر کو چھوڑوں — اور اس خدمتِ پیغامِ سحر کو چھوڑوں
میرے حق میں تو نہیں تاروں کی بستی اچھی — اس بلندی سے زمیں والوں کی پستی اچھی
آسماں کیا، عدم آباد وطن ہے میرا — صبح کا دامنِ صد چاک کفن ہے میرا
میری قسمت میں ہے، ہر روز کا مرنا جینا — ساقیِ موت کے ہاتھوں سے صبوحی پینا
نہ یہ خدمت، نہ یہ عزت، نہ یہ رفعت اچھی — اس گھڑی بھر کے چمکنے سے تو ظلمت اچھی

میری قدرت میں جو ہوتا تو نہ اختر بنتا
قعرِ دریا میں چمکتا ہوا گوہر بنتا

واں بھی موجوں کی کشاکش سے جو دل گھبراتا — چھوڑ کر بحر کہیں زیبِ گلو ہو جاتا
ہے چمکنے میں مزا حسن کا زیور بن کر — زینتِ تاجِ سرِ بانوئے قیصر بن کر
ایک پتھر کے جو ٹکڑے کا نصیبا جاگا — خاتمِ دستِ سلیماں کا نگیں بن کے رہا
ایسی چیزوں کا مگر دہر میں ہے کام شکست — ہے گہر ہائے گراں مایہ کا انجام شکست
زندگی وہ ہے کہ جو ہو نہ شناسائے اجل — کیا وہ جینا ہے کہ ہو جس میں تقاضائے اجل

ہے یہ انجام اگر زینتِ عالم ہو کر
کیوں نہ گر جاؤں کسی پھول پہ شبنم ہو کر!

کسی پیشانی کے افشاں کے ستاروں میں رہوں — کسی مظلوم کی آہوں کے شراروں میں رہوں
اشک بن کر سرِ مژگاں سے اٹک جاؤں میں — کیوں نہ اس بیوی کی آنکھوں سے ٹپک جاؤں میں
جس کا شوہر ہو رواں ہو کے زرہ میں مستور — سوئے میدانِ وغا، حبِّ وطن سے مجبور

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۵۵۔

یاس و امید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو　　جس کی خاموشی سے تقریر بھی شرماتی ہو
جس کو شوہر کی رضا تابِ شکیبائی دے　　اور نگاہوں کو حیا طاقتِ گویائی دے
زرد، رخصت کی گھڑی، عارضِ گلگوں ہو جائے　　کششِ حُسن غمِ ہجر سے افزوں ہو جائے
لاکھ وہ ضبط کرے پر میں ٹپک ہی جاؤں　　ساغرِ دیدۂ پرنم سے چھلک ہی جاؤں
خاک میں مل کے حیاتِ ابدی پا جاؤں
عشق کا سوز زمانے کو دکھاتا جاؤں

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت [۱]

چشتی نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا　　نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا　　جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا　　سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا　　ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے　　پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے　　میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

بندے کلیم جس کے، پربت جہاں کے سینا　　نوحِ نبی کا آ کر ٹھہرا جہاں سفینا
رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا　　جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

صفی، فرہنگ: [۱] ۲۵۵۔

نیا شوالا ۱؎

سچ کہہ دوں اے برہمن! گر تو بُرا نہ مانے / تیرے صنم کدوں کے بُت ہو گئے پُرانے
اپنوں سے بَیر رکھنا تو نے بُتوں سے سیکھا / جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
تنگ آ کے میں نے آخر دَیر و حرم کو چھوڑا / واعظ کا وعظ چھوڑا، چھوڑے ترے فسانے

پتھر کی مُورتوں میں سمجھا ہے تُو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرّہ دیوتا ہے

آ، غیریت کے پردے اک بار پھر اُٹھا دیں / بچھڑوں کو پھر مِلا دیں، نقشِ دُوئی مٹا دیں
سُونی پڑی ہوئی ہے مدّت سے دل کی بستی / آ، اک نیا شوالا اس دیس میں بنا دیں
دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ / دامانِ آسماں سے اس کا کلس مِلا دیں
ہر صبح اُٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے / سارے پُجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں

شکتی بھی، شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مُکتی پریت میں ہے

داغ ۲؎

عظمتِ غالب ہے اک مدّت سے پیوندِ زمیں / مہدیِ مجروح ہے شہرِ خموشاں کا مکیں
توڑ ڈالی موت نے غربت میں مینائے امیر / چشمِ محفل میں ہے اب تک کیفِ صہبائے امیر
آج لیکن ہمنوا! سارا چمن ماتم میں ہے / شمعِ روشن بُجھ گئی، بزمِ سخن ماتم میں ہے
بُلبلِ دِلّی نے باندھا اس چمن میں آشیاں / ہم نوا ہیں سب عنادل باغِ ہستی کے جہاں

چل بسا داغ، آہ! میّت اس کی زیبِ دوش ہے
آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۵۶۔ ۲؎ ۲۵۶۔

اب کہاں وہ بانکپن، وہ شوخیِ طرزِ بیاں — آگ تھی کافورِ پیری میں جوانی کی نہاں
تھی زبانِ داغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے — لیلیِ معنی وہاں بے پردہ، یاں محمل میں ہے
اب صبا سے کون پوچھے گا سکوتِ گل کا راز — کون سمجھے گا چمن میں نالۂ بلبل کا راز

تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں
آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

اور دکھلائیں گے مضموں کی ہمیں باریکیاں — اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں
تلخیِ دوراں کے نقشے کھینچ کر رُلوائیں گے — یا تخیّل کی نئی دنیا ہمیں دکھلائیں گے
اس چمن میں ہوں گے پیدا بلبلِ شیراز بھی — سیکڑوں ساحر بھی ہوں گے، صاحبِ اعجاز بھی
اُٹھیں گے آزر ہزاروں شعر کے بت خانے سے — مے پلائیں گے نئے ساقی نئے پیمانے سے
لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت — ہوں گی اے خوابِ جوانی! تیری تعبیریں بہت

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون؟
اُٹھ گیا ناوک فگن، مارے گا دل پر تیر کون؟

اشک کے دانے زمینِ شعر میں بوتا ہوں میں — تُو بھی رو اے خاکِ دلّی! داغ کو روتا ہوں میں
اے جہان آباد، اے سرمایۂ بزمِ سخن! — ہو گیا پھر آج پامالِ خزاں تیرا چمن
وہ گلِ رنگیں ترا رخصت مثالِ بُو ہوا — آہ! خالی داغ سے کاشانۂ اُردو ہوا
تھی نہ شاید کچھ کشش ایسی وطن کی خاک میں — وہ مہِ کامل ہوا پنہاں دکن کی خاک میں

اُٹھ گئے ساقی جو تھے، مے خانہ خالی رہ گیا
یادگارِ بزمِ دہلی ایک حالی رہ گیا

آرزو کو خون رُلواتی ہے بیدادِ اجل — مارتا ہے تیر تاریکی میں صیادِ اجل
کھل نہیں سکتی شکایت کے لیے لیکن زباں — ہے خزاں کا رنگ بھی وجہِ قیامِ گلستاں

ایک ہی قانونِ عالم گیر کے ہیں سب اثر
بُوے گل کا باغ سے، گلچیں کا دنیا سے سفر

ابر ١

اٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا
سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ سربن کا
نہاں ہوا جو رخِ مہر زیرِ دامنِ ابر
ہوائے سرد بھی آئی سوارِ توسنِ ابر
گرج کا شور نہیں ہے، خموش ہے یہ گھٹا
عجیب مے کدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا
چمن میں حکمِ نشاطِ مدام لائی ہے
قبائے گُل میں گُہر ٹانکنے کو آئی ہے
جو پھول مہر کی گرمی سے سو چلے تھے، اُٹھے
زمیں کی گود میں جو پڑ کے سو رہے تھے، اُٹھے
ہوا کے زور سے اُبھرا، بڑھا، اُڑا بادل
اُٹھی وہ اور گھٹا لو! برس پڑا بادل
عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالوں کا
یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا

ایک پرندہ اور جگنو ٢

سرِ شام ایک مرغِ نغمہ پیرا
کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا
چمکتی چیز اک دیکھی زمیں پر
اُڑا طائر اُسے جگنو سمجھ کر
کہا جگنو نے او مرغِ نوا ریز!
نہ کر بیکس پہ منقارِ ہوس تیز
تجھے جس نے چہک، گُل کو مہک دی
اُسی اللہ نے مجھ کو چمک دی
لباسِ نور میں مستور ہوں میں
پتنگوں کے جہاں کا طور ہوں میں
چہک تیری بہشتِ گوش اگر ہے
چمک میری بھی فردوسِ نظر ہے
پروں کو میرے قدرت نے ضیا دی
تجھے اُس نے صدائے دل رُبا دی

صفحہ فرہنگ: ١ ٢٥٧۔ ٢ ٢٥٧۔

تری منقار کو گانا سکھایا   مجھے گلزار کی مشعل بنایا
چمک بخشی مجھے، آواز تجھ کو   دیا ہے سوز مجھ کو، ساز تجھ کو
مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز   جہاں میں ساز کا ہے ہم نشیں سوز
قیامِ بزمِ ہستی ہے انھی سے   ظہورِ اوج و پستی ہے انھی سے
ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی
اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

بچہ اور شمع ۱

کیسی حیرانی ہے یہ اے طفلکِ پروانہ خُو!   شمع کے شعلوں کو گھڑیوں دیکھتا رہتا ہے تو
یہ مری آغوش میں بیٹھے ہوئے جُنبش ہے کیا   روشنی سے کیا بغل گیری ہے تیرا مدعا؟
اس نظارے سے ترا ننھا سا دل حیران ہے
یہ کسی دیکھی ہوئی شے کی مگر پہچان ہے
شمع اک شعلہ ہے لیکن تُو سراپا نور ہے   آہ! اس محفل میں یہ عریاں ہے تُو مستور ہے
دستِ قدرت نے اسے کیا جانے کیوں عریاں کیا   تجھ کو خاکِ تیرہ کے فانوس میں پنہاں کیا
نور تیرا چھپ گیا زیرِ نقابِ آگہی   ہے غبارِ دیدۂ بینا حجابِ آگہی
زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ
خواب ہے، غفلت ہے، سرمستی ہے، بے ہوشی ہے یہ
محفلِ قدرت ہے اک دریائے بے پایانِ حُسن   آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حُسن
حُسن، کوہستاں کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے   مہر کی ضَو گستری، شب کی سیہ پوشی میں ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۵۸۔

آسماں صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ — شام کی ظلمت، شفق کی گل فروشی میں ہے یہ
عظمتِ دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار میں — طفلکِ ناآشنا کی کوششِ گفتار میں
ساکنانِ صحنِ گلشن کی ہم آوازی میں ہے — ننھے ننھے طائروں کی آشیاں سازی میں ہے
چشمۂ کہسار میں، دریا کی آزادی میں حُسن — شہر میں، صحرا میں، ویرانے میں، آبادی میں حُسن
روح کو لیکن کسی گم گشتہ شے کی ہے ہوس — ورنہ اس صحرا میں کیوں نالاں ہے یہ مثلِ جرس!

حُسن کے اس عام جلوے میں بھی یہ بے تاب ہے
زندگی اس کی مثالِ ماہیِ بے آب ہے

کنارِ راوی [۱]

سکوتِ شام میں محوِ سرود ہے راوی — نہ پوچھ مجھ سے جو ہے کیفیت مرے دل کی
پیام سجدے کا یہ زیر و بم ہُوا مجھ کو — جہاں تمام سوادِ حرم ہُوا مجھ کو
سرِ کنارۂ آبِ رواں کھڑا ہوں میں — خبر نہیں مجھے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں
شرابِ سرخ سے رنگیں ہوا ہے دامنِ شام — لیے ہے پیرِ فلک دستِ رعشہ دار میں جام
عدم کو قافلۂ روز تیز گام چلا — شفق نہیں ہے، یہ سورج کے پھول ہیں گویا
کھڑے ہیں دُور وہ عظمت فزائے تنہائی — منارِ خوابگہِ شہسوارِ چغتائی
فسانۂ ستمِ انقلاب ہے یہ محل — کوئی زمانِ سلف کی کتاب ہے یہ محل
مقام کیا ہے، سرودِ خموش ہے گویا — شجر، یہ انجمنِ بے خروش ہے گویا
رواں ہے سینۂ دریا پہ اک سفینۂ تیز — ہُوا ہے موج سے ملاح جس کا گرمِ ستیز
سبک روی میں ہے مثلِ نگاہ یہ کشتی — نکل کے حلقۂ حدِ نظر سے دُور گئی
جہازِ زندگیِ آدمی رواں ہے یونہی — ابد کے بحر میں پیدا یونہی، نہاں ہے یونہی

شکست سے یہ کبھی آشنا نہیں ہوتا
نظر سے چھپتا ہے لیکن فنا نہیں ہوتا

صفحۂ فرہنگ: ۱۔ ۴۵۸۔

التجائے مسافر[۱]

(بہ درگاہِ حضرت محبوب الٰہیؒ، دہلی)

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا — بڑی جناب تری، فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم — نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی — مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی — بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ دلم، داغِ لالہ زارِ توام
وگر کشادہ جبینم، گلِ بہارِ توام

چمن کو چھوڑ کے نکلا ہوں مثلِ نکہتِ گل — ہوا ہے صبر کا منظور امتحاں مجھ کو
چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے — شرابِ علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو
نظر ہے ابرِ کرم پر، درختِ صحرا ہوں — کیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو
فلک نشیں صفتِ مہر ہوں زمانے میں — تری دعا سے عطا ہو وہ نردباں مجھ کو
مقام ہم سفروں سے ہو اس قدر آگے — کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو
مری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے — کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسماں مجھ کو
دلوں کو چاک کرے مثلِ شانہ جس کا اثر — تری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھ کو
بنایا تھا جسے چن چن کے خار و خس میں نے — چمن میں پھر نظر آئے وہ آشیاں مجھ کو
پھر آرکھوں قدمِ مادر و پدر پہ جبیں — کیا جنھوں نے محبت کا رازداں مجھ کو
وہ شمعِ بارگہِ خاندانِ مرتضوی — رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۵۹۔

نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی ‏ بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
دعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمیں ‏ کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو
وہ میرا یوسفِ ثانی، وہ شمعِ محفلِ عشق ‏ ہوئی ہے جس کی اخوت قرارِ جاں مجھ کو
جلا کے جس کی محبت نے دفترِ من و تو ‏ ہوائے عیش میں پالا، کیا جواں مجھ کو
ریاضِ دہر میں مانندِ گُل رہے خنداں ‏ کہ ہے عزیز تر از جاں وہ جانِ جاں مجھ کو

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے!
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے!

غزلیات

(۱) ۱؎

گلزارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ — ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ
آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ — دم دے نہ جائے ہستیِ ناپائدار دیکھ
مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں — تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ

کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

(۲) ۲؎

نہ آتے، ہمیں اس میں تکرار کیا تھی — مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی
تمھارے پیامی نے سب راز کھولا — خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی
بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا — تری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی!
تامل تو تھا اُن کو آنے میں قاصد — مگر یہ بتا طرزِ انکار کیا تھی
کھنچے خود بخود جانبِ طور موسیٰ — کشش تیری اے شوقِ دیدار کیا تھی

کہیں ذکر رہتا ہے اقبالؔ تیرا
فسوں تھا کوئی، تیری گفتار کیا تھی

(۳) ۳؎

عجب واعظ کی دیں داری ہے یا رب! — عداوت ہے اسے سارے جہاں سے
کوئی اب تک نہ یہ سمجھا کہ انساں — کہاں جاتا ہے، آتا ہے کہاں سے

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۵۹۔ ۲؎ ۲۶۰۔ ۳؎ ۲۶۰۔

وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے — چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے
ہم اپنی دردمندی کا فسانہ — سُنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے
بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے

(۴) لے

لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لئے — بجلیاں بے تاب ہوں جن کو جلانے کے لئے
وائے ناکامی، فلک نے تاک کر توڑا اسے — میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لئے
آنکھ مل جاتی ہے ہفتاد و دو ملت سے تری — ایک پیمانہ ترا سارے زمانے کے لئے
دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں — لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کے لئے
جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چُن کے تُو — آ ہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لئے
پاس تھا ناکامیِ صیاد کا اے ہم صفیر — ورنہ مَیں اور اُڑ کے آتا ایک دانے کے لئے!
اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت
آہ! یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لئے

(۵) ے

کیا کہوں اپنے چمن سے مَیں جدا کیونکر ہوا — اور اسیرِ حلقۂ دام ہوا کیونکر ہوا
جائے حیرت ہے بُرا سارے زمانے کا ہوں میں — مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا
کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر — کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلا کیونکر ہوا
ہے طلب بے مدعا ہونے کی بھی ایک مدعا — مرغِ دل دامِ تمنا سے رہا کیونکر ہوا
دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے — پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا

صفحۂ فرہنگ: لے ۲۶۰۔ ے ۲۶۰۔

حُسنِ کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب
وہ جو تھا پردوں میں پنہاں، خود نما کیونکر ہوا

موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے دردِ فراق!
چارہ گر دیوانہ ہے، مَیں لا دوا کیونکر ہوا

تُو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گُل
ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا

پُرسشِ اعمال سے مقصد تھا رُسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ، کیا ہوا کیونکر ہوا

میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
کیا بتاؤں اُن کا میرا سامنا کیونکر ہوا

(۶) لے

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

علاجِ درد میں بھی درد کی لذّت پہ مرتا ہوں
جو تھے چھالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

پھلا پھُولا رہے یارب! چمن میری اُمیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بُوٹے مَیں نے پالے ہیں

رُلاتی ہے مجھے راتوں کو خاموشی ستاروں کی
نرالا عشق ہے میرا، نرالے میرے نالے ہیں

نہ پُوچھو مجھ سے لذّت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سینکڑوں مَیں نے بنا کر پھُونک ڈالے ہیں

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر، ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

اُمیدِ حور نے سب کچھ سِکھا رکھا ہے واعظ کو
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں

مرے اشعار اے اقبالؔ! کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
مرے ٹُوٹے ہوئے دل کے یہ دردانگیز نالے ہیں

صفحۂ فرہنگ: لے ۲۶۰۔

(۷) لے

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

منصور کو ہُوا لبِ گویا پیامِ موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

مَیں انتہائے عشق ہوں، تُو انتہائے حُسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

عذر آفرینِ جرمِ محبت ہے حُسنِ دوست
محشر میں عذرِ تازہ نہ پیدا کرے کوئی

چھپتی نہیں ہے یہ نگہِ شوق ہم نشیں!
پھر اور کس طرح اُنھیں دیکھا کرے کوئی

اَڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طُور پر کلیم
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی

نظارے کو یہ جنبشِ مژگاں بھی بار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

کھُل جائیں، کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

(۸) ع

کہوں کیا آرزوئے بے دلی مجھ کو کہاں تک ہے
مرے بازار کی رونق ہی سودائے زیاں تک ہے

وہ مے کش ہوں فروغِ مے سے خود گلزار بن جاؤں
ہوائے گُل فراقِ ساقیِ نامہرباں تک ہے

چمن افروز ہے صیاد میری خوش نوائی تک
رہی بجلی کی بے تابی، سو میرے آشیاں تک ہے

وہ مشتِ خاک ہوں، فیضِ پریشانی سے صحرا ہوں
نہ پُوچھو میری وسعت کی، زمیں سے آسماں تک ہے

جرس ہوں، نالہ خوابیدہ ہے میرے ہر رگ و پے میں
یہ خاموشی مری وقتِ رحیلِ کارواں تک ہے

سکونِ دل سے سامانِ کشودِ کار پیدا کر
کہ عقدہ خاطرِ گرداب کا آبِ رواں تک ہے

صفحۂ فرہنگ: لے ۳۶۱۔ ع ۳۶۱۔

چمن زارِ محبت میں خموشی موت ہے بلبل!
یہاں کی زندگی پابندیِ رسمِ فغاں تک ہے

جوانی ہے تو ذوقِ دید بھی، لطفِ تمنا بھی
ہمارے گھر کی آبادی قیامِ میہماں تک ہے

زمانے بھر میں رسوا ہوں مگر اے وائے نادانی!
سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے رازداں تک ہے

(۹) ل

جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہہ سائی سے
تو سنگِ آستانِ کعبہ جا ملتا جبینوں میں

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انھی خلوت گزینوں میں

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

صفحۂ فرہنگ: ل ۲۶۲۔

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق　　بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
پھڑک اُٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر　　ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں
نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا　　بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں
خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا　　ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

برا سمجھوں انہیں، مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبالؔ اپنے نکتہ چینوں میں

(۱۰) ۱

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں　　مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
ستم ہو کہ ہو وعدۂ بے حجابی　　کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں
یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو　　کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں
ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا　　وہی لن ترانی سُنا چاہتا ہوں
کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہلِ محفل　　چراغِ سحَر ہوں، بجھا چاہتا ہوں

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں، سزا چاہتا ہوں

(۱۱) ۲

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے　　نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے
بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ!　　خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے
مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی　　جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۶۲۔ ۲ ۲۶۳۔

مدام گوش بہ دل رہ، یہ ساز ہے ایسا   جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے
کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے   جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے
سخن میں سوز، الٰہی کہاں سے آتا ہے   یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے
تمیزِ لالہ و گل سے ہے نالۂ بلبل   جہاں میں وا نہ کوئی چشمِ امتیاز کرے
غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو   کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبالؔ
اُڑا کے مجھ کو غبارِ رہِ حجاز کرے

(۱۳) ل

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں   ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں
میں جبھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی   جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں
علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بدست   وائے محرومی! خزف چینِ لبِ ساحل ہوں میں
ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل   جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں
بزمِ ہستی! اپنی آرائش پہ تُو نازاں نہ ہو   تُو تو اک تصویر ہے محفل کی اور محفل ہوں میں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبالؔ اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہوں میں

ل صفحۂ فرہنگ: ۲۶۳۔

(١٣)[۱]

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے

واعظ! کمالِ ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

مانندِ خامہ تیری زباں پر ہے حرفِ غیر
بیگانہ شے پہ نازشِ بے جا بھی چھوڑ دے

لطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق
بسمل نہیں ہے تُو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

شبنم کی طرح پھولوں پہ رو، اور چمن سے چل
اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے

ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا
بُت خانہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے

سوداگری نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

جینا وہ کیا جو ہو نفسِ غیر پر مدار
شہرت کی زندگی کا بھروسا بھی چھوڑ دے

شوخی سی ہے سوالِ مکرر میں اے کلیم!
شرطِ رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے

واعظ ثبوت لائے جو مے کے جواز میں
اقبالؔ کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۶۳۔

حصہ دوم

(۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

محبت ۱

عروسِ شب کی زلفیں تھیں ابھی نا آشنا خم سے
ستارے آسماں کے بے خبر تھے لذتِ رم سے

قمر اپنے لباسِ نو میں بیگانہ سا لگتا تھا
نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلم سے

ابھی امکاں کے ظلمت خانے سے ابھری ہی تھی دنیا
مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا پہنائے عالم سے

کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی تھی ابتداء گویا
ہویدا تھی نگینے کی تمنا چشمِ خاتم سے

سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
صفا تھی جس کی خاکِ پا میں بڑھ کر ساغرِ جم سے

لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اکسیر کا نسخہ
چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے

نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیمیا گر کی
وہ اس نسخے کو بڑھ کر جانتا تھا اسمِ اعظم سے

بڑھا تسبیح خوانی کے بہانے عرش کی جانب
تمنائے دلی آخر بر آئی سعیِ پیہم سے

پھرایا فکرِ اجزا نے اسے میدانِ امکاں میں
چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہِ حق کے محرم سے

چمک تارے سے مانگی، چاند سے داغِ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے

تڑپ بجلی سے پائی، حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفسہائے مسیحِ ابنِ مریم سے

ذرا سی پھر ربوبیت سے شانِ بے نیازی لی
ملک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے

پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں
مرکب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے

مہوس نے یہ پانی ہستیِ نوخیز پر چھڑکا
گرہ کھولی ہنر نے اس کے گویا کارِ عالم سے

ہوئی جنبش عیاں، ذروں نے لطفِ خواب کو چھوڑا
گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے اپنے ہمدم سے

خرامِ ناز پایا آفتابوں نے، ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی، داغ پائے لالہ زاروں نے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۶۳۔

حقیقتِ حُسن ۱

خدا سے حُسن نے اک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تُو نے لازوال کیا

ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا
شبِ درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا

ہوئی ہے رنگِ تغیّر سے جب نمود اس کی
وہی حسیں ہے حقیقت زوال ہے جس کی

کہیں قریب تھا، یہ گفتگو قمر نے سُنی
فلک پہ عام ہوئی، اخترِ سحر نے سُنی

سحر نے تارے سے سُن کر سنائی شبنم کو
فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو

بھر آئے پھول کے آنسو پیامِ شبنم سے
کلی کا ننھا سا دل خون ہو گیا غم سے

چمن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا، سوگوار گیا

پیام ۲

عشق نے کر دیا تجھے ذوقِ تپش سے آشنا
بزم کو مثلِ شمعِ بزم حاصلِ سوز و ساز دے

شانِ کرم پہ ہے مدار عشقِ گرہ کشائے کا
دیر و حرم کی قید کیا! جس کو وہ بے نیاز دے

صورتِ شمعِ نُور کی ملتی نہیں قبا اُسے
جس کو خدا نہ دہر میں گریۂ جاں گداز دے

تارے میں وہ، قمر میں وہ، جلوہ گہِ سحر میں وہ
چشمِ نظارہ میں نہ تُو سُرمۂ امتیاز دے

عشق بلند بال ہے رسم و رہِ نیاز سے
حُسن ہے مستِ ناز اگر تُو بھی جوابِ ناز دے

پیرِ مغاں! فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
اس میں وہ کیفِ غم نہیں، مجھ کو تو خانہ ساز دے

تجھ کو خبر نہیں ہے کیا! بزم کُہن بدل گئی
اب نہ خدا کے واسطے ان کو مئے مجاز دے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۶۵۔ ۲ ۲۶۵۔

سوامی رام تیرتھ [۱]

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرۂ بے تاب تو
پہلے گوہر تھا، بنا اب گوہرِ نایاب تو

آہ! کھولا کس ادا سے تو نے رازِ رنگ و بو
میں ابھی تک ہوں اسیرِ امتیازِ رنگ و بو

مٹ کے غوغا زندگی کا شورشِ محشر بنا
یہ شرارہ بجھ کے آتش خانۂ آزر بنا

نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
'لا' کے دریا میں نہاں موتی ہے 'الا اللہ' کا

چشمِ نابینا سے مخفی معنیِ انجام ہے
تھم گئی جس دم تڑپ، سیماب سیمِ خام ہے

توڑ دیتا ہے بتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیِ تسنیمِ عشق

طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام [۲]

اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے

آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکوں
کہتا تھا مورِ ناتواں لطفِ خرام اور ہے

جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ حجاز کا
اس کا مقام اور ہے، اس کا نظام اور ہے

موت ہے عیشِ جاوداں، ذوقِ طلب اگر نہ ہو
گردشِ آدمی ہے اور، گردشِ جام اور ہے

شمعِ سحر یہ کہہ گئی سوز ہے زندگی کا ساز
غم کدۂ نمود میں شرطِ دوام اور ہے

بادہ ہے نیم رس ابھی، شوق ہے نارسا ابھی
رہنے دو خُم کے سر پہ تم خشتِ کلیسیا ابھی

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۶۶۔ [۲] ۲۶۷۔

اخترِ صُبح ۱

ستارہ صبح کا روتا تھا اور یہ کہتا تھا
ملی نگاہ مگر فرصتِ نظر نہ ملی
ہوئی ہے زندہ دمِ آفتاب سے ہر شے
اماں مجھی کو تہِ دامنِ سحر نہ ملی
بساط کیا ہے بھلا صبح کے ستارے کی
نفس حباب کا، تابندگی شرارے کی

کہا یہ میں نے کہ اے زیورِ جبینِ سحر!
غمِ فنا ہے تجھے! گنبدِ فلک سے اُتر
ٹپک بلندیِ گردوں سے ہمرہِ شبنم
مرے ریاضِ سخن کی فضا ہے جاں پرور
میں باغباں ہوں، محبت بہار ہے اس کی
بنا مثالِ ابد پائدار ہے اس کی

حُسن و عشق ۲

جس طرح ڈوبتی ہے کشتیِ سیمینِ قمر
نورِ خورشید کے طوفان میں ہنگامِ سحر
جیسے ہو جاتا ہے گم نور کا لے کر آنچل
چاندنی رات میں مہتاب کا ہم رنگ کنول
جلوۂ طور میں جیسے یدِ بیضائے کلیم
موجۂ نکہتِ گلزار میں غنچے کی شمیم
ہے ترے سیلِ محبت میں یونہی دل میرا

تُو جو محفل ہے تو ہنگامۂ محفل ہوں میں
حُسن کی برق ہے تُو، عشق کا حاصل ہوں میں
تُو سحر ہے تو مرے اشک ہیں شبنم تیری
شامِ غربت ہوں اگر میں تو شفق تُو میری
مرے دل میں تری زُلفوں کی پریشانی ہے
تری تصویر سے پیدا مری حیرانی ہے
حُسن کامل ہے ترا، عشق ہے کامل میرا

صفحہ فرہنگ: ۱ ۲۶۸۔ ۲ ۲۶۸۔

ہے مرے باغِ سخن کے لیے تو بادِ بہار — میرے بیتاب تخیّل کو دیا تو نے قرار
جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں — نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں
حسن سے عشق کی فطرت کو ہے تحریکِ کمال — تجھ سے سرسبز ہوئے میری امیدوں کے نہال

قافلہ ہو گیا آسودۂ منزل میرا

۔۔۔۔۔۔ کی گود میں بلّی دیکھ کر ؎

تجھ کو دزدیدہ نگاہی یہ سکھا دی کس نے — رمزِ آغازِ محبت کی بتا دی کس نے
ہر ادا سے تری پیدا ہے محبت کیسی — نیلی آنکھوں سے ٹپکتی ہے ذکاوت کیسی
دیکھتی ہے کبھی ان کو، کبھی شرماتی ہے — کبھی اٹھتی ہے، کبھی لیٹ کے سو جاتی ہے
آنکھ تیری صفتِ آئنہ حیران ہے کیا — نورِ آگاہی سے روشن تری پہچان ہے کیا
مارتی ہے انھیں پونچوں سے، عجب ناز ہے یہ — چھیڑ ہے، غصہ ہے یا پیار کا انداز ہے یہ؟
شوخ تو ہو گی تو گودی سے اتاریں گے تجھے — گر گیا پھول جو سینے کا تو ماریں گے تجھے
کیا تجسّس ہے تجھے، کس کی تمنائی ہے — آہ! کیا تو بھی اسی چیز کی سودائی ہے
خاص انسان سے کچھ حسن کا احساس نہیں — صورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں
شیشۂ دہر میں مانندِ مئے ناب ہے عشق — روحِ خورشید ہے، خونِ رگِ مہتاب ہے عشق
دل ہر ذرہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی — نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

کہیں سامانِ مسرت، کہیں سازِ غم ہے
کہیں گوہر ہے، کہیں اشک، کہیں شبنم ہے

صحیفۂ فرہنگ: ؎ ۳۴۸۔

کلی ¹

جب دکھاتی ہے سحر عارضِ رنگیں اپنا — کھول دیتی ہے کلی سینۂ زرّیں اپنا
جلوہ آشام ہے یہ صبح کے مے خانے میں — زندگی اس کی ہے خورشید کے پیمانے میں
سامنے مہر کے دل چیر کے رکھ دیتی ہے
کس قدر سینہ شگافی کے مزے لیتی ہے
مرے خورشید! کبھی تو بھی اُٹھا اپنی نقاب — بہرِ نظّارہ تڑپتی ہے نگاہِ بے تاب
تیرے جلوے کا نشیمن ہو مرے سینے میں — عکس آباد ہو تیرا مرے آئینے میں
زندگی ہو ترا نظّارہ مرے دل کے لیے — روشنی ہو تری گہوارہ مرے دل کے لیے
ذرّہ ذرّہ ہو مرا پھر طرب اندوزِ حیات — ہو عیاں جوہرِ اندیشہ میں پھر سوزِ حیات
اپنے خورشید کا نظّارہ کروں دُور سے میں — صفتِ غنچہ ہم آغوش رہوں نُور سے میں
جانِ مضطر کی حقیقت کو نمایاں کر دوں
دل کے پوشیدہ خیالوں کو بھی عُریاں کر دوں

چاند اور تارے ²

ڈرتے ڈرتے دمِ سحر سے — تارے کہنے لگے قمر سے
نظّارے رہے وہی فلک پر — ہم تھک بھی گئے چمک چمک کر
کام اپنا ہے صبح و شام چلنا — چلنا، چلنا، مدام چلنا
بے تاب ہے اس جہاں کی ہر شے — کہتے ہیں جسے سکوں، نہیں ہے

صفحۂ فرہنگ: ¹ ۳۶۹۔ ² ۳۶۹۔

رہتے ہیں ستم کشِ سفر سب
تارے، انساں، شجر، حجر سب

ہوگا کبھی ختم یہ سفر کیا
منزل کبھی آئے گی نظر کیا

کہنے لگا چاند، ہم نشینو
اے مزرعِ شب کے خوشہ چینو!

جنبش سے ہے زندگی جہاں کی
یہ رسم قدیم ہے یہاں کی

ہے دوڑتا اشہبِ زمانہ
کھا کھا کے طلب کا تازیانہ

اس رہ میں مقام بے محل ہے
پوشیدہ قرار میں اجل ہے

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا، کچل گئے ہیں

انجام ہے اس خرام کا حسن
آغاز ہے عشق، انتہا حسن

وصال [1]

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبیِ قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

خود تڑپتا تھا، چمن والوں کو تڑپاتا تھا میں
تجھ کو جب رنگیں نوا پاتا تھا، شرماتا تھا میں

میرے پہلو میں دلِ مضطر نہ تھا، سیماب تھا
ارتکابِ جرمِ الفت کے لیے بے تاب تھا

نامرادی محفلِ گل میں مری مشہور تھی
صبح میری آئنہ دارِ شبِ دیجور تھی

از نفس در سینۂ خوں گشتہ نشتر داشتم
زیرِ خاموشی نہاں غوغائے محشر داشتم

اب تاثر کے جہاں میں وہ پریشانی نہیں
اہلِ گلشن پر گراں میری غزل خوانی نہیں

عشق کی گرمی سے شعلے بن گئے چھالے مرے
کھیلتے ہیں بجلیوں کے ساتھ اب نالے مرے

صفحۂ فرہنگ: ١ ٢٧٠۔

غازۂ اُلفت سے یہ خاکِ سیہ آئینہ ہے — اور آئینے میں عکسِ ہمدمِ دیرینہ ہے
قید میں آیا تو حاصل مجھ کو آزادی ہوئی — دل کے لُٹ جانے سے میرے گھر کی آبادی ہوئی
ضو سے اس خورشید کی اختر مرا تابندہ ہے — چاندنی جس کے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

یک نظر کر دی و آدابِ فنا آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاکِ مرا وا سوختی

سُلَیمیٰ[1]

جس کی نمود دیکھی چشمِ ستارہ بیں نے
خورشید میں، قمر میں، تاروں کی انجمن میں
صُوفی نے جس کو دل کے ظلمت کدے میں پایا
شاعر نے جس کو دیکھا قدرت کے بانکپن میں
جس کی چمک ہے پیدا، جس کی مہک ہویدا
شبنم کے موتیوں میں، پھُولوں کے پیرہن میں
صحرا کو ہے بسایا جس نے سکُوت بن کر
ہنگامہ جس کے دم سے کاشانۂ چمن میں
ہر شے میں ہے نمایاں یوں تو جمال اس کا
آنکھوں میں ہے سُلیمیٰ! تیری کمال اس کا

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۷۰۔

عاشقِ ہرجائی ۱؎

(۱)

ہے عجب مجموعۂ اضداد اے اقبالؔ تو
رونقِ ہنگامۂ محفل بھی ہے، تنہا بھی ہے

تیرے ہنگاموں سے اے دیوانۂ رنگیں نوا!
زینتِ گلشن بھی ہے، آرائشِ صحرا بھی ہے

ہم نشیں تاروں کا ہے تُو رفعتِ پرواز سے
اے زمیں فرسا، قدم تیرا فلک پیما بھی ہے

عین شغلِ مے میں پیشانی ہے تیری سجدہ ریز
کچھ ترے مسلک میں رنگِ مشربِ مینا بھی ہے

مثلِ بُوئے گُل لباسِ رنگ سے عریاں ہے تو
ہے تو حکمت آفریں، لیکن تجھے سودا بھی ہے

جانبِ منزل رواں بے نقشِ پا مانندِ موج
اور پھر اُفتادہ مثلِ ساحلِ دریا بھی ہے

حُسنِ نسوانی ہے بجلی تیری فطرت کے لیے
پھر عجب یہ ہے کہ تیرا عشق بے پروا بھی ہے

تیری ہستی کا ہے آئینِ تفنّن پر مدار
تُو کبھی ایک آستانے پر جبیں فرسا بھی ہے؟

ہے حسینوں میں وفا ناآشنا تیرا خطاب
اے تلوّن کیش! تو مشہور بھی، رسوا بھی ہے

لے کے آیا ہے جہاں میں عادتِ سیماب تو
تیری بے تابی کے صدقے، ہے عجب بے تاب تو

(۲) ۲؎

عشق کی آشفتگی نے کر دیا صحرا جسے
مُشتِ خاک ایسی نہاں زیرِ قبا رکھتا ہوں میں

ہیں ہزاروں اس کے پہلو، رنگ ہر پہلو کا اور
سینے میں ہیرا کوئی ترشا ہوا رکھتا ہوں میں

دل نہیں شاعر کا، ہے کیفیتوں کی رستخیز
کیا خبر تجھ کو، درونِ سینہ کیا رکھتا ہوں میں

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۷۰۔ ۲؎ ۲۷۱۔

آرزو ہر کیفیت میں اک نئے جلوے کی ہے
مضطرب ہوں، دل سکوں نا آشنا رکھتا ہوں میں

گو حسینِ تازہ ہے ہر لحظہ مقصودِ نظر
حُسن سے مضبوط پیمانِ وفا رکھتا ہوں میں

بے نیازی سے ہے پیدا میری فطرت کا نیاز
سوز و سازِ جُستجو مثلِ صبا رکھتا ہوں میں

موجبِ تسکیں تماشائے شرارِ جستہ اے
ہو نہیں سکتا کہ دل برق آشنا رکھتا ہوں میں

ہر تقاضا عشق کی فطرت کا ہو جس سے خموش
آہ! وہ کامل تجلّی مُدّعا رکھتا ہوں میں

جُستجو کُل کی لیے پھرتی ہے اجزا میں مجھے
حُسن بے پایاں ہے، دردِ لا دوا رکھتا ہوں میں

زندگی اُلفت کی درد انجامیوں سے ہے مری
عشق کو آزادِ دستورِ وفا رکھتا ہوں میں

سچ اگر پوچھے تو افلاسِ تخیّل ہے وفا
دل میں ہر دم اک نیا محشر بپا رکھتا ہوں میں

فیضِ ساقی شبنم آسا، ظرفِ دل دریا طلب
تشنۂ دائم ہوں آتش زیرِ پا رکھتا ہوں میں

مجھ کو پیدا کر کے اپنا نکتہ چیں پیدا کیا
نقش ہوں، اپنے مصوّر سے گلا رکھتا ہوں میں

محفلِ ہستی میں جب ایسا تنک جلوہ تھا حُسن
پھر تخیّل کس لیے لا انتہا رکھتا ہوں میں

در بیابانِ طلب پیوستہ می کوشیم ما
موجِ بحریم و شکستِ خویش بر دوشیم ما

کوششِ ناتمام [۱]

فُرقتِ آفتاب میں کھاتی ہے پیچ و تاب صُبح
چشمِ شفق ہے خوں فشاں اخترِ شام کے لیے

رہتی ہے قیسِ روز کو لیلیِ شام کی ہوس
اخترِ صبح مضطرب تابِ دوام کے لیے

کہتا تھا قطبِ آسماں قافلۂ نجوم سے
ہمرہو، میں ترس گیا لُطفِ خرام کے لیے

سوتوں کو ندیوں کا شوق، بحر کا ندیوں کو عشق
موجۂ بحر کو تپش ماہِ تمام کے لیے

صفحۂ فرہنگ: ۱۔ ۲۷۱۔

حسنِ ازل کہ پردۂ لالہ و گل میں ہے نہاں　　کہتے ہیں بے قرار ہے جلوۂ عام کے لئے

رازِ حیات پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے

زندہ ہر ایک چیز ہے کوششِ ناتمام سے

نوائے غم [۱]

زندگانی ہے مری مثلِ ربابِ خاموش　　جس کی ہر رنگ کے نغموں سے ہے لبریز آغوش

بربطِ کون و مکاں جس کی خموشی پہ نثار　　جس کے ہر تار میں ہیں سیکڑوں نغموں کے مزار

محشرستانِ نوا کا ہے امیں جس کا سکوت　　اور منت کشِ ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

آہ! امیدِ محبت کی بر آئی نہ کبھی

چوٹ مضراب کی اس ساز نے کھائی نہ کبھی

مگر آتی ہے نسیمِ چمنِ طور کبھی　　سمتِ گردوں سے ہوائے نفسِ حور کبھی

چھیڑ آہستہ سے دیتی ہے مرا تارِ حیات　　جس سے ہوتی ہے رہا روحِ گرفتارِ حیات

نغمۂ یاس کی دھیمی سی صدا اٹھتی ہے　　اشک کے قافلے کو بانگِ درا اٹھتی ہے

جس طرح رفعتِ شبنم ہے مذاقِ رم سے

میری فطرت کی بلندی ہے نوائے غم سے

عشرتِ امروز [۲]

نہ مجھ سے کہہ کہ اجل ہے پیامِ عیش و سرور　　نہ کھینچ نقشۂ کیفیتِ شرابِ طہور

فراقِ حور میں ہو غم سے ہمکنار نہ تو　　پری کو شیشۂ الفاظ میں اتار نہ تو

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۷۲۔ [۲] ۲۷۲۔

مجھے فریفتۂ ساقیِ جمیل نہ کر — بیانِ حور نہ کر، ذکرِ سلسبیل نہ کر
مقامِ امن ہے جنت، مجھے کلام نہیں — شباب کے لیے موزوں ترا پیام نہیں
شباب، آہ! کہاں تک اُمیدوار رہے — وہ عیش، عیش نہیں، جس کا انتظار رہے
وہ حُسن کیا کہ جو محتاجِ چشمِ بینا ہو — نمود کے لیے منت پذیرِ فردا ہو

عجیب چیز ہے احساس زندگانی کا
عقیدہ 'عشرتِ امروز' ہے جوانی کا

اِنسان ۱؎

قُدرت کا عجیب یہ ستم ہے!

انسان کو راز جو بنایا — راز اس کی نگاہ سے چھپایا
بے تاب ہے ذوقِ آگہی کا — کھلتا نہیں بھید زندگی کا

حیرت آغاز و انتہا ہے
آئینے کے گھر میں اور کیا ہے

ہے گرمِ خرامِ موجِ دریا — دریا سوئے بحر جادہ پیما
بادل کو ہوا اُڑا رہی ہے — شانوں پہ اُٹھائے لا رہی ہے
تارے مستِ شرابِ تقدیر — زندانِ فلک میں پا بہ زنجیر
خورشید، وہ عابدِ سحر خیز — لانے والا پیامِ 'برخیز'
مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر — پیتا ہے مئے شفق کا ساغر
لذت گیرِ وجود ہر شے — سرمستِ مئے نمودِ ہر شے

کوئی نہیں غمگسارِ انساں
کیا تلخ ہے روزگارِ انساں!

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۷۳۔

جلوۂ حُسن [۱]

جلوۂ حُسن کہ ہے جس سے تمنا بے تاب
پالتا ہے جسے آغوشِ تخیّل میں شباب

ابدی بنتا ہے یہ عالمِ فانی جس سے
ایک افسانۂ رنگیں ہے جوانی جس سے

جو سکھاتا ہے ہمیں سر بہ گریباں ہونا
منظرِ عالمِ حاضر سے گریزاں ہونا

دُور ہو جاتی ہے ادراک کی خامی جس سے
عقل کرتی ہے تاثر کی غلامی جس سے

آہ! موجود بھی وہ حُسن کہیں ہے کہ نہیں
خاتمِ دہر میں یارب وہ نگیں ہے کہ نہیں

ایک شام [۲]

(دریائے نیکر، ہائیڈل برگ، کے کنارے پر)

خاموش ہے چاندنی قمر کی
شاخیں ہیں خموش ہر شجر کی

وادی کے نوا فروش خاموش
کُہسار کے سبز پوش خاموش

فطرت بے ہوش ہو گئی ہے
آغوش میں شب کے سو گئی ہے

کچھ ایسا سکوت کا فُسوں ہے
نیکر کا خرام بھی سکُوں ہے

تاروں کا خموش کارواں ہے
یہ قافلہ بے درا رواں ہے

خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا
قدرت ہے مُراقبے میں گویا

اے دل! تُو بھی خموش ہو جا
آغوش میں غم کو لے کے سو جا

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۷۳۔ ۲ ۲۷۳۔

تنہائی [1]

تنہائی شب میں ہے حزیں کیا
انجم نہیں تیرے ہم نشیں کیا؟
یہ رفعتِ آسمانِ خاموش
خوابیدہ زمیں، جہانِ خاموش
یہ چاند، یہ دشت و در، یہ کہسار
فطرت ہے تمام نسترن زار
موتی خوش رنگ، پیارے پیارے
یعنی ترے آنسوؤں کے تارے
کس شے کی تجھے ہوس ہے اے دل!
قدرت تری ہم نفس ہے اے دل!

پیامِ عشق [2]

سُن اے طلب گارِ دردِ پہلو! میں ناز ہوں، تُو نیاز ہو جا
میں غزنوی سومناتِ دل کا ہوں تُو سراپا ایاز ہو جا
نہیں ہے وابستہ زیرِ گردوں کمال شانِ سکندری سے
تمام ساماں ہے تیرے سینے میں، تُو بھی آئینہ ساز ہو جا
غرض ہے پیکارِ زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا
جہاں کا فرضِ قدیم ہے تُو، ادا مثالِ نماز ہو جا
نہ ہو قناعت شعار گلچیں! اسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گُل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا
گئے وہ ایام، اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا
جہاں میں مانندِ شمعِ سوزاں میانِ محفل گداز ہو جا

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۷۳۔ [2] ۲۷۴۔

وجود افراد کا مجازی ہے ، ہستی قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا
یہ ہند کے فرقہ ساز اقبالؔ آزری کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبارِ راہِ حجاز ہو جا

فراق ۱

تلاشِ گوشۂ عزلت میں پھر رہا ہوں میں
یہاں پہاڑ کے دامن میں آ چھپا ہوں میں
شکستہ گیت میں چشموں کے دلبری ہے کمال
دعائے طفلکِ گفتار آزما کی مثال
ہے تختِ لعلِ شفق پر جلوسِ اخترِ شام
بہشتِ دیدۂ بینا ہے حسنِ منظرِ شام
سکوتِ شامِ جدائی ہُوا بہانہ مجھے ۔ کسی کی یاد نے سِکھلا دیا ترانہ مجھے
یہ کیفیت ہے مری جانِ ناشکیبا کی
مری مثال ہے طفلِ صغیرِ تنہا کی
اندھیری رات میں کرتا ہے وہ سرود آغاز
صدا کو اپنی سمجھتا ہے غیر کی آواز
یونہی میں دل کو پیامِ شکیب دیتا ہوں شبِ فراق کو گویا فریب دیتا ہوں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۷۳۔

عبدالقادر کے نام [۱]

اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افقِ خاور پر
بزم میں شعلہ نوائی سے اُجالا کر دیں
ایک فریاد ہے مانندِ سپند اپنی بساط
اسی ہنگامے سے محفل تہ و بالا کر دیں
اہلِ محفل کو دکھا دیں اثرِ صیقلِ عشق
سنگِ امروز کو آئینۂ فردا کر دیں
جلوۂ یوسفِ گم گشتہ دکھا کر ان کو
تپش آمادہ تر از خونِ زلیخا کر دیں
اس چمن کو سبق آئینِ نمو کا دے کر
قطرۂ شبنمِ بے مایہ کو دریا کر دیں
رختِ جاں بت کدۂ چیں سے اٹھا لیں اپنا
سب کو محوِ رخِ سعدیٰ و سُلیمیٰ کر دیں
دیکھ! یثرب میں ہوا ناقۂ لیلیٰ بیکار
قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کر دیں
بادہ دیرینہ ہو اور گرم ہو ایسا کہ گداز
جگرِ شیشہ و پیمانہ و مینا کر دیں
گرم رکھتا تھا ہمیں سردیِ مغرب میں جو داغ
چیر کر سینہ اُسے وقفِ تماشا کر دیں
شمع کی طرح جییں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

"ہر چہ در دل گذرد وقفِ زباں دارد شمع
سوختن نیست خیالے کہ نہاں دارد شمع"

صقلیہ [۲]

(جزیرہ سسلی)

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خوننابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار
تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۷۴ ۔ ۲ ۲۷۵ ۔

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے
اک جہانِ تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور
کھا گئی عصرِ کہن کو جن کی تیغِ ناصبور
مُردہ عالم زندہ جن کی شورشِ قُم سے ہُوا
آدمی آزاد زنجیرِ توہم سے ہُوا

غلغلوں سے جس کے لذّت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

آہ اے سسلی! سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تُو
زیب تیرے خال سے رُخسارِ دریا کو رہے
تیری شمعوں سے تسلّی بحر پیما کو رہے
ہو سُبک چشمِ مسافر پر ترا منظر مدام
موج رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر مدام

تُو کبھی اُس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
حُسنِ عالم سوز جس کا آتشِ نظارہ تھا

نالہ کش شیراز کا بُلبل ہُوا بغداد پر
داغؔ رویا خُون کے آنسو جہان آباد پر
آسماں نے دولتِ غرناطہ جب برباد کی
ابنِ بدروں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی

غم نصیبِ اقبالؔ کو بخشا گیا ماتم ترا
چُن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستاں
تیرے ساحل کی خموشی میں ہے اندازِ بیاں
درد اپنا مجھ سے کہہ، مَیں بھی سراپا درد ہوں
جس کی تُو منزل تھا، میں اُس کارواں کی گرد ہوں
رنگ تصویرِ کہن میں بھر کے دِکھلا دے مجھے
قصّہ ایّامِ سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے

مَیں ترا تحفہ سوئے ہندوستاں لے جاؤں گا
خود یہاں روتا ہوں، اَوروں کو وہاں رُلواؤں گا

غزلیات

(۱) ۱

زندگی انساں کی اِک دَم کے سوا کچھ بھی نہیں
دَم ہوا کی موج ہے، رَم کے سوا کچھ بھی نہیں
گُل تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو، مگر
شمع بولی، گریۂ غم کے سوا کچھ بھی نہیں
رازِ ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کُھل گیا جس دَم تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں
زائرانِ کعبہ سے اقبالؔ یہ پُوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں

(۲) ۲

الٰہی عقلِ خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سِکھا دے
اسے ہے سودائے بخیہ کاری، مجھے سرِ پیرہن نہیں ہے
مِلا محبت کا سوز مجھ کو تو بولے صبحِ ازل فرشتے
مثالِ شمعِ مزار ہے تُو، تری کوئی انجمن نہیں ہے
یہاں کہاں ہم نفَس میسّر، یہ دیس نا آشنا ہے اے دل!
وہ چیز تُو مانگتا ہے مجھ سے کہ زیرِ چرخِ کُہن نہیں ہے
نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بِنا ہمارے حصارِ ملّت کی اتحادِ وطن نہیں ہے
کہاں کا آنا، کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبیٰ
نمود ہر شے میں ہے ہماری، کہیں ہمارا وطن نہیں ہے
مُدیرِ 'مخزن' سے کوئی اقبالؔ جا کے میرا پیام کہہ دے
جو کام کچھ کر رہی ہیں قومیں، اُنھیں مذاقِ سخن نہیں ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۷۶۔ ۲ ۲۷۶۔

(۳) ¹

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے، گویا مزار ہے حرفِ آرزو کا

جو موج دریا لگی یہ کہنے، سفر سے قائم ہے شان میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو سامان آبرو کا

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل، وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہُوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جُو کا

کوئی دل ایسا نظر نہ آیا نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنّا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے، نگار خانہ ہے آرزو کا

کھلا یہ مر کر کہ زندگی اپنی تھی طلسمِ ہوس سراپا
جسے سمجھتے تھے جسمِ خاکی، غبار تھا کوئے آرزو کا

اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں
نِگہ کو نظارے کی تمنّا ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا

چمن میں گلچیں سے غنچہ کہتا تھا، اتنا بیدرد کیوں ہے انساں
تری نگاہوں میں ہے تبسّم شکستہ ہونا مرے سبو کا

ریاضِ ہستی کے ذرّے ذرّے سے ہے محبت کا جلوہ پیدا
حقیقتِ گل کو تُو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا

تمام مضموں مرے پرانے، کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جُو کا

---

¹ صفحۂ فرہنگ: ۲۷۶۔

سپاس شرطِ ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اک دل دیا ہے، وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا
کمالِ وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوکِ نشتر سے تُو جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گُل سے قطرہ انسان کے لہُو کا
گیا ہے تقلید کا زمانہ، مجاز رختِ سفر اُٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا
جو گھر سے اقبالؔ دور ہوں میں، تو ہوں نہ محزوں عزیز میرے
مثالِ گوہر وطن کی فرقت کمال ہے میری آبرو کا

(۴) ؎

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں، سُورج میں، تارے میں
بلندی آسمانوں میں، زمینوں میں تری پستی
روانی بحر میں، اُفتادگی تیری کنارے میں
شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلّم کی
چھُپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں
جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے
شجر میں، پھول میں، حیواں میں، پتھر میں، ستارے میں
مجھے پھُونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے
غضب کی آگ تھی، پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

صفحۂ فرہنگ: ؎ ۲۷۷۔

نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں، میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں
سکوں ناآشنا رہنا اسے سامانِ ہستی ہے
تڑپ کس دل کی یا رب چھپ کے آ بیٹھی ہے پارے میں
صدائے لن ترانی سن کے اے اقبالؔ میں چپ ہوں
تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فُرقت کے مارے میں

(۵) ۱

یوں تو اے بزمِ جہاں! دلکش تھے ہنگامے ترے
اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی
پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مدتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی
کس قدر اے مے! تجھے رسمِ حجاب آئی پسند
پردۂ انگور سے نکلی تو میناؤں میں تھی
حسن کی تاثیر پر غالب نہ آ سکتا تھا علم
اتنی نادانی جہاں کے سارے داناؤں میں تھی
میں نے اے اقبالؔ یورپ میں اُسے ڈھونڈا عبث
بات جو ہندوستاں کے ماہ سیماؤں میں تھی

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۷۷۔

(۶) ل

مثال پرتوِ مے طوف جام کرتے ہیں
یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں

خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم تری
شجر حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

نیا جہاں کوئی اے شمع! ڈھونڈیے کہ یہاں
ستم کشِ تپشِ ناتمام کرتے ہیں

بھلی ہے ہم نفسو اس چمن میں خاموشی
کہ خوش نواؤں کو پابند دام کرتے ہیں

غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی
حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں

بھلا نبھے گی تری ہم سے کیونکر اے واعظ!
کہ ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں

الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا!
کہ اک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

میں اُن کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہوں
جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

ہرے رہو، وطنِ مازنی کے میدانو!
جہاز پر سے تمھیں ہم سلام کرتے ہیں

جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبالؔ
بلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

مارچ ۱۹۰۷ء

(۷) م

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدارِ یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا، وہ راز اب آشکار ہوگا

گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہان میخانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

صفحۂ فرہنگ: ل ۲۷۷۔ م ۲۷۸۔

کبھی جو آوارۂ جنوں تھے، وہ بستیوں میں پھر آ بسیں گے

برہنہ پائی وہی رہے گی، مگر نیا خار زار ہوگا

سُنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر

جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا، پھر اُستوار ہوگا

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا

سُنا ہے یہ قُدسیوں سے مَیں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

کیا مرا تذکرہ جو ساقی نے بادہ خواروں کی انجمن میں

تو پیرِ میخانہ سُن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے، خوار ہوگا

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے

کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہوگا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہوگا

سفینۂ برگِ گُل بنا لے گا قافلہ مُورِ ناتواں کا

ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو

یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

جو ایک تھا اے نگاہ تُو نے ہزار کر کے ہمیں دکھایا

یہی اگر کیفیت ہے تیری تو پھر کسے اعتبار ہوگا

کہا جو قُمری سے مَیں نے اک دن، یہاں کے آزاد پابہ گِل ہیں

تو غنچے کہنے لگے، ہمارے چمن کا یہ رازدار ہوگا

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

یہ رسمِ بزمِ فنا ہے اے دل! گناہ ہے جنبشِ نظر بھی
رہے گی کیا آبرو ہماری جو تُو یہاں بے قرار ہوگا

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا

نہیں ہے غیر از نمود کچھ بھی جو مدعا تیری زندگی کا
تو اک نفس میں جہاں سے مِٹنا تجھے مثالِ شرار ہوگا

نہ پوچھ اقبالؔ کا ٹھکانا، ابھی وہی کیفیت ہے اُس کی
کہیں سرِ رہ گزار بیٹھا ستم کشِ انتظار ہوگا

حصہ سوم

(۱۹۰۸ء سے......)

بلادِ اسلامیہ [۱]

سرزمیں دلّی کی مسجودِ دلِ غم دیدہ ہے
ذرّے ذرّے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے
پاک اس اُجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں
سوتے ہیں اس خاک میں خیرالامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار
دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

ہے زیارت گاہِ مسلم گو جہاں آباد بھی
اس کرامت کا مگر حق دار ہے بغداد بھی
یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامانِ ناز
لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیبِ حجاز
خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ ارم
جس نے دیکھے جانشینانِ پیمبرؐ کے قدم
جس کے غنچے تھے چمن ساماں، وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے روما، اُن کا مدفن ہے یہی

ہے زمینِ قُرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور
بُجھ کے بزمِ ملّتِ بیضا پریشاں کر گئی
اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی
قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نم ناک ہے

خطۂ قُسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار
مہدیِ اُمت کی سطوت کا نشانِ پائدار
صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاکؐ ہے

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۷۸۔

نکہتِ گُل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا — تُربتِ ایوب انصاریؓ سے آتی ہے صدا

اے مسلماں! ملّتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر
سیکڑوں صدیوں کی کشت و خُوں کا حاصل ہے یہ شہر

وہ زمیں ہے تُو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰؐ — دید ہے کعبے کو تیری حجِ اکبر سے سوا
خاتمِ ہستی میں تُو تاباں ہے مانندِ نگیں — اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظمؐ کو ملی — جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی
نام لیوا جس کے شاہنشاہِ عالم کے ہوئے — جانشیں قیصر کے، وارث مسندِ جم کے ہوئے
ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام — ہند ہی بنیاد ہے اس کی، نہ فارس ہے، نہ شام
آہ یثرب! دیس ہے مسلم کا تُو، ماوا ہے تُو — نقطۂ جاذب تاثّر کی شعاعوں کا ہے تُو

جب تلک باقی ہے تُو دنیا میں، باقی ہم بھی ہیں
صُبح ہے تُو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

ستارہ [۱]

قمر کا خوف ہے کہ خطرۂ سَحر تجھ کو — مآلِ حُسن کی کیا مِل گئی خبر تجھ کو؟
متاعِ نُور کے لُٹ جانے کا ہے ڈر تجھ کو — ہے کیا ہراسِ فنا صورتِ شرر تجھ کو؟
زمیں سے دُور دیا آسماں نے گھر تجھ کو — مثالِ ماہ اُڑھائی قبائے زر تجھ کو

غضب ہے پھر تری ننھی سی جان ڈرتی ہے!
تمام رات تری کانپتے گزرتی ہے

چمکنے والے مسافر! عجب یہ بستی ہے — جو اوج ایک کا ہے، دوسرے کی پستی ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۷۹ـ

اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادت مہر   فنا کی نیند مئے زندگی کی مستی ہے
وداعِ غنچہ میں ہے رازِ آفرینش گل   عدم، عدم ہے کہ آئینہ دارِ ہستی ہے!
سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں   ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

دو ستارے [۱]

آئے جو قِراں میں دو ستارے   کہنے لگا ایک، دوسرے سے
یہ وصل مدام ہو تو کیا خوب   انجامِ خرام ہو تو کیا خوب
تھوڑا سا جو مہرباں فلک ہو
ہم دونوں کی ایک ہی چمک ہو
لیکن یہ وصال کی تمنا   پیغامِ فراق تھی سراپا
گردش تاروں کا ہے مقدر   ہر ایک کی راہ ہے مقرر
ہے خواب ثباتِ آشنائی
آئینِ جہاں کا ہے جدائی

گورستانِ شاہی [۲]

آسماں، بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے   کچھ مکدر سا جبینِ ماہ کا آئینہ ہے
چاندنی پھیکی ہے اس نظارۂ خاموش میں   صبحِ صادق سو رہی ہے رات کی آغوش میں
کس قدر اشجار کی حیرت فزا ہے خامشی   بربطِ قدرت کی دھیمی سی نوا ہے خامشی
باطنِ ہر ذرۂ عالم سراپا درد ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۷۹۔ [۲] ۲۷۹۔

آہ! جولاں گاہِ عالم گیر یعنی وہ حصار
دوش پر اپنے اٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار

زندگی سے تھا کبھی معمور، اب سنسان ہے
یہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

اپنے سکانِ کہن کی خاک کا دلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثالِ پاسباں استادہ ہے

ابر کے روزن سے وہ بالائے بامِ آسماں
ناظرِ عالم ہے نجمِ سبز فامِ آسماں

خاک بازی وسعتِ دنیا کا ہے منظر اسے
داستاں ناکامیِ انساں کی ہے ازبر اسے

ہے ازل سے یہ مسافر سوئے منزل جا رہا
آسماں سے انقلابوں کا تماشا دیکھتا

گو سکوں ممکن نہیں عالم میں اختر کے لیے
فاتحہ خوانی کو یہ ٹھہرا ہے دم بھر کے لیے

رنگ و آبِ زندگی سے گل بداماں ہے زمیں
سیکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں

خواب گہ شاہوں کی ہے یہ منزلِ حسرت فزا
دیدۂ! عبرت خراجِ اشکِ گلگوں کر ادا

ہے تو گورستاں مگر یہ خاک گردوں پایہ ہے
آہ! اک برگشتہ قسمت قوم کا سرمایہ ہے

مقبروں کی شان حیرت آفریں ہے اس قدر
جنبشِ مژگاں سے ہے چشمِ تماشا کو حذر

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں
جو اتر سکتی نہیں آئینۂ تحریر میں

سوتے ہیں خاموش، آبادی کے ہنگاموں سے دور
مضطرب رکھتی تھی جن کو آرزوئے ناصبور

قبر کی ظلمت میں ہے ان آفتابوں کی چمک
جن کے دروازوں پہ رہتا تھا جبیں گستر فلک

کیا یہی ہے ان شہنشاہوں کی عظمت کا مآل
جن کی تدبیرِ جہاں بانی سے ڈرتا تھا زوال

رعبِ فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری
ٹل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورش کبھی

بادشاہوں کی بھی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور
جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

شورشِ بزمِ طرب کیا، عود کی تقریر کیا　　دردمندانِ جہاں کا نالۂ شب گیر کیا
عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا　　خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا

اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویراں میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں

روح، مُشتِ خاک میں زحمت کشِ بیداد ہے　　کوچہ گردِ نَے ہُوا جس دم نفس، فریاد ہے
زندگی انساں کی ہے مانندِ مرغِ خوش نوا　　شاخ پر بیٹھا، کوئی دم چہچہایا، اُڑ گیا
آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم، کیا گئے!　　زندگی کی شاخ سے پھُوٹے، کِھلے، مُرجھا گئے

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

سلسلہ ہستی کا ہے اک بحرِ ناپیدا کنار　　اور اس دریائے بے پایاں کی موجیں ہیں مزار
اے ہوس! خُوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار　　یہ شرارے کا تبسّم، یہ خسِ آتش سوار
چاند، جو صورت گرِ ہستی کا اک اعجاز ہے　　پہنے سیمابی قبا محوِ خرامِ ناز ہے
چرخِ بے انجم کی دہشت ناک وسعت میں مگر　　بیکسی اس کی کوئی دیکھے ذرا وقتِ سحَر

اک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے، جو مہتاب تھا
آخری آنسو ٹپک جانے میں ہو جس کی فنا

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار　　رنگہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار
اس زیاں خانے میں کوئی مِلّتِ گردُوں وقار　　رہ نہیں سکتی ابد تک بارِ دوشِ روزگار
اس قدر قوموں کی بربادی سے ہے خُوگر جہاں　　دیکھتا بے اعتنائی سے ہے یہ منظر جہاں
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار　　ذوقِ جدّت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

ہے نگینِ دہر کی زینت ہمیشہ نامِ نو
مادرِ گیتی رہی آبستنِ اقوامِ نو

ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہ گزر
چشمِ کوہِ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجور

مصر و بابل مٹ گئے، باقی نشاں تک بھی نہیں
دفترِ ہستی میں ان کی داستاں تک بھی نہیں

آ دبایا مہرِ ایراں کو اجل کی شام نے
عظمتِ یونان و روما لوٹ لی ایام نے

آہ! مسلم بھی زمانے سے یونہی رخصت ہوا
آسماں سے ابرِ آزاری اٹھا 'برسا' گیا

ہے رگِ گل صبح کے اشکوں سے موتی کی لڑی
کوئی سورج کی کرن شبنم میں ہے الجھی ہوئی

سینۂ دریا شعاعوں کے لیے گہوارہ ہے
کس قدر پیارا لبِ جو مہر کا نظارہ ہے

محوِ زینت ہے صنوبر، جوئبار آئینہ ہے
غنچۂ گل کے لیے بادِ بہار آئینہ ہے

نعرہ زن رہتی ہے کوئل باغ کے کاشانے میں
چشمِ انساں سے نہاں پتوں کے عزلت خانے میں

اور بلبل، مطربِ رنگیں نوائے گلستاں
جس کے دم سے زندہ ہے گویا ہوائے گلستاں

عشق کے ہنگاموں کی اڑتی ہوئی تصویر ہے
خامۂ قدرت کی کیسی شوخ یہ تحریر ہے

باغ میں خاموش جلسے گلستاں زادوں کے ہیں
وادیِ کہسار میں نعرے شباں زادوں کے ہیں

زندگی سے یہ پرانا خاکداں معمور ہے
موت میں بھی زندگانی کی تڑپ مستور ہے

پتیاں پھولوں کی گرتی ہیں خزاں میں اس طرح
دستِ طفلِ خفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

اس نشاط آباد میں گو عیش بے اندازہ ہے
ایک غم، یعنی غمِ ملت ہمیشہ تازہ ہے

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

اشک باری کے بہانے ہیں یہ اجڑے بام و در
گریۂ پیہم سے بینا ہے ہماری چشمِ تر

دہر کو دیتے ہیں موتی دیدۂ گریاں کے ہم
آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طوفاں کے ہم

ہیں ابھی صدہا گہر اس ابر کی آغوش میں — برق ابھی باقی ہے اس کے سینۂ خاموش میں
وادیِ گل، خاکِ صحرا کو بنا سکتا ہے یہ — خواب سے امّید دہقاں کو جگا سکتا ہے یہ
ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

نمودِ صبح [۱]

ہو رہی ہے زیرِ دامانِ اُفق سے آشکار — صبح یعنی دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار
پا چکا فرصت درودِ فصلِ انجم سے سپہر — کشتِ خاور میں ہُوا ہے آفتاب آئینہ کار
آسماں نے آمدِ خورشید کی پا کر خبر — محملِ پروازِ شب باندھا سرِ دوشِ غبار
شعلۂ خورشید گویا حاصل اس کھیتی کا ہے — بوئے تھے دہقانِ گردوں نے جو تاروں کے شرار
ہے رواں نجمِ سحر، جیسے عبادت خانے سے — سب سے پیچھے جائے کوئی عابدِ شب زندہ دار
کیا سماں ہے جس طرح آہستہ آہستہ کوئی — کھینچتا ہو میان کی ظلمت سے تیغِ آب دار
مطلعِ خورشید میں مضمر ہے یوں مضمونِ صبح — جیسے خلوت گاہِ مینا میں شرابِ خوشگوار
ہے تہِ دامانِ بادِ اختلاط انگیزِ صبح — شورشِ ناقوس، آوازِ اذاں سے ہمکنار
جاگے کوئل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج
ہے ترنّم ریز قانونِ سحر کا تار تار

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۸۲۔

تضمین بر شعرِ انیسی شاملو [۱]

ہمیشہ صورتِ بادِ سحر آوارہ رہتا ہوں
محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی

دلِ بے تاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجر میں
میسر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی

ابھی نا آشنائے لب تھا حرفِ آرزو میرا
زباں ہونے کو تھی منت پذیرِ تابِ گویائی

یہ مرقد سے صدا آئی، حرم کے رہنے والوں کو
شکایت تجھ سے ہے اے تارکِ آئینِ آبائی!

ترا اے قیس کیونکر ہو گیا سوزِ دروں ٹھنڈا
کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی اندازِ لیلائی

نہ تخمِ 'لا الہ' تیری زمینِ شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی

تجھے معلوم ہے غافل کہ تیری زندگی کیا ہے
کنشتی ساز، معمورِ نواہائے کلیسائی

ہوئی ہے تربیت آغوشِ بیت اللہ میں تیری
دلِ شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی

"وفا آموختی از ما، بکارِ دیگراں کردی
ربودی گوہرے از ما نثارِ دیگراں کردی"

فلسفۂ غم [۲]

(میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور کے نام)

گو سراپا کیفِ عشرت ہے شرابِ زندگی
اشک بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی

موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
ہے 'الم' کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل، وہ بلبل ہی نہیں

صفحہ بر فرہنگ: [۱] ۲۸۳۔ [۲] ۲۸۳۔

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں   نغمۂ انسانیت کامل نہیں غیر از فغاں

دیدۂ بینا میں داغِ غم چراغِ سینہ ہے   روح کو سامانِ زینت آہ کا آئینہ ہے

حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال   غازہ ہے آئینۂ دل کے لیے گردِ ملال

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے   ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

طائرِ دل کے لیے غم شہپرِ پرواز ہے   راز ہے انساں کا دل، غم انکشافِ راز ہے

غم نہیں غم، روح کا اک نغمۂ خاموش ہے
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

شام جس کی آشنائے نالۂ 'یارب' نہیں   جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا   جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا

ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے   عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے

کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے   زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

اے کہ نظمِ دہر کا ادراک ہے حاصل تجھے
کیوں نہ آساں ہو غم و اندوہ کی منزل تجھے

ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق   عقلِ انسانی ہے فانی، زندۂ جاوید عشق

عشق کے خورشید سے شامِ اجل شرمندہ ہے   عشق سوزِ زندگی ہے تا ابد پائندہ ہے

رخصتِ محبوب کا مقصد فنا ہوتا اگر   جوشِ الفت بھی دلِ عاشق سے کر جاتا سفر

عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں   روح میں غم بن کے رہتا ہے، مگر جاتا نہیں

ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

آتی ہے ندی جبینِ کوہ سے گاتی ہوئی — آسماں کے طائروں کو نغمہ سکھلاتی ہوئی
آئنہ روشن ہے اُس کا صورتِ رخسارِ حور — گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چُور
نہر جو تھی، اُس کے گوہر پیارے پیارے بن گئے — یعنی اس اُفتاد سے پانی کے تارے بن گئے
جُوئے سیماب رواں پھٹ کر پریشاں ہو گئی — مضطرب بوندوں کی اک دنیا نمایاں ہو گئی
ہجر، ان قطروں کو لیکن وصل کی تعلیم ہے — دو قدم پر پھر وہی جُو مثلِ تارِ سیم ہے
ایک اصلیت میں ہے نہرِ روانِ زندگی — گر کے رفعت سے ہجومِ نوعِ انساں بن گئی

پستیِ عالم میں ملنے کو جُدا ہوتے ہیں ہم
عارضی فُرقت کو دائم جان کر روتے ہیں ہم

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں — یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُدا ہوتے نہیں
عقل جس دم دہر کی آفات میں محصور ہو — یا جوانی کی اندھیری رات میں مستور ہو
دامنِ دل بن گیا ہو رزم گاہِ خیر و شر — راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سوئے منزل سفر
خضرِ ہمت ہو گیا ہو آرزو سے گوشہ گیر — فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
وادیِ ہستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو — جادہ دکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو

مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

پھول کا تحفہ عطا ہونے پر ۱؎

وہ مستِ ناز جو گلشن میں جا نکلتی ہے
کلی کلی کی زباں سے دعا نکلتی ہے
"الٰہی! پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے
کلی سے رشکِ گلِ آفتاب مجھ کو کرے"
تجھے وہ شاخ سے توڑیں! زہے نصیب ترے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب ترے
اُٹھا کے صدمۂ فُرقت وصال تک پہنچا
تری حیات کا جوہر کمال تک پہنچا
مرا کنول کہ تصدق ہیں جس پہ اہلِ نظر
مرے شباب کے گلشن کو ناز ہے جس پر
کبھی یہ پھول ہم آغوشِ مدعا نہ ہوا
کسی کے دامنِ رنگیں سے آشنا نہ ہوا
شگفتہ کر نہ سکے گی کبھی بہار اسے
فسردہ رکھتا ہے گلچیں کا انتظار اسے

ترانۂ ملّی ۲؎

چین و عرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اُس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سَو بار کر چکا ہے تُو امتحاں ہمارا
اے گلستانِ اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں پر جب آشیاں ہمارا

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۲۸۵۔ ۲؎ ۲۸۵۔

اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک! تیری حُرمت پہ کٹ مرے ہم ہے خُوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
اقبالؔ کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

وطنیت [1]

(یعنی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے، جم اور ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بُت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے اسلام ترا دیس ہے، تُو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بُت کو ملا دے!
ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی دے تُو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی
گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

---

[1] صفحۂ فرہنگ: ۲۸۵۔

اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیّتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

ایک حاجی مدینے کے راستے میں [1]

قافلہ لُوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دُور
اس بیاباں یعنی بحرِ خشک کا ساحل ہے دُور
ہم سفر میرے شکارِ دشنۂ رہزن ہوئے
بچ گئے جو، ہو کے بے دل سُوئے بیت اللہ پھرے
اُس بخاری نوجواں نے کس خوشی سے جان دی!
موت کے زہراب میں پائی ہے اُس نے زندگی
خنجرِ رہزن اُسے گویا ہلالِ عید تھا
'ہائے یثرب' دل میں، لب پر نعرۂ توحید تھا
خوف کہتا ہے کہ یثرب کی طرف تنہا نہ چل
شوق کہتا ہے کہ تُو مسلم ہے، بے باکانہ چل
بے زیارت سُوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا
عاشقوں کو روزِ محشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا
خوفِ جاں رکھتا نہیں کچھ دشت پیمائے حجاز
ہجرتِ مدفونِ یثرب میں یہی مخفی ہے راز
گو سلامت محملِ شامی کی ہمراہی میں ہے
عشق کی لذّت مگر خطروں کی جاں کاہی میں ہے
آہ! یہ عقلِ زیاں اندیش کیا چالاک ہے
اور تاثّر آدمی کا کس قدر بے باک ہے

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۸۶۔

قطعہ [۱]

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملّت مٹا رہے ہیں
یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں
غضب ہیں یہ 'مرشدانِ خود بیں'، خدا تری قوم کو بچائے!
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
سنے گا اقبالؔ کون ان کو، یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں!

شکوہ [۲]

کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں ۔۔۔ فکرِ فردا نہ کروں، محوِ غمِ دوش رہوں
نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں ۔۔۔ ہم نوا میں بھی کوئی گُل ہوں کہ خاموش رہوں
جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو
شکوہ اللہ سے، خاکم بدہن، ہے مجھ کو
ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم ۔۔۔ قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں، فریاد سے معمور ہیں ہم ۔۔۔ نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلا بھی سن لے

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۸۶۔ [۲] ۲۸۶۔

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذاتِ قدیم — پھول تھا زیبِ چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
شرطِ انصاف ہے اے صاحبِ الطافِ عمیم — بوئے گُل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم
ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ اُمّت ترے محبوبؐ کی دیوانی تھی؟

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر — کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خُوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر — مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی، تُورانی بھی — اہلِ چیں چین میں، ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی — اسی دنیا میں یہودی بھی تھے، نصرانی بھی
پر ترے نام پہ تلوار اُٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی، وہ بنائی کس نے

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں — خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیسائیوں میں — کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے — اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے — سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے؟
قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی
بُت فروشی کے عوض بُت شکنی کیوں کرتی!

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اَڑ جاتے تھے   پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہُوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے   تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سُنایا ہم نے

تُو ہی کہہ دے کہ اُکھاڑا درِ خیبر کس نے   شہر قیصر کا جو تھا، اُس کو کیا سر کس نے
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے   کاٹ کر رکھ دیے کفّار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی   اور تیرے لئے زحمت کشِ پیکار ہوئی
کس کی شمشیر جہاں گیر، جہاں دار ہوئی   کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے   مُنہ کے بل گر کے 'ھُوَ اللہ اَحَد' کہتے تھے

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز   قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز   نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

محفلِ کون و مکاں میں سحَر و شام پھرے   مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے   اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے — نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے — تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں ، تُو بھی تو دلدار نہیں!

اُمّتیں اور بھی ہیں، ان میں گنہگار بھی ہیں — عجز والے بھی ہیں، مستِ مئے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں — سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

بُت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے — ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزلِ دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے — اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
خندہ زن کفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

یہ شکایت نہیں، ہیں اُن کے خزانے معمور — نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور
قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور — اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور
اب وہ اَلطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب — تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تُو جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب — رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب
طعنِ اغیار ، رُسوائی ہے ، ناداری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے؟

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا　　رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا
ہم تو رخصت ہوئے، اوروں نے سنبھالی دنیا　　پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا
ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے، جام رہے!

تیری محفل بھی گئی، چاہنے والے بھی گئے　　شب کی آہیں بھی گئیں، صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے، اپنا صلا لے بھی گئے　　آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

دردِ لیلیٰ بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی　　نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی
عشق کا دل بھی وہی، حُسن کا جادو بھی وہی　　اُمتِ احمدِ مرسل بھی وہی، تُو بھی وہی
پھر یہ آزردگیِ غیرِ سبب کیا معنی
اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی

تجھ کو چھوڑا کہ رسولِ عربی کو چھوڑا؟　　بُت گری پیشہ کیا، بُت شکنی کو چھوڑا؟
عشق کو، عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا؟　　رسمِ سلمانؓ و اویسِ قرنیؓ کو چھوڑا؟
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثلِ بلالِ حبشیؓ رکھتے ہیں

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی　　جادہ پیمائیِ تسلیم و رضا بھی نہ سہی
مُضطرب دل صفتِ قبلہ نما بھی نہ سہی　　اور پابندیِ آئینِ وفا بھی نہ سہی
کبھی ہم سے، کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں، تُو بھی تو ہرجائی ہے!

سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے　　اک اشارے میں ہزاروں کے لئے دل تو نے
آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے　　پھونک دی گرمیِ رُخسار سے محفل تو نے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں، تجھے یاد نہیں؟

وادیِ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا　　قیسِ دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا
حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا　　گھر یہ اُجڑا ہے کہ تُو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
بے حجابانہ سُوئے محفلِ ما باز آئی

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جُو بیٹھے　　سُنتے ہیں جام بکف نغمۂ کُوکُو بیٹھے
دُور ہنگامۂ گُلزار سے یک سُو بیٹھے　　تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ ہُو بیٹھے

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خُود افروزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

قومِ آوارہ عناں تاب ہے پھر سُوئے حجاز　　لے اُڑا بُلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بُوئے نیاز　　تُو ذرا چھیڑ تو دے، تشنۂ مضراب ہے ساز

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے
طور مضطر ہے اُسی آگ میں جلنے کے لئے

مُشکلیں اُمتِ مرحوم کی آساں کر دے　　مُورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے
جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے　　ہند کے دَیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جُوئے خُوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما

بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن — کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن!
عہدِ گل ختم ہوا، ٹوٹ گیا سازِ چمن — اُڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پردازِ چمن
ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

قمریاں شاخِ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں — پتیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں — ڈالیاں پیرہنِ برگ سے عریاں بھی ہوئیں
قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی!

لطف مرنے میں ہے باقی، نہ مزا جینے میں — کچھ مزا ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں
کتنے بے تاب ہیں جوہر مرے آئینے میں — کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں
اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہوں، وہ لالے ہی نہیں

چاک اس بلبلِ تنہا کی نوا سے دل ہوں — جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں
یعنی پھر زندہ نئے عہدِ وفا سے دل ہوں — پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں
عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری!

چاند ¹

اے چاند! حُسن تیرا فطرت کی آبرو ہے
طوف حریم خاکی تیری قدیم خو ہے
یہ داغ سا جو تیرے سینے میں ہے نمایاں
عاشق ہے تُو کسی کا، یہ داغ آرزو ہے؟
میں مضطرب زمیں پر، بیتاب تُو فلک پر
تُجھ کو بھی جُستجو ہے، مجھ کو بھی جستجو ہے
انساں ہے شمع جس کی، محفل وہی ہے تیری؟
میں جس طرف رواں ہوں، منزل وہی ہے تیری؟
تُو ڈھونڈتا ہے جس کو تاروں کی خامشی میں
پوشیدہ ہے وہ شاید غوغائے زندگی میں
اِستادہ سرو میں ہے، سبزے میں سو رہا ہے
بُلبل میں نغمہ زن ہے، خاموش ہے کلی میں
آ! میں تجھے دکھاؤں رُخسار روشن اس کا
نہروں کے آئینے میں، شبنم کی آرسی میں
صحرا و دشت و در میں، کُہسار میں وہی ہے
انساں کے دل میں، تیرے رُخسار میں وہی ہے

رات اور شاعر ²

(۱)

رات

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تُو پریشاں
خاموش صورتِ گُل، مانندِ بُو پریشاں
تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تُو
مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تُو
یا تُو مری جبیں کا تارا گرا ہُوا ہے
رفعت کو چھوڑ کر جو بستی میں جا بسا ہے

صفحۂ فرہنگ: ¹ ۲۹۱۔ ² ۲۹۱۔

خاموش ہوگیا ہے تارِ ربابِ ہستی — ہے میرے آئنے میں تصویرِ خوابِ ہستی
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو گئی ہے — ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہے
بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے — یوں سو گئی ہے جیسے آباد ہی نہیں ہے

شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکوں سے
آزاد رہ گیا تُو کیونکر مرے فسوں سے؟

(۴) [ل]

شاعر

مَیں ترے چاند کی کھیتی میں گُہر بوتا ہوں — چھُپ کے انسانوں سے مانندِ سحر روتا ہوں
دن کی شورش میں نکلتے ہوئے گھبراتے ہیں — عُزلتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں
مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے، سُناؤں کس کو — تپشِ شوق کا نظّارہ دِکھاؤں کس کو
برقِ ایمن مرے سینے پہ پڑی روتی ہے — دیکھنے والی ہے جو آنکھ، کہاں سوتی ہے!
صفتِ شمعِ لحد مُردہ ہے محفل میری — آہ، اے رات! بڑی دُور ہے منزل میری
عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو — اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سُنا جاتا ہوں

[ل] صفحۂ فرہنگ: ل ۲۹۱ـ

بزمِ انجم [1]

سُورج نے جاتے جاتے شامِ سیہ قبا کو | طشتِ اُفق سے لے کر لالے کے پھول مارے
پہنا دیا شفق نے سونے کا سارا زیور | قُدرت نے اپنے گہنے چاندی کے سب اُتارے
محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئی | چمکے عروسِ شب کے موتی وہ پیارے پیارے
وہ دُور رہنے والے ہنگامۂ جہاں سے | کہتا ہے جن کو انساں اپنی زباں میں 'تارے'

محوِ فلک فروزی تھی انجمن فلک کی
عرشِ بریں سے آئی آواز اک مَلک کی

اے شب کے پاسبانو! اے آسماں کے تارو! | تابندہ قوم ساری گرُدوں نشیں تمھاری
چھیڑو سرود ایسا، جاگ اُٹھیں سونے والے | رہبر ہے قافلوں کی تابِ جبیں تمھاری
آئینے قسمتوں کے تم کو یہ جانتے ہیں | شاید سُنیں صدائیں اہلِ زمیں تمھاری

رُخصت ہوئی خموشی تاروں بھری فضا سے
وسعت تھی آسماں کی معمور اس نوا سے

"حُسنِ ازل ہے پیدا تاروں کی دلبری میں | جس طرح عکسِ گُل ہو شبنم کی آرسی میں
آئینِ نَو سے ڈرنا، طرزِ کُہن پہ اڑنا | منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں
یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا | قومیں کُچل گئی ہیں جس کی رواروی میں
آنکھوں سے ہیں ہماری غائب ہزاروں انجم | داخل ہیں وہ بھی لیکن اپنی برادری میں
اک عمر میں نہ سمجھے اس کو زمین والے | جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں

ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں"

صفحۂ فرہنگ: [1] ۲۹۲۔

سیرِ فلک [۱]

تھا تخیّل جو ہم سفر میرا　　آسماں پہ ہُوا گزر میرا
اُڑتا جاتا تھا اور نہ تھا کوئی　　جاننے والا چرخ پہ میرا
تارے حیرت سے دیکھتے تھے مجھے　　رازِ سربستہ تھا سفر میرا

حلقۂ صبح و شام سے نکلا
اس پُرانے نظام سے نکلا

کیا سُناؤں تمھیں ارم کیا ہے　　خاتمِ آرزوئے دیدہ و گوش
شاخِ طوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور　　بے حجابانہ حُور جلوہ فروش
ساقیانِ جمیل جام بدست　　پینے والوں میں شورِ نوشانوش
دُور جنّت سے آنکھ نے دیکھا　　ایک تاریک خانہ، سرد و خموش
طالعِ قیس و گیسوئے لیلیٰ　　اُس کی تاریکیوں سے دوش بدوش
خنک ایسا کہ جس سے شرما کر　　کُرۂ زمہریر ہو رُوپوش
مَیں نے پوچھی جو کیفیت اُس کی　　حیرت انگیز تھا جوابِ سروش
یہ مقامِ خنک جہنّم ہے　　نار سے، نُور سے تہی آغوش
شعلے ہوتے ہیں مُستعار اس کے　　جن سے لرزاں ہیں مردِ عبرت کوش

اہلِ دنیا یہاں جو آتے ہیں
اپنے انگار ساتھ لاتے ہیں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۲۹۴۔

نصیحت [۱]

میں نے اقبالؔ سے از راہِ نصیحت یہ کہا
عاملِ روزہ ہے تُو اور نہ پابندِ نماز

تُو بھی ہے شیوۂ اربابِ ریا میں کامل
دل میں لندن کی ہوس، لب پہ ترے ذکرِ حجاز

جھوٹ بھی مصلحت آمیز ترا ہوتا ہے
تیرا اندازِ تملّق بھی سراپا اعجاز

ختمِ تقریر تری مدحتِ سرکار پہ ہے
فکرِ روشن ہے ترا مُوجدِ آئینِ نیاز

درِ حکّام بھی ہے تجھ کو مقامِ محمود
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلفِ ایاز

اور لوگوں کی طرح تُو بھی چھپا سکتا ہے
پردۂ خدمتِ دیں میں ہوسِ جاہ کا راز

نظر آ جاتا ہے مسجد میں بھی تو عید کے دن
اثرِ وعظ سے ہوتی ہے طبیعت بھی گداز

دست پرورد ترے مُلک کے اخبار بھی ہیں
چھیڑنا فرض ہے جن پر تری تشہیر کا ساز

اس پہ طُرّہ ہے کہ تُو شعر بھی کہہ سکتا ہے
تیری مینائے سخن میں ہے شرابِ شیراز

جتنے اوصاف ہیں لیڈر کے، وہ ہیں تجھ میں بھی
تجھ کو لازم ہے کہ ہو اُٹھ کے شریکِ تگ و تاز

غمِ صیّاد نہیں، اور پر و بال بھی ہیں
پھر سبب کیا ہے، نہیں تجھ کو دماغِ پرواز

"عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز"

---

[۱] صفحۂ فرہنگ: ۲۹۳ـ

رام [۱]

لبریز ہے شرابِ حقیقت سے جامِ ہند　　سب فلسفی ہیں خطۂ مغرب کے رامِ ہند
یہ ہندیوں کے فکرِ فلک رس کا ہے اثر　　رفعت میں آسماں سے بھی اُونچا ہے بامِ ہند
اس دیس میں ہوئے ہیں ہزاروں مَلک سرشت　　مشہور جن کے دَم سے ہے دُنیا میں نامِ ہند
ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز　　اہلِ نظر سمجھتے ہیں اس کو امامِ ہند
اعجاز اُس چراغِ ہدایت کا ہے یہی　　روشن تراز سحر ہے زمانے میں شامِ ہند

تلوار کا دھنی تھا، شجاعت میں فرد تھا
پاکیزگی میں، جوشِ محبت میں فرد تھا

موٹر [۲]

کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی　　موٹر ہے ذوالفقار علی خاں کا کیا خموش
ہنگامہ آفریں نہیں اس کا خرامِ ناز　　مانندِ برقِ تیز، مثالِ ہوا خموش
میں نے کہا، نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر　　ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش
ہے پاشکستہ شیوۂ فریاد سے جرس　　نکہت کا کارواں ہے مثالِ صبا خموش
مینا مدام شورشِ قُلقُل سے پا بہ گِل　　لیکن مزاجِ جامِ خرام آشنا خموش
شاعر کے فکر کو پرِ پرواز خامشی　　سرمایہ دارِ گرمیِ آواز خامشی!

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۹۳۔ [۲] ۲۹۳۔

انسان [۱]

منظر چمنستاں کے زیبا ہوں کہ نازیبا — محرومِ عمل نرگس مجبورِ تماشا ہے
رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو — فطرت ہی صنوبر کی محرومِ تمنا ہے
تسلیم کی خوگر ہے جو چیز ہے دنیا میں — انسان کی ہر قوت سرگرمِ تقاضا ہے
اس ذرے کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم — یہ ذرہ نہیں، شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی
یہ ہستی دانا ہے، بینا ہے، توانا ہے

خطاب بہ جوانانِ اسلام [۲]

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے — وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں — کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تمدن آفریں، خلاقِ آئینِ جہاں داری — وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا
سماں 'الفقر فخری' کا رہا شانِ امارت میں — "بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را"
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے — کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے — جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں — مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی — ثریا نے زمیں پر آسماں سے ہم کو دے مارا

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۲۹۳۔ [۲] ۲۹۳۔

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلَّم سے کوئی چارا

مگر وہ عِلم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

"غنی! روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نُورِ دیدہ اش روشن کُند چشمِ زلیخا را"

غرۂ شوال

یا ہلالِ عید[۱]

غرۂ شوال! اے نُورِ نگاہِ روزہ دار
آ کہ تھے تیرے لیے مسلم سراپا انتظار

تیری پیشانی پہ تحریرِ پیامِ عید ہے
شام تیری کیا ہے، صُبحِ عیش کی تمہید ہے

سرگزشتِ ملّتِ بیضا کا تُو آئینہ ہے
اے مہِ نو! ہم کو تجھ سے اُلفتِ دیرینہ ہے

جس عَلم کے سائے میں تیغ آزما ہوتے تھے ہم
دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہوتے تھے ہم

تیری قسمت میں ہم آغوشی اسی رایت کی ہے
حُسنِ روز افزوں سے تیرے آبرو ملّت کی ہے

آشنا پرور ہے قوم اپنی، وفا آئیں ترا
ہے محبت خیز یہ پیراہنِ سیمیں ترا

اَوجِ گردُوں سے ذرا دنیا کی بستی دیکھ لے
اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے!

قافلے دیکھ اور اُن کی برق رفتاری بھی دیکھ
رہروِ درماندہ کی منزل سے بیزاری بھی دیکھ

دیکھ کر تجھ کو افق پر ہم لُٹاتے تھے گُہر
اے تہی ساغر! ہماری آج ناداری بھی دیکھ

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ، ان کی گرفتاری بھی دیکھ

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بُت کدے میں برہمن کی پختہ زُنّاری بھی دیکھ

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۹۵۔

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر — اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ
بارشِ سنگِ حوادث کا تماشائی بھی ہو — اُمّتِ مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ
ہاں تملّق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو — اور جو بے آبرو تھے اُن کی خودداری بھی دیکھ
جس کو ہم نے آشنا لُطفِ تکلّم سے کیا — اُس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ
سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سُن — اور ایراں میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ
چاک کر دی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا — سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیّاری بھی دیکھ

صُورتِ آئینہ سب کچھ دیکھ اور خاموش رہ
شورشِ امروز میں محوِ سرودِ دوش رہ

شمع اور شاعر[1]

(فروری ۱۹۱۲ء)

شاعر

دوش می گفتم بہ شمعِ منزلِ ویرانِ خویش
گیسوے تو از پرِ پروانہ دارد شانہ اے
در جہاں مثلِ چراغِ لالۂ صحراستم
نے نصیبِ محفلے، نے قسمتِ کاشانہ اے
مدّتے مانندِ تو من ہم نفس می سوختم
در طوافِ شعلہ ام بالے نہ زد پروانہ اے

می تپد صد جلوہ در جانِ اَمل فرسُودِ من
بر نمی خیزد ازیں محفل دلِ دیوانہ اے

از کجا ایں آتشِ عالم فروز اندوختی
کرمکِ بے مایہ را سوزِ کلیم آموختی

شمع [1]

مجھ کو جو موجِ نفس دیتی ہے پیغامِ اجل
لب اسی موجِ نفس سے ہے نوا پیرا ترا
میں تو جلتی ہوں کہ ہے مضمر مری فطرت میں سوز
تُو فروزاں ہے کہ پروانوں کو ہو سودا ترا
گریہ ساماں مَیں کہ میرے دل میں ہے طوفانِ اشک
شبنم افشاں تُو کہ بزمِ گُل میں ہو چرچا ترا
گُل بہ دامن ہے مری شب کے لہُو سے میری صبح
ہے ترے امروز سے ناآشنا فردا ترا
یوں تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتا نہیں
شُعلہ ہے مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ترا
سوچ تو دل میں، لقب ساقی کا ہے زیبا تجھے؟
انجمن پیاسی ہے اور پیمانہ بے صہبا ترا!
اور ہے تیرا شعار، آئینِ ملّت اور ہے
زشت رُوئی سے تری آئینہ ہے رُسوا ترا

---

[1] صفحۂ فرہنگ: ۲۹۶۔

کعبہ پہلو میں ہے اور سودائی بت خانہ ہے
کس قدر شوریدہ سر ہے شوقِ بے پروا ترا
قیس پیدا ہوں تری محفل میں! یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا ترا
اے دُرِ تابندہ، اے پروردۂ آغوشِ موج!
لذتِ طوفاں سے ہے نا آشنا دریا ترا
اب نوا پیرا ہے کیا، گلشن ہُوا برہم ترا
بے محل تیرا ترنّم، نغمہ بے موسم ترا
تھا جنھیں ذوقِ تماشا، وہ تو رخصت ہو گئے
لے کے اب تُو وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا
انجمن سے وہ پُرانے شعلہ آشام اُٹھ گئے
ساقیا! محفل میں تُو آتش بجام آیا تو کیا
آہ، جب گلشن کی جمعیت پریشاں ہو چکی
پھُول کو بادِ بہاری کا پیام آیا تو کیا
آخرِ شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا
بُجھ گیا، وہ شعلہ جو مقصودِ ہر پروانہ تھا
اب کوئی سودائیِ سوزِ تمام آیا تو کیا

پھول بے پروا ہیں، تُو گرمِ نوا ہو یا نہ ہو
کارواں بے حس ہے، آوازِ درا ہو یا نہ ہو

شمعِ محفل ہو کے تُو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس لذّت سے بیگانے رہے

رشتۂ اُلفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تُو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

شوقِ بے پروا گیا، فکرِ فلک پیما گیا
تیری محفل میں نہ دیوانے نہ فرزانے رہے

وہ جگر سوزی نہیں، وہ شعلہ آشامی نہیں
فائدہ پھر کیا جو گردِ شمع پروانے رہے

خیر، تُو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ میخانے رہے

رو رہی ہے آج اِک ٹوٹی ہوئی مینا اُسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں
رقص میں لیلیٰ رہی، لیلیٰ کے دیوانے رہے

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

جن کے ہنگاموں سے تھے آباد ویرانے کبھی
شہر اُن کے مِٹ گئے آبادیاں بَن ہو گئیں
سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں
دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں
خود تجلّی کو تمنّا جن کے نظاروں کی تھی
وہ نگاہیں نااُمیدِ نورِ ایمن ہو گئیں
اُڑتی پھرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گلزار میں
دل میں کیا آئی کہ پابندِ نشیمن ہو گئیں
وسعتِ گردوں میں تھی ان کی تڑپ نظارہ سوز
بجلیاں آسودۂ دامانِ خرمن ہو گئیں
دیدۂ خونبار ہو منّت کشِ گلزار کیوں
اشکِ پیہم سے نگاہیں گل بہ دامن ہو گئیں

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن اُمید کی

مژدہ اے پیمانہ بردارِ خمستانِ حجاز!
بعد مدّت کے ترے رندوں کو پھر آیا ہے ہوش

نقدِ خود داری بہائے بادۂ اغیار تھی
پھر دکاں تیری ہے لبریزِ صدائے ناؤ نوش
ٹوٹنے کو ہے طلسمِ ماہ سیمایانِ ہند
پھر سلیمیٰ کی نظر دیتی ہے پیغامِ خروش
پھر یہ غوغا ہے کہ لاساقی شرابِ خانہ ساز
دل کے ہنگامے مئے مغرب نے کر ڈالے خموش
نغمہ پیدا ہو کہ یہ ہنگامِ خاموشی نہیں
ہے سحر کا آسماں خورشید سے مینا بدوش
درغمِ دیگر بسوز و دیگراں راہم بسوز
گفتمت روشن حدیثے گر توانی دار گوش!
کہہ گئے ہیں شاعری جزویست از پیغمبری
ہاں سُنا دے محفلِ مِلّت کو پیغامِ سروش

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

رہزنِ ہمّت ہُوا ذوقِ تن آسانی ترا
بحر تھا صحرا میں تُو، گُلشن میں مثلِ جُو ہوا
اپنی اصلیّت پہ قائم تھا تو جمعیّت بھی تھی
چھوڑ کر گُل کو پریشاں کاروانِ بُو ہوا

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرارِ حیات
یہ کبھی گوہر، کبھی شبنم، کبھی آنسو ہُوا
پھر کہیں سے اس کو پیدا کر، بڑی دولت ہے یہ
زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا
آبرو باقی تری مِلّت کی جمعیّت سے تھی
جب یہ جمعیّت گئی، دنیا میں رُسوا تُو ہوا

فرد قائم ربطِ مِلّت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

پردۂ دل میں محبّت کو ابھی مستور رکھ
یعنی اپنی مے کو رُسوا صُورتِ مینا نہ کر
خیمہ زن ہو وادیِ سینا میں مانندِ کلیم
شُعلۂ تحقیق کو غارت گرِ کاشانہ کر
شمع کو بھی ہو ذرا معلوم انجامِ ستم
صَرفِ تعمیرِ سحَر خاکسترِ پروانہ کر
تُو اگر خود دار ہے، منّت کشِ ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسا نگُوں پیمانہ کر
کیفیت باقی پُرانے کوہ و صحرا میں نہیں
ہے جُنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر

خاک میں تجھ کو مقدر نے ملایا ہے اگر
تو عصا افتاد سے پیدا مثالِ دانہ کر
ہاں، اسی شاخِ کہن پر پھر بنا لے آشیاں
اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر
اس چمن میں پیروِ بلبل ہو یا تلمیذِ گل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو
لب کشا ہو جا، سرودِ بربطِ عالم ہے تو

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو
آہ، کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو، رہرو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو
کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو
دیکھ آ کر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی
قیس تو، لیلیٰ بھی تو، صحرا بھی تو، محمل بھی تو
وائے نادانی کہ تو محتاجِ ساقی ہو گیا
مے بھی تو، مینا بھی تو، ساقی بھی تو، محفل بھی تو

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

بے خبر! تُو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تُو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تُو
قطرہ ہے، لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تُو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
سینہ ہے تیرا امیں اُس کے پیامِ ناز کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے، پنہاں بھی ہے
ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
اب تلک شاہد ہے جس پر کوہِ فاراں کا سکوت
اے تغافل پیشہ! تجھ کو یاد وہ پیماں بھی ہے؟
تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے
دل کی کیفیت ہے پیدا پردۂ تقریر میں
کسوتِ مینا میں مے مستور بھی، عریاں بھی ہے

پھونک ڈالا ہے مری آتش نوائی نے مجھے
اور میری زندگانی کا یہی ساماں بھی ہے

راز اس آتش نوائی کا مرے سینے میں دیکھ
جلوۂ تقدیر میرے دل کے آئینے میں دیکھ!

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنّم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی
دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل
موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
نالۂ صیّاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور
خونِ گلچیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

مسلم[1]

(جون ۱۹۱۲ء)

ہر نفس اقبال تیرا آہ میں مستور ہے
سینۂ سوزاں ترا فریاد سے معمور ہے
نغمۂ اُمّید تیری بربطِ دل میں نہیں
ہم سمجھتے ہیں یہ لیلیٰ تیرے محمل میں نہیں
گوش آوازِ سرودِ رفتہ کا جویا ترا
اور دل ہنگامۂ حاضر سے بے پروا ترا
قصّۂ گُل ہم نوایانِ چمن سُنتے نہیں
اہلِ محفل تیرا پیغامِ کُہن سُنتے نہیں
اے درائے کاروانِ خُفتہ پا! خاموش رہ
ہے بہت یاس آفریں تیری صدا خاموش رہ
زندہ پھر وہ محفلِ دیرینہ ہو سکتی نہیں
شمع سے روشن شبِ دو شینہ ہو سکتی نہیں

ہم نشیں! مسلم ہوں مَیں، توحید کا حامل ہوں میں
اس صداقت پر ازل سے شاہدِ عادل ہوں میں
نبضِ موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے
اور مسلم کے تخیّل میں جسارت اس سے ہے
حق نے عالم اس صداقت کے لئے پیدا کیا
اور مجھے اس کی حفاظت کے لئے پیدا کیا
دہر میں غارت گرِ باطل پرستی میں ہوا
حق تو یہ ہے حافظِ ناموسِ ہستی میں ہوا
میری ہستی پیرہن عریانیِ عالم کی ہے
میرے مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے

صفحہ فرہنگ: [1] ۲۹۹۔

قسمتِ عالم کا مسلم کوکبِ تابندہ ہے — جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرمندہ ہے
آشکارا ہیں مری آنکھوں پہ اسرارِ حیات — کہہ نہیں سکتے مجھے نومیدِ پیکارِ حیات
کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے — ہے بھروسا اپنی ملت کے مقدر پر مجھے
یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار — فتحِ کامل کی خبر دیتا ہے جوشِ کارزار
ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہدِ کہن رہتا ہوں میں — اہلِ محفل سے پُرانی داستاں کہتا ہوں میں
یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے — میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

سامنے رکھتا ہوں اُس دورِ نشاط افزا کو مَیں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو مَیں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں [۱]

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہُوا — جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہُوا
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن — نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہُوا

فرشتے بزمِ رسالتؐ میں لے گئے مجھ کو
حضورِ آیۂ رحمتؐ میں لے گئے مجھ کو

کہا حضورؐ نے، اے عندلیبِ باغِ حجاز! — کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوشِ جامِ وِلا ہے دل تیرا — فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز
اُڑا جو پستیِ دنیا سے تُو سوئے گردُوں — سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے برنگِ بُو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تُو آیا؟

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۰۰۔

"حضورؐ! دہر میں آسُودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

ہزاروں لالہ و گُل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو، وہ کلی نہیں ملتی

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے، جنّت میں بھی نہیں ملتی

جھلکتی ہے تری اُمّت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہُو اس میں"

شفاخانۂ حجاز[1]

اک پیشوائے قوم نے اقبال سے کہا
کھُلنے کو جدہ میں ہے شفاخانۂ حجاز

ہوتا ہے تیری خاک کا ہر ذرّہ بے قرار
سُنتا ہے تُو کسی سے جو افسانۂ حجاز

دستِ جنُوں کو اپنے بڑھا جیب کی طرف
مشہور تُو جہاں میں ہے دیوانۂ حجاز

دارالشّفا حوالیِ بطحا میں چاہیے
نبضِ مریض پنجۂ عیسیٰ میں چاہیے

مَیں نے کہا کہ موت کے پردے میں ہے حیات
پوشیدہ جس طرح ہو حقیقت مجاز میں

تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مِل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمرِ دراز میں

اوروں کو دیں حضورؐ! یہ پیغامِ زندگی
مَیں موت ڈھُونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

آئے ہیں آپ لے کے شفا کا پیام کیا
رکھتے ہیں اہلِ درد مسیحا سے کام کیا

---

[1] صفحۂ فرہنگ: ۳۰۱۔

جوابِ شکوہ [۱]

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے	پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
قدسی الاصل ہے، رفعت پہ نظر رکھتی ہے	خاک سے اٹھتی ہے، گردوں پہ گزر رکھتی ہے
عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیا نالۂ بے باک مرا

پیرِ گردوں نے کہا سن کے، کہیں ہے کوئی	بولے سیارے، سرِ عرشِ بریں ہے کوئی
چاند کہتا تھا، نہیں! اہلِ زمیں ہے کوئی	کہکشاں کہتی تھی، پوشیدہ یہیں ہے کوئی
کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھا

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا	عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز ہے کیا!
تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا!	آ گئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا!
غافل آداب سے سکانِ زمیں کیسے ہیں	شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں!
اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے	تھا جو مسجودِ ملائک، یہ وہی آدم ہے!
عالمِ کیف ہے، دانائے رموزِ کم ہے	ہاں مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے
ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

آئی آواز، غم انگیز ہے افسانہ ترا	اشکِ بے تاب سے لبریز ہے پیمانہ ترا
آسماں گیر ہوا نعرۂ مستانہ ترا	کس قدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ ترا
شکر شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۰۱۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہرِ قابل ہی نہیں — جس سے تعمیر ہو آدم کی، یہ وہ گِل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں — اُمتی باعثِ رُسوائیِ پیغمبرؐ ہیں
بُت شکن اُٹھ گئے، باقی جو رہے بُت گر ہیں — تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں

بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خُم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا، بُت بھی نئے، تُم بھی نئے

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا — نازشِ موسمِ گُل لالۂ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا — کبھی محبوب تمہارا یہی ہر جائی تھا

کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کر لو
ملتِ احمدؐ مرسل کو مقامی کر لو!

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے — ہم سے کب پیار ہے! ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے — تمہیں کہہ دو، یہی آئینِ وفاداری ہے؟

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو — نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ، وہ خرمن تم ہو — بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟ میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو!

کیا کہا! بہرِ مسلماں ہے فقط وعدۂ حور شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور مُسلم آئیں ہُوا کافر تو ملے حُور و قصور
تم میں حُوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے، موسیٰ ہی نہیں

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، رُوح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا، تو غریب
اُمرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضا غُربا کے دم سے

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی   برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی   فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

شور ہے، ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود   ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود!
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود   یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک   عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نم ناک   تھا شجاعت میں وہ اک ہستیِ فوق الادراک
خود گدازی نمِ کیفیتِ صہبایش بود
خالی از خویش شدن صورتِ مینایش بود

ہر مسلماں رگِ باطل کے لیے نشتر تھا   اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسا تھا اسے قوتِ بازو پر تھا   ہے تمہیں موت کا ڈر، اس کو خدا کا ڈر تھا
باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو!

ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے   تم مسلماں ہو! یہ اندازِ مسلمانی ہے!
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے   تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تم ہو آپس میں غضب ناک، وہ آپس میں رحیم تم خطا کار و خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم
تختِ فغفور بھی اُن کا تھا، سریرِ کَے بھی
یونہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی؟

خودکشی شیوہ تمہارا، وہ غیور و خود دار تم اخوت سے گریزاں، وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بہ کنار
اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُن کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی

مثلِ انجم اُفقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے بُتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے بے عمل تھے ہی جواں، دین سے بدظن بھی ہوئے
ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

قیس زحمت کشِ تنہائیِ صحرا نہ رہے شہر کی کھائے ہوا، بادیہ پیما نہ رہے!
وہ تو دیوانہ ہے، بستی میں رہے یا نہ رہے یہ ضروری ہے حجابِ رُخِ لیلا نہ رہے!
گلۂ جَور نہ ہو، شکوۂ بیداد نہ ہو
عشق آزاد ہے، کیوں حُسن بھی آزاد نہ ہو!

عہدِ نو برق ہے، آتش زنِ ہر خرمن ہے ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کہن ایندھن ہے ملتِ ختمِ رُسُلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے
آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی
گل بر انداز ہے خونِ شہدا کی لالی
رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

امتیں گلشنِ ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں
اور محرومِ ثمر بھی ہیں، خزاں دیدہ بھی ہیں
سیکڑوں نخل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں
سیکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں
نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سیکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا
غیر یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا
نخلِ شمع استی و در شعلہ دود ریشۂ تو
عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ تو

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے، دھندلا سا ستارا تو ہے

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا
کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری
وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

مثلِ بُو قید ہے غنچے میں، پریشاں ہو جا رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہو جا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہو جا نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا!
قوّتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنّم بھی نہ ہو چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسّم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خُم بھی نہ ہو بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا اِستادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظّارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعنَا لَکَ ذِکرَک، دیکھے

مردُمِ چشمِ زمیں یعنی وہ کالی دنیا وہ تمہارے شُہدا پالنے والی دنیا
گرمیِ مہر کی پروردہ ہلالی دنیا عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح
غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ماسوی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

ساقی [۱]

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی
جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی!

کٹی ہے رات تو ہنگامہ گستری میں تری
سحر قریب ہے، اللہ کا نام لے ساقی!

تعلیم اور اس کے نتائج [۲]

(تضمین بر شعرِ مُلا عرشی)

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

"تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو
کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو"

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۰۶۔ [۲] ۳۰۶۔

قربِ سلطان [1]

تمیزِ حاکم و محکوم مٹ نہیں سکتی
مجال کیا کہ گداگر ہو شاہ کا ہمدوش
جہاں میں خواجہ پرستی ہے بندگی کا کمال
رضائے خواجہ طلب کن قبائے رنگیں پوش
مگر غرض جو حصولِ رضائے حاکم ہو
خطاب ملتا ہے منصب پرست و قوم فروش
پرانے طرزِ عمل میں ہزار مشکل ہے
نئے اصول سے خالی ہے فکر کی آغوش
مزا تو یہ ہے کہ یوں زیرِ آسماں رہیے
"ہزار گونہ سخن در دہان و لب خاموش"
یہی اصول ہے سرمایۂ سکونِ حیات
"گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش"
مگر خروش پہ مائل ہے تو تو بسم اللہ
"بگیر بادۂ صافی، بہ بانگِ چنگ بنوش"
شریکِ بزمِ امیر و وزیر و سلطاں ہو
لڑا کے توڑ دے سنگِ ہوس سے شیشۂ ہوش
پیامِ مرشدِ شیراز بھی مگر سن لے
کہ ہے یہ سرِ نہاں خانۂ ضمیرِ سروش

"محلِ نورِ تجلی ست رائے انور شاہ
چو قربِ او طلبی در صفائے نیت کوش"

شاعر [2]

ہوئے سرود آفریں آتی ہے کوہسار سے
پی کے شرابِ لالہ گوں مے کدۂ بہار سے
مستِ مئے خرام کا سن تو ذرا پیام تو
زندہ وہی ہے کام کچھ جس کو نہیں قرار سے
پھرتی ہے وادیوں میں کیا دخترِ خوش خرامِ ابر
کرتی ہے عشق بازیاں سبزۂ مرغزار سے

جامِ شراب کوہ کے خم کدے سے اڑاتی ہے
پست و بلند کر کے طے کھیتوں کو جا پلاتی ہے

صفحۂ فرہنگ: [1] ۳۰۶۔ [2] ۳۰۷۔

شاعرِ دل نواز بھی بات اگر کہے کھری ہوتی ہے اُس کے فیض سے مزرعِ زندگی ہری
شانِ خلیل ہوتی ہے اُس کے کلام سے عیاں کرتی ہے اُس کی قوم جب اپنا شعار آزری
اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری
گلشنِ دہر میں اگر جوئے مےِ سخن نہ ہو
پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

نویدِ صبح ۱

۱۹۱۲ء

آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در داماں سحر منزلِ ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر
محفلِ قدرت کا آخر ٹوٹ جاتا ہے سکوت دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت
چہچہاتے ہیں پرندے پا کے پیغامِ حیات باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرامِ حیات
مسلمِ خوابیدہ اُٹھ ہنگامہ آرا تُو بھی ہو
وہ چمک اُٹھا اُفق، گرمِ تقاضا تُو بھی ہو
وسعتِ عالم میں رہ پیما ہو مثلِ آفتاب دامنِ گردوں سے ناپیدا ہوں یہ داغِ سحاب
کھینچ کر خنجر کرن کا، پھر ہو سرگرمِ ستیز پھر سکھا تاریکیِ باطل کو آدابِ گریز
تُو سراپا نور ہے، خوشتر ہے عریانی تجھے اور عریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے
ہاں، نمایاں ہو کے برقِ دیدۂ خفاش ہو
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر! فاش ہو

---

۱ صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۰۷۔

دُعا ۱

یارب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے — جو قلب کو گرما دے، جو رُوح کو تڑپا دے
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے — پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے
محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے — دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سُوئے حرم لے چل — اس شہر کے خُوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر — اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو — وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر — خودداریِ ساحل دے، آزادیِ دریا دے
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو — سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ مینا دے
احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا — امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

مَیں بُلبلِ نالاں ہوں اِک اُجڑے گُلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو، داتا دے!

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں ۲

یہ شالامار میں اک برگِ زرد کہتا تھا — گیا وہ موسمِ گُل جس کا رازدار ہوں میں
نہ پائمال کریں مجھ کو زائرانِ چمن — انھی کی شاخِ نشیمن کی یادگار ہوں میں
ذرا سے پتّے نے بیتاب کر دیا دل کو — چمن میں آ کے سراپا غمِ بہار ہوں میں
خزاں میں مجھ کو رُلاتی ہے یادِ فصلِ بہار — خوشی ہو عید کی کیونکر کہ سوگوار ہوں میں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۰۷۔ ۲ ۳۰۸۔

اُجاڑ ہو گئے عہدِ کُہن کے میخانے گزشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں میں

پیامِ عیش و مسرت ہمیں سُناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اُڑاتا ہے

فاطمہ بنت عبداللہ [1]

عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی

۱۹۱۲ء

فاطمہ! تو آبروئے اُمّتِ مرحوم ہے ذرّہ ذرّہ تیری مُشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت، حورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی غازیانِ دیں کی سقّائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی ایسی چنگاری بھی یا رب، اپنی خاکستر میں تھی!

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!

فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے ذرّہ ذرّہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تُربتِ خاموش میں پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں
بے خبر ہوں گرچہ اُن کی وسعتِ مقصد سے میں آفرینش دیکھتا ہوں، اُن کی اس مرقد سے میں
تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور دیدۂ انساں سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور
جو ابھی اُبھرے ہیں ظلمت خانۂ ایّام سے جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

جن کی تابانی میں اندازِ کُہن بھی، نَو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتَو بھی ہے

صفحۂ فرہنگ: [1] ۳۰۸

شبنم اور ستارے ۱

اک رات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے
ہر صبح نئے تجھ کو میسّر ہیں نظارے

کیا جانیے، تُو کتنے جہاں دیکھ چکی ہے
جو بن کے مِٹے، ان کے نشاں دیکھ چکی ہے

زُہرہ نے سُنی ہے یہ خبر ایک مَلک سے
انسانوں کی بستی ہے بہت دُور فلک سے

کہہ ہم سے بھی اُس کشورِ دلکش کا فسانہ
گاتا ہے قمر جس کی محبت کا ترانہ

اے تارو نہ پُوچھو چمنستانِ جہاں کی
گلشن نہیں، اک بستی ہے وہ آہ و فغاں کی

آتی ہے صبا واں سے پلٹ جانے کی خاطر
بے چاری کلی کھِلتی ہے مُرجھانے کی خاطر

کیا تم سے کہوں کیا چمن افروز کلی ہے
ننّھا سا کوئی شعلۂ بے سوز کلی ہے

گُل نالۂ بُلبل کی صدا سُن نہیں سکتا
دامن سے مرے موتیوں کو چُن نہیں سکتا

ہیں مُرغِ نوا ریز گرفتار، غضب ہے
اُگتے ہیں تہِ سایۂ گُل خار، غضب ہے

رہتی ہے سدا نرگسِ بیمار کی تر آنکھ
دل طالبِ نظّارہ ہے، محرومِ نظر آنکھ

دل سوختۂ گرمیِ فریاد ہے شمشاد
زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد

تارے شررِ آہ ہیں انساں کی زباں میں
میں گریۂ گردوں ہوں گُلستاں کی زباں میں

نادانی ہے یہ گردِ زمیں طوفِ قمر کا
سمجھا ہے کہ دَرماں ہے وہاں داغ جگر کا

بنیاد ہے کاشانۂ عالم کی ہوا پر
فریاد کی تصویر ہے قرطاسِ فضا پر

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۰۸۔

مُحاصرۂ اَدْرنہ [۱]

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل کی چھڑ گئی
حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہو گیا

گردِ صلیب، گردِ قمر حلقہ زن ہوئی
شکری حصارِ درنہ میں محصور ہو گیا

مُسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام
رُوئے اُمید آنکھ سے مستور ہو گیا

آخر امیرِ عسکرِ تُرکی کے حکم سے
آئینِ جنگ، شہر کا دستور ہو گیا

ہر شے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل
شاہیں گدائے دانۂ عصفور ہو گیا

لیکن فقیہِ شہر نے جس دم سُنی یہ بات
گرما کے مثلِ صاعقۂ طور ہو گیا

ذمّی کا مال لشکرِ مسلم پہ ہے حرام،
فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا

چھوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم، خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

غلام قادر رُہیلہ [۲]

رُہیلہ کس قدر ظالم، جفا جُو، کینہ پرور تھا
نکالیں شاہِ تیموری کی آنکھیں نوکِ خنجر سے

دیا اہلِ حرم کو رقص کا فرماں ستم گر نے
یہ اندازِ ستم کچھ کم نہ تھا آثارِ محشر سے

بھلا تعمیل اس فرمانِ غیرت کش کی ممکن تھی!
شہنشاہی حرم کی نازنینانِ سمن بر سے

بنایا آہ! سامانِ طرب بیدرد نے اُن کو
نہاں تھا حُسن جن کا چشمِ مہر و ماہ و اختر سے

لرزتے تھے دلِ نازک، قدم مجبورِ جُنبش تھے
رواں دریائے خُوں، شہزادیوں کے دیدۂ تر سے

یونہی کچھ دیر تک محوِ نظر آنکھیں رہیں اس کی
کیا گھبرا کے پھر آزاد سر کو بارِ مغفر سے

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۰۹۔ [۲] ۳۰۹۔

کرے اٹھ کے تیغ جاں ستاں، آتش فشاں کھولی | سبق آموز تابانی ہوں انجم جس کے جوہر سے
رکھا خنجر کو آگے اور پھر کچھ سوچ کر لیٹا | تقاضا کر رہی تھی نیند گویا چشمِ احمر سے
بجھائے خواب کے پانی نے اخگر اس کی آنکھوں کے | نظر شرما گئی ظالم کی درد انگیز منظر سے
پھر اٹھا اور تیموری حرم سے یوں لگا کہنے | شکایت چاہیے تم کو نہ کچھ اپنے مقدر سے
مرا مسند پہ سو جانا بناوٹ تھی، تکلف تھا | کہ غفلت دُور ہے شانِ صف آرایانِ لشکر سے
یہ مقصد تھا مرا اس سے، کوئی تیمور کی بیٹی | مجھے غافل سمجھ کر مار ڈالے میرے خنجر سے

مگر یہ راز آخر کھل گیا سارے زمانے پر
حمیت نام ہے جس کا، گئی تیمور کے گھر سے

ایک مکالمہ[۱]

اک مُرغِ سرا نے یہ کہا مُرغِ ہوا سے | پَردار اگر تُو ہے تو کیا مَیں نہیں پَردار!
گر تُو ہے ہوا گیر تو ہوں میں بھی ہوا گیر | آزاد اگر تو ہے، نہیں میں بھی گرفتار
پرواز، خصوصیت ہر صاحبِ پَر ہے | کیوں رہتے ہیں مُرغانِ ہوا مائلِ پندار؟
مجروح حمیت جو ہوئی مُرغِ ہوا کی | یوں کہنے لگا سُن کے یہ گفتارِ دل آزار
کچھ شک نہیں پرواز میں آزاد ہے تُو بھی | حد ہے تری پرواز کی لیکن سرِ دیوار
واقف نہیں تُو ہمتِ مُرغانِ ہوا سے | تُو خاک نشیں، اُنھیں گردوں سے سروکار

تُو مُرغِ سرائی، خورش از خاک بجوئی
ما در صددِ دانہ بہ انجم زدہ منقار

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۱۰۔

مَیں اور تُو [۱]

مذاقِ دید سے ناآشنا نظر ہے مری — تری نگاہ ہے فطرت کی راز داں، پھر کیا
رہینِ شکوۂ ایّام ہے زبان مری — تری مراد پہ ہے دَورِ آسماں، پھر کیا
رکھا مجھے چمن آوارہ مثلِ موجِ نسیم — عطا فلک نے کیا تجھ کو آشیاں، پھر کیا
فزوں ہے سُود سے سرمایۂ حیات ترا — مرے نصیب میں ہے کاوشِ زیاں، پھر کیا
ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں تیرے طیّارے — مرا جہاز ہے محرومِ بادباں، پھر کیا

قوی شدیم چہ شد، ناتواں شدیم چہ شد
چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد
بہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو گر بہار شدی، ما خزاں شدیم، چہ شد

تضمین برشعرِ ابوطالب کلیم [۲]

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثرب کا پاس — کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تُو مسلم نہیں
جس سے تیرے حلقۂ خاتم میں گردوں تھا اسیر — اے سلیماں! تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں
وہ نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح — ہو گئی ہے اُس سے اب ناآشنا تیری جبیں
دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا — وہ صداقت جس کی بے باکی تھی حیرت آفریں
تیرے آبا کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے — ہے وہی باطل ترے کاشانۂ دل میں مکیں
غافل! اپنے آشیاں کو آ کے پھر آباد کر — نغمہ زن ہے طورِ معنی پر کلیمِ نکتہ بیں

"سرکشی با ہر کہ کردی، رامِ او باید شدن
شعلہ ساں از ہر کجا برخاستی، آنجا نشیں"

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۱۰۔ [۲] ۳۱۰۔

شبلی و حالی ۱

مسلم سے ایک روز یہ اقبال نے کہا — دیوانِ جزو و کل میں ہے تیرا وجود فرد
تیرے سرودِ رفتہ کے نغمے علومِ نو — تہذیب تیرے قافلہ ہائے کُہن کی گرد
پتھر ہے اس کے واسطے موجِ نسیم بھی — نازک بہت ہے آئنۂ آبروئے مرد
مردانِ کار، ڈھونڈ کے اسبابِ حادثات — کرتے ہیں چارۂ ستمِ چرخِ لاجورد
پُوچھ اُن سے جو چمن کے ہیں دیرینہ رازدار — کیونکر ہوئی خزاں ترے گلشن سے ہم نبرد
مسلم مرے کلام سے بے تاب ہو گیا — غماز ہو گئی غمِ پنہاں کی آہِ سرد
کہنے لگا کہ دیکھ تو کیفیتِ خزاں — اوراق ہو گئے شجرِ زندگی کے زرد
خاموش ہو گئے چمنستاں کے رازدار — سرمایۂ گداز تھی جن کی نوائے درد
شبلی کو رو رہے تھے ابھی اہلِ گلستاں — حالی بھی ہو گیا سوئے فردوس رہ نورد

"اکنوں کرا دماغ کہ پُرسد ز باغباں
بُلبل چہ گفت و گُل چہ شنید و صبا چہ کرد"

اِرتقا ۲

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغِ مُصطفوی سے شرارِ بولہبی
حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز — سرشت اس کی ہے مشکل کشی، جفا طلبی
سکوتِ شام سے تا نغمۂ سحر گاہی — ہزار مرحلہ ہائے فغانِ نیم شبی
کشاکشِ زم و گرما، تپ و تراش و خراش — ز خاکِ تیرہ دروں تا بہ شیشۂ حلبی
مقامِ بست و شکست و فشار و سوز و کشید — میانِ قطرۂ نیسان و آتشِ عنبی

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۱۱ـ ۲ ۳۱۱ـ

اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام — یہی ہے رازِ تب و تابِ ملّتِ عربی

"مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند ، آفتاب می سازند"

صدیقؓ ۱

اِک دن رسولِ پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا — دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سُن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اُٹھے — اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور — بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسولِ امیںؐ کے پاس — ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پُوچھا حضورِ سرورِ عالمؐ نے ، اے عمرؓ! — اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تُو نے کیا؟ — مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملّتِ بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیقِ نبوّت بھی آگیا — جس سے بِنائے عشق و محبت ہے اُستوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرِشت — ہر چیز، جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار
مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس — اسپِ قمر سُم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضورؐ، چاہیے فکرِ عیال بھی — کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر! — اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار!
پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۱۲۔

تہذیبِ حاضر ۱

تضمین بر شعرِ فیضی

حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیبِ حاضر میں
بھڑک اُٹھا بھبوکا بن کے مُسلم کا تنِ خاکی

کیا ذرّے کو جگنو دے کے تابِ مستعار اس نے
کوئی دیکھے تو شوخی آفتابِ جلوہ فرما کی

نئے انداز پائے نوجوانوں کی طبیعت نے
یہ رعنائی، یہ بیداری، یہ آزادی، یہ بے باکی

تغیّر آ گیا ایسا تدبّر میں، تخیّل میں
ہنسی سمجھی گئی گلشن میں غنچوں کی جگر چاکی

کیا گُم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن
مناظر دلکشا دکھلا گئی ساحر کی چالاکی

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذّتیں کیا کیا
رقابت، خود فراموشی، ناشکیبائی، ہوسناکی

فروغِ شمعِ نَو سے بزمِ مسلم جگمگا اُٹھی
مگر کہتی ہے پروانوں سے میری کُہنہ ادراکی

"تو اے پروانہ! ایں گرمی ز شمعِ محفلے داری
چو من در آتشِ خود سوز اگر سوزِ دلے داری"

والدہ مرحومہ کی یاد میں ۲

ذرّہ ذرّہ دہر کا زندانیِ تقدیر ہے
پردۂ مجبوری و بے چارگی تدبیر ہے
آسماں مجبور ہے، شمس و قمر مجبور ہیں
انجمِ سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں
ہے شکست انجام غنچے کا سبو گلزار میں
سبزہ و گُل بھی ہیں مجبورِ نمو گلزار میں

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۱۲ ۔ ۲ ۳۱۳ ۔

نغمۂ بُلبل ہو یا آوازِ خاموشِ ضمیر
ہے اسی زنجیرِ عالم گیر میں ہر شے اسیر
آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ سِرِّ مجبوری عیاں
خشک ہو جاتا ہے دل میں اشک کا سیلِ رواں
قلبِ انسانی میں رقصِ عیش و غم رہتا نہیں
نغمہ رہ جاتا ہے، لطفِ زیر و بم رہتا نہیں
علم و حکمت رہزنِ سامانِ اشک و آہ ہے
یعنی اک الماس کا ٹکڑا دلِ آگاہ ہے
گرچہ میرے باغ میں شبنم کی شادابی نہیں
آنکھ میری مایہ دارِ اشکِ عنابی نہیں
جانتا ہوں آہ، میں آلامِ انسانی کا راز
ہے نوائے شکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز
میرے لب پر قصۂ نیرنگیِ دوراں نہیں
دل مرا حیراں نہیں، خنداں نہیں، گریاں نہیں
پر تری تصویر قاصد گریۂ پیہم کی ہے
آہ! یہ تردید میری حکمتِ محکم کی ہے
گریۂ سرشار سے بنیادِ جاں پائندہ ہے
درد کے عرفاں سے عقلِ سنگدل شرمندہ ہے

موجِ دُودِ آہ سے آئینہ ہے روشن مرا
گنجِ آبِ آورد سے معمور ہے دامن مرا
حیرتی ہوں میں تری تصویر کے اعجاز کا
رُخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا
رفتہ و حاضر کو گویا پاپا اس نے کیا
عہدِ طفلی سے مجھے پھر آشنا اس نے کیا
جب ترے دامن میں پلتی تھی وہ جانِ ناتواں
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں
اور اب چرچے ہیں جس کی شوخیِ گفتار کے
بے بہا موتی ہیں جس کی چشمِ گوہر بار کے
علم کی سنجیدہ گفتاری، بُڑھاپے کا شعور
دُنیوی اعزاز کی شوکت، جوانی کا غرور
زندگی کی اَوج گاہوں سے اُتر آتے ہیں ہم
صحبتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم
بے تکلف خندہ زن ہیں، فکر سے آزاد ہیں
پھر اُسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں
کس کو اب ہوگا وطن میں آہ! میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار

خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دُعائے نیم شب میں کس کو مَیں یاد آؤں گا!

تربیت سے تیری مَیں انجم کا ہم قسمت ہُوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہُوا

دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دُنیا کا سبق تیری حیات

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
مَیں تری خدمت کے قابل جب ہُوا تو چل بسی

وہ جواں، قامت میں ہے جو صُورتِ سروِ بلند
تیری خدمت سے ہُوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند

کاروبارِ زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا
وہ محبت میں تری تصویر، وہ بازو مرا

تجھ کو مثلِ طفلکِ بے دست و پا روتا ہے وہ
صبر سے ناآشنا صبح و مسا روتا ہے وہ

تخم جس کا تُو ہماری کِشتِ جاں میں بو گئی
شرکتِ غم سے وہ اُلفت اور محکم ہو گئی

آہ! یہ دُنیا، یہ ماتم خانۂ برنا و پیر
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر!

کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت
گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایّام ہیں!
کلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزمِ خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں
نے مجالِ شکوہ ہے، نے طاقتِ گفتار ہے
زندگانی کیا ہے، اک طوقِ گلو افشار ہے!

قافلے میں غیرِ فریادِ درا کچھ بھی نہیں
اک متاعِ دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں

ختم ہو جائے گا لیکن امتحاں کا دور بھی
ہیں پسِ نُہ پردۂ گردُوں ابھی دَور اور بھی
سینہ چاک اس گلستاں میں لالہ و گُل ہیں تو کیا
نالہ و فریاد پر مجبور بُلبل ہیں تو کیا
جھاڑیاں، جن کے قفس میں قید ہے آہِ خزاں
سبز کر دے گی انھیں بادِ بہارِ جاوداں

نقطۂ خاک بے سپر میں ہے شرار اپنا تو کیا
عارضی محمل ہے یہ مشتِ غبار اپنا تو کیا

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

زندگی محبوب ایسی دیدۂ قدرت میں ہے
ذوقِ حفظِ زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے
موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات
ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں
آہ غافل! موت کا رازِ نہاں کچھ اور ہے
نقش کی ناپائداری سے عیاں کچھ اور ہے
جنتِ نظارہ ہے نقشِ ہوا بالائے آب
موجِ مضطر توڑ کر تعمیر کرتی ہے حباب
موج کے دامن میں پھر اُس کو چھپا دیتی ہے یہ
کتنی بیدردی سے نقش اپنا مٹا دیتی ہے یہ
پھر نہ کر سکتی حباب اپنا اگر پیدا ہوا
توڑنے میں اُس کے یوں ہوتی نہ بے پروا ہوا

اس روش کا کیا اثر ہے ہیئتِ تعمیر پر
یہ تو حجت ہے ہوا کی قوتِ تعمیر پر

فطرتِ ہستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو

آہ سیماب پریشاں، انجمِ گردوں فروز
شوخ یہ چنگاریاں، ممنونِ شب ہے جن کا سوز
عقل جس سے سر بزانو ہے وہ مدت ان کی ہے
سر گزشتِ نوعِ انساں ایک ساعت ان کی ہے
پھر یہ انساں، آں سوئے افلاک ہے جس کی نظر
قدسیوں سے بھی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر
جو مثالِ شمع روشن محفلِ قدرت میں ہے
آسماں اک نقطہ جس کی وسعتِ فطرت میں ہے
جس کی نادانی صداقت کے لیے بیتاب ہے
جس کا ناخن سازِ ہستی کے لئے مضراب ہے
شعلہ یہ کمتر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا
کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا
تخمِ گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بے خواب ہے
کس قدر نشوونما کے واسطے بے تاب ہے

زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو مستور ہے
خود نمائی، خود فزائی کے لیے مجبور ہے

سردیِ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

پھول بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اس قوتِ آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردنِ گردوں میں جو اپنی کمند

موت، تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

خوگرِ پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
موت اس گلشن میں جز سنجیدنِ پَر کچھ نہیں

کہتے ہیں اہلِ جہاں دردِ اجل ہے لادوا
زخمِ فرقت وقت کے مرہم سے پاتا ہے شفا

دل مگر، غم مرنے والوں کا جہاں آباد ہے
حلقۂ زنجیرِ صبح و شام سے آزاد ہے

وقت کے افسوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں
وقت، زخمِ تیغِ فرقت کا کوئی مرہم نہیں

سر پہ آ جاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہاں
اشکِ پیہم دیدۂ انساں سے ہوتے ہیں رواں
ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ و فریاد سے
خونِ دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشک آباد سے
آدمی تابِ شکیبائی سے گو محروم ہے
اس کی فطرت میں یہ اک احساسِ نامعلوم ہے
جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
رختِ ہستی خاک، غم کی شعلہ افشانی سے ہے
سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے
آہ، یہ ضبطِ فغاں غفلت کی خاموشی نہیں
آگہی ہے یہ دل آسائی، فراموشی نہیں
پردۂ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح
داغ شب کا دامنِ آفاق سے دھوتی ہے صبح
لالۂ افسردہ کو آتش قبا کرتی ہے یہ
بے زباں طائر کو سرمستِ نوا کرتی ہے یہ
سینۂ بلبل کے زنداں سے سرود آزاد ہے
سیکڑوں نغموں سے بادِ صبحدم آباد ہے

خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رودبار
ہوتے ہیں آخر عروسِ زندگی سے ہمکنار
یہ اگر آئینِ ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح
دامِ سیمینِ تخیّل ہے مرا آفاق گیر
کر لیا ہے جس سے تیری یاد کو میں نے اسیر
یاد سے تیری دلِ درد آشنا معمور ہے
جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا معمور ہے
وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات
جلوہ گاہیں اس کی ہیں لاکھوں جہانِ بے ثبات
مختلف ہر منزلِ ہستی کی رسم و راہ ہے
آخرت بھی زندگی کی ایک جولاں گاہ ہے
ہے وہاں بے حاصلی کشتِ اجل کے واسطے
سازگار آب و ہوا تخمِ عمل کے واسطے
نورِ فطرت ظلمتِ پیکر کا زندانی نہیں
تنگ ایسا حلقۂ افکارِ انسانی نہیں
زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

مثلِ ایوانِ سحَر مرقد فروزاں ہو ترا
نُور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شُعاعِ آفتاب ۱

صبح جب میری نگہ سودائیِ نظّارہ تھی آسماں پر اک شُعاعِ آفتاب آوارہ تھی
مَیں نے پُوچھا اس کرن سے "اے سراپا اضطراب! تیری جانِ ناشکیبا میں ہے کیسا اضطراب
تُو کوئی چھوٹی سی بجلی ہے کہ جس کو آسماں کر رہا ہے خرمنِ اقوام کی خاطر جواں
یہ تڑپ ہے یا ازل سے تیری خُو ہے، کیا ہے یہ
رقص ہے، آوارگی ہے، جُستجو ہے، کیا ہے یہ؟"
"خفتہ ہنگامے ہیں میری ہستیِ خاموش میں پرورش پائی ہے مَیں نے صُبح کی آغوش میں
مُضطرب ہر دم میری تقدیر رکھتی ہے مجھے جُستجو میں لذّتِ تنویر رکھتی ہے مجھے
برقِ آتش خُو نہیں، فطرت میں گو ناری ہوں مَیں مہرِ عالم تاب کا پیغامِ بیداری ہوں مَیں
سُرمہ بن کر چشمِ انساں میں سما جاؤں گی مَیں رات نے جو کچھ چھپا رکھا تھا، دِکھلاؤں گی مَیں
تیرے مستوں میں کوئی جویائے ہشیاری بھی ہے
سونے والوں میں کسی کو ذوقِ بیداری بھی ہے؟

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۱۵۔

عُرفی ۱؎

محل ایسا کیا تعمیر عُرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی
فضائے عشق پر تحریر کی اُس نے نوا ایسی
میسر جس سے ہیں آنکھوں کو اب تک اشکِ عنابی
مرے دل نے یہ اک دن اُس کی تربت سے شکایت کی
نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامانِ بیتابی
مزاجِ اہلِ عالم میں تغیر آ گیا ایسا
کہ رخصت ہو گئی دنیا سے کیفیت وہ سیمابی
فغانِ نیم شب شاعر کی بارِ گوش ہوتی ہے
نہ ہو جب چشمِ محفل آشنائے لطفِ بے خوابی
کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت رُبا کیونکر
گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی
صدا تربت سے آئی "شکوۂ اہلِ جہاں کم گو
نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی"

اک خط کے جواب میں ۲؎

ہوس بھی ہو تو نہیں مجھ میں ہمتِ تگ و تاز
حصولِ جاہ ہے وابستۂ مذاقِ تلاش
ہزار شکر، طبیعت ہے ریزہ کار مری
ہزار شکر، نہیں ہے دماغِ فتنہ تراش
مرے سخن سے دلوں کی ہیں کھیتیاں سرسبز
جہاں میں ہوں مَیں مثالِ سحاب دریا پاش
یہ عقدہ ہائے سیاست تجھے مبارک ہوں
کہ فیضِ عشق سے ناخن مرا ہے سینہ خراش
ہوائے بزمِ سلاطیں دلیلِ مُردہ دلی
کیا ہے حافظِ رنگیں نوا نے راز یہ فاش
"گرت ہواست کہ با خضر ہم نشیں باشی
نہاں ز چشمِ سکندر چو آبِ حیواں باش"

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۳۱۶۔ ۲؎ ۳۱۶۔

نانک[1]

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی

آہ! بدقسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر

آشکار اُس نے کیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفے پر ناز تھا

شمعِ حق سے جو منور ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی

آہ! شودر کے لیے ہندوستاں غم خانہ ہے
دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے

برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

بُت کدہ پھر بعد مدّت کے مگر روشن ہُوا
نُورِ ابراہیمؑ سے آزر کا گھر روشن ہُوا

پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

کُفر و اسلام[2]

تضمین بر شعرِ میر رضی دانش

ایک دن اقبالؔ نے پُوچھا کلیمِ طور سے
اے کہ تیرے نقشِ پا سے وادیِ سینا چمن

آتشِ نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز
ہوگیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوزِ کہن

تھا جوابِ صاحبِ سینا کہ مسلم ہے اگر
چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن

ذوقِ حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

صفحۂ فرہنگ: [1] ۳۱۶۔ [2] ۳۱۷۔

ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر ‏ منتظر رہ وادیِ فاراں میں ہو کر خیمہ زن

عارضی ہے شانِ حاضر، سطوتِ غائب مدام ‏ اِس صداقت کو محبت سے ہے ربطِ جان و تن

شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا ‏ "شمع خود را می گدازد درمیانِ انجمن

نورِ ما چوں آتشِ سنگ از نظر پنہاں خوش است"

بلالؓ ۱

لکھا ہے ایک مغربیِ حق شناس نے ‏ اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا

جولاں گہِ سکندرِ رومی تھا ایشیا ‏ گردوں سے بھی بلند تر اُس کا مقام تھا

تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے ‏ دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے، خام تھا

دنیا کے اُس شہنشہِ انجم سپاہ کو ‏ حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا

آج ایشیا میں اُس کو کوئی جانتا نہیں

تاریخ دان بھی اُسے پہچانتا نہیں

لیکن بلالؓ، وہ حبشی زادۂ حقیر ‏ فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہُوا سینۂ بلالؓ ‏ محکوم اُس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط ‏ کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز ‏ صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوشِ چرخِ پیر

اقبالؔ! کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے

رومی فنا ہُوا، حبشی کو دوام ہے

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۔ ۳۱۷۔

مسلمان اور تعلیمِ جدید ۱؎

تضمین بر شعرِ ملک قمیؒ

مُرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلمِ شوریدہ سر — لازم ہے رہرو کے لئے دُنیا میں سامانِ سفر

بدلی زمانے کی ہوا، ایسا تغیر آ گیا — تھے جو گراں قیمت کبھی، اب ہیں متاعِ کس مخر

وہ شعلۂ روشن ترا ظلمت گریزاں جس سے تھی — گھٹ کر ہُوا مثلِ شرر تارے سے بھی کم نُور تر

شیدائیِ غائب نہ رہ، دیوانۂ موجود ہو — غالب ہے اب اقوام پر معبودِ حاضر کا اثر

ممکن نہیں اس باغ میں کوشش ہو بارآور تری — فرسودہ ہے پھندا ترا، زیرک ہے مُرغِ تیز پر

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ مِلّت کی دوا — ہے خُونِ فاسد کے لیے تعلیم مثلِ نیشتر

رہبر کے ایما سے ہُوا تعلیم کا سودا مجھے — واجب ہے صحرا گرد پر تعمیلِ فرمانِ خضر

لیکن نگاہِ نکتہ بیں دیکھے زبُوں بختی مری — "رفتم کہ خار از پا کشم، محمل نہاں شد از نظر

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُور شد"

پھُولوں کی شہزادی ۱؎

کلی سے کہہ رہی تھی ایک دن شبنم گلستاں میں — رہی مَیں ایک مدّت غنچہ ہائے باغِ رضواں میں

تمھارے گلستاں کی کیفیت سرشار ہے ایسی — نگہ فردوس در دامن ہے میری چشمِ حیراں میں

سُنا ہے کوئی شہزادی ہے حاکم اس گلستاں کی — کہ جس کے نقشِ پا سے پھُول ہوں پیدا بیاباں میں

کبھی ساتھ اپنے اُس کے آستاں تک مجھ کو تُو لے چل

چھپا کر اپنے دامن میں برنگِ موجِ بُو لے چل

کلی بولی، سریر آرا ہماری ہے وہ شہزادی
درخشاں جس کی ٹھوکر سے ہوں پتھر بھی نگیں بن کر
مگر فطرت تری افتندہ اور بیگم کی شان اونچی
نہیں ممکن کہ تُو پہنچے ہماری ہم نشیں بن کر
پہنچ سکتی ہے تُو لیکن ہماری شاہزادی تک
کسی دُکھ درد کے مارے کا اشکِ آتشیں بن کر
نظر اُس کی پیامِ عید ہے اہلِ محرّم کو
بنا دیتی ہے گوہر غم زدوں کے اشکِ پیہم کو

تضمین بر شعرِ صائب [1]

کہاں اقبالؔ تُو نے آ بنایا آشیاں اپنا
نوا اس باغ میں بُلبل کو ہے سامانِ رُسوائی
شرارے وادیِ ایمن کے تُو بوتا تو ہے لیکن
نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں سے تخمِ سینائی
کلی زورِ نفس سے بھی وہاں گُل ہو نہیں سکتی
جہاں ہر شے ہو محرومِ تقاضائے خود افزائی
قیامت ہے کہ فطرت سو گئی اہلِ گُلستاں کی
نہ ہے بیدار دل پیری، نہ ہمت خواہ برنائی
دلِ آگاہ جب خوابیدہ ہو جاتے ہیں سینوں میں
نوا گر کے لیے زہراب ہوتی ہے شکر خائی
نہیں ضبطِ نوا ممکن تو اُڑ جا اس گُلستاں سے
کہ اس محفل سے خوشتر ہے کسی صحرا کی تنہائی

"ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تابِ حُسنِ صحرائی"

فردوس میں ایک مکالمہ [2]

ہاتف نے کہا مجھ سے کہ فردوس میں اک روز
حالیؔ سے مخاطب ہوئے یوں سعدیؔ شیراز
اے آنکہ ز نورِ گہرِ نظمِ فلک تاب
دامن بہ چراغِ مہ و اختر زدہ ای باز!
کچھ کیفیتِ مسلمِ ہندی تو بیاں کر
واماندۂ منزل ہے کہ مصروفِ تگ و تاز
مذہب کی حرارت بھی ہے کچھ اس کی رگوں میں؟
تھی جس کی فلک سوز کبھی گرمیِ آواز

صفحۂ فرہنگ: [1] ۳۱۸۔ [2] ۳۱۹۔

باتوں سے ہوا شیخ کی حالیؔ متاثر — رو رو کے لگا کہنے کہ "اے صاحبِ اعجاز
جب پیرِ فلک نے ورق ایّام کا اُلٹا — آئی یہ صدا، پاؤ گے تعلیم سے اعزاز
آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل — دنیا تو ملی، طائرِ دیں کر گیا پرواز
دیں ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی — فطرت ہے جوانوں کی زمیں گیر، زمیں تاز
مذہب سے ہم آہنگیِ افراد ہے باقی — دیں زخمہ ہے، جمعیتِ ملّت ہے اگر ساز
بنیاد لرز جائے جو دیوارِ چمن کی — ظاہر ہے کہ انجامِ گلستاں کا ہے آغاز
پانی نہ ملا زمزمِ ملّت سے جو اس کو — پیدا ہیں نئی پَود میں الحاد کے انداز
یہ ذکر حضورِ شہِ یثربؐ میں نہ کرنا — سمجھیں نہ کہیں ہند کے مسلم مجھے غمّاز

خرما نتواں یافت ازاں خار کہ کشتیم
دیبا نتواں بافت ازاں پشم کہ رشتیم"
(سعدیؔ)

مذہب [۱]

تضمین بر شعرِ میرزا بیدلؔ

تعلیمِ پیرِ فلسفۂ مغربی ہے یہ — ناداں ہیں جن کو ہستیِ غائب کی ہے تلاش
پیکر اگر نظر سے نہ ہو آشنا تو کیا — ہے شیخ بھی مثالِ برہمن صنم تراش
محسوس پر بِنا ہے علومِ جدید کی — اس دور میں ہے شیشۂ عقائد کا پاش پاش
مذہب ہے جس کا نام، وہ ہے اک جنونِ خام — ہے جس سے آدمی کے تخیّل کو انتعاش
کہتا مگر ہے فلسفۂ زندگی کچھ اور — مجھ پر کیا یہ مرشدِ کامل نے راز فاش

"با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش است
ہر چند عقلِ کل شدۂ بے جنوں مباش"

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۱۹۔

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ ۱؎

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

اک نوجوان صورتِ سیماب مُضطرب
آ کر ہُوا امیرِ عساکر سے ہم کلام

اے بُوعبیدہ رُخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام

بے تاب ہو رہا ہوں فراقِ رسولؐ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

جاتا ہوں مَیں حضورِ رسالت پناہؐ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام

بولا امیرِ فوج کہ ''وہ نوجواں ہے تُو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام

پُوری کرے خدائے محمدؐ تری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام!

پہنچے جو بارگاہِ رسولِ امیںؐ میں تُو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کِیا ہے خدائے غیور نے
پُورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضورؐ نے''

مذہب ۲؎

اپنی مِلّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسُولِ ہاشمی

اُن کی جمعیّت کا ہے مُلک و نسب پر انحصار
قوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیّت تری

دامنِ دیں ہاتھ سے چھُوٹا تو جمعیّت کہاں
اور جمعیّت ہوئی رخصت تو مِلّت بھی گئی

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۳۱۹۔ ۲؎ ۳۲۰۔

پیوستہ رہ شجر سے، امیدِ بہار رکھ [1]

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے
ہے لازوال عہدِ خزاں اُس کے واسطے
کچھ واسطہ نہیں ہے اُسے برگ و بار سے
ہے تیرے گلستاں میں بھی فصلِ خزاں کا دور
خالی ہے جیبِ گُل زرِ کامل عیار سے
جو نغمہ زن تھے خلوتِ اوراق میں طیور
رُخصت ہوئے ترے شجرِ سایہ دار سے
شاخِ بُریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تُو
ناآشنا ہے قاعدۂ روزگار سے
ملّت کے ساتھ رابطۂ اُستوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے، اُمیدِ بہار رکھ!

شبِ معراج [2]

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو، وہ ہے آج کی رات
رہِ یک گام ہے ہمّت کے لیے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

پھُول [3]

تجھے کیوں فکر ہے اے گُل دلِ صد چاکِ بُلبل کی
تُو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے
تمنّا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے
صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے، پا بہ گِل بھی ہے
انھی پابندیوں میں حاصل آزادی کو تُو کر لے
تنک بخشی کو استغنا سے پیغامِ خجالت دے
نہ رہ منّت کشِ شبنم، نگُوں جام و سبو کر لے

صفحۂ فرہنگ: [1] ۳۲۰۔ [2] ۳۲۰۔ [3] ۳۲۰۔

نہیں یہ شانِ خودداری، چمن سے توڑ کر تجھ کو — کوئی دستار میں رکھ لے، کوئی زیبِ گلو کر لے
چمن میں غنچۂ گل سے یہ کہہ کر اڑ گئی شبنم — مذاقِ جورِ گلچیں ہو تو پیدا رنگ و بو کر لے
اگر منظور ہو تجھ کو خزاں نا آشنا رہنا — جہانِ رنگ و بو سے، پہلے قطعِ آرزو کر لے

اسی میں دیکھ، مضمر ہے کمالِ زندگی تیرا
جو تجھ کو زینتِ دامن کوئی آئینہ رو کر لے

شیکسپیئر [۱]

شفقِ صبح کو دریا کا خرامِ آئینہ — نغمۂ شام کو خاموشیِ شام آئینہ
برگِ گل آئینۂ عارضِ زیبائے بہار — شاہدِ مے کے لیے حجلۂ جام آئینہ
حسن آئینۂ حق اور دل آئینۂ حسن — دلِ انساں کو ترا حسنِ کلام آئینہ

ہے ترے فکرِ فلک رس سے کمالِ ہستی
کیا تری فطرتِ روشن تھی مآلِ ہستی

تجھ کو جب دیدۂ دیدارِ طلب نے ڈھونڈا — تابِ خورشید میں خورشید کو پنہاں دیکھا
چشمِ عالم سے تو ہستی رہی مستور تری — اور عالم کو تری آنکھ نے عریاں دیکھا

حفظِ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
رازداں پھر نہ کرے گی کوئی پیدا ایسا

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۲۰۔

مَیں اور تُو [۱]

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری، تُو قتیلِ شیوۂ آزری
میں نوائے سوختہ در گلو، تو پریدہ رنگ، رمیدہ بُو
میں حکایتِ غمِ آرزو، تُو حدیثِ ماتمِ دلبری
مرا عیش غم، مرا شہد سم، میری بود ہم نفسِ عدم
ترا دل حرم، گِروِ عجم، ترا دیں خریدۂ کافری
دَمِ زندگی رَمِ زندگی، غمِ زندگی سَمِ زندگی
غمِ رم نہ کر، سمِ غم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری
تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری
کوئی ایسی طرزِ طواف تُو مجھے اے چراغِ حرم بتا!
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری
گِلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بُت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہَری ہَری
نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسَدُاللّٰہی، وہی مرحبی، وہی عنتری
کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تُو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۲۱۔

اسیری [1]

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشکِ اَذفر چیز کیا ہے، اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت، مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند
"شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند"

دریوزۂ خلافت [2]

اگر مُلک ہاتھوں سے جاتا ہے، جائے
تُو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا
خلافت کی کرنے لگا تُو گدائی
خریدیں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی
"مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی"

ہمایوں [3]

(مسٹر جسٹس شاہ دین مرحوم)

اے ہمایوں! زندگی تیری سراپا سوز تھی
تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی
گرچہ تھا تیرا تنِ خاکی نزار و دردمند
تھی ستارے کی طرح روشن تری طبعِ بلند

صفحہ فرہنگ: [1] ۳۲۲ ـ [2] ۳۲۲ ـ [3] ۳۲۲ ـ

کس قدر بے باک دل اس ناتواں پیکر میں تھا
شعلۂ گردوں نورد اک مُشتِ خاکستر میں تھا
موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پروا نہیں
شب کی خاموشی میں جُز ہنگامۂ فردا نہیں

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

خضرِ راہ ۱؎

شاعر

ساحلِ دریا پہ مَیں اک رات تھا محوِ نظر
گوشۂ دل میں چھُپائے اک جہانِ اضطراب
شب سکُوت افزا، ہَوا آسُودہ، دریا نرم سَیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب
جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفلِ شِیر خوار
موجِ مُضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مستِ خواب
رات کے افسُوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجُمِ کم ضَو گرفتارِ طلسمِ ماہتاب
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیکِ جہاں پیما خضرؑ
جس کی پیری میں ہے مانندِ سحَر رنگِ شباب
کہہ رہا ہے مجھ سے، اے جویائے اَسرارِ ازل!
چشمِ دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب

صفحۂ فرہنگ: ۱؎ ۳۲۳۔

دل میں یہ سُن کر بپا ہنگامۂ محشر ہُوا
مَیں شہیدِ جُستجو تھا، یوں سخن گستر ہُوا

اے تری چشمِ جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش
کشتیِ مسکین، و جانِ پاک، و دیوارِ یتیم،
علمِ مُوسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش
چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تُو صحرا نورد
زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش
زندگی کا راز کیا ہے، سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش
ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک
نوجواں اقوامِ نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش
گرچہ اسکندر رہا محرومِ آبِ زندگی
فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرمِ ناؤ نوش
بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ
خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

آگ ہے، اولادِ ابراہیمؑ ہے، نمرُود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے!

جوابِ خضر [۱]

صحرانوردی

کیوں تعجب ہے مری صحرانوردی پر تجھے
یہ تگا پوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل
اے رہینِ خانہ تُو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل
ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل
وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح
یا نمایاں بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیل
وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل
اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں
اہلِ ایماں جس طرح جنت میں گردِ سلسبیل
تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
اور آبادی میں تُو زنجیریِ کشت و نخیل
پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۴۳۔

زندگی [۱]

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کن فکاں ہے زندگی

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۲۴۔

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
زندگی کی قوّتِ پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغِ جاوداں پیدا کرے
خاکِ مشرق پر چمک جائے مثالِ آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعلِ گراں پیدا کرے
سُوئے گردوں نالۂ شب گیر کا بھیجے سفیر
رات کے تاروں میں اپنے رازداں پیدا کرے

یہ گھڑی محشر کی ہے، تُو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل، عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

سلطنت ۱

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیۂ اِنَّ الْمُلُوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۴۵۔

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری
خونِ اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری
سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آزری
از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکُن
تا تراشی خواجہ اے از برہمن کافر تری
ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تُو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِّ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری
گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بُو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

سرمایہ و محنت [1]

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا، ہے یہ پیامِ کائنات

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دستِ دولت آفریں کو مُزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تُو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات

نسل، قومیّت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چُن چُن کے بنائے مُسکرات

کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
سُکر کی لذّت میں تُو لُٹوا گیا نقدِ حیات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دَور کا آغاز ہے

---

[1] صفحۂ فرہنگ: ۳۲۶

ہمتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک
نغمۂ بیداریِ جمہور ہے سامانِ عیش
قصۂ خواب آورِ اسکندر و جم کب تلک
آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہُوا
آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک
توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام
دُوریِ جنت سے روتی چشمِ آدم کب تلک
باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے بہار
زخمِ گُل کے واسطے تدبیرِ مرہم کب تلک!
کرمکِ ناداں! طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلّی زار میں آباد ہو

دُنیائے اِسلام [1]

کیا سُناتا ہے مجھے تُرک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

صفحۂ فرہنگ: [1] ۳۲۷۔

ہو گئی رُسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز
لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز
حکمتِ مغرب سے مِلّت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز
ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہُو
مضطرب ہے تُو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز
گفت رومیؔ "ہر بنائے کُہنہ کآباداں کنند"
می ندانی "اوّل آں بنیاد را ویراں کنند"
"مُلک ہاتھوں سے گیا مِلّت کی آنکھیں کھُل گئیں"
حق ترا چشمے عطا کردست غافل در نگر
مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مُور بے پر! حاجتے پیشِ سلیمانے مبر
ربط و ضبطِ ملّتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
مُلک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں، مِٹ جائے گا
تُرکِ خرگاہی ہو یا اعرابیِ والا گہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدّم ہو گئی
اُڑ گیا دنیا سے تُو مانندِ خاکِ رہ گزر

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تُو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مُضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عامِ حُرّیّت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں آج تُو اُس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر، دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رُسوائیِ تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیشِ نظر لَایُخلِفُ المِیعَاد دار

طلوعِ اسلام[1]

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
اُفق سے آفتاب اُبھرا، گیا دورِ گراں خوابی
عُروقِ مُردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی
مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نُطقِ اعرابی
اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بُلبل!
"نوارا تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی"

---

[1] صفحۂ فرہنگ: ۳۲۸۔

تڑپ کھپ چمن میں، آشیاں میں، شاخساروں میں
جُدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیرِ سیمابی
وہ چشمِ پاک بیں کیوں زینتِ برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگرتابی

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جُستجو کر دے

سرشکِ چشمِ مُسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا
کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا
ربود آں تُرکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را
صبا کرتی ہے بُوئے گُل سے اپنا ہم سفر پیدا
اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خُونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
جہاں بانی سے ہے دُشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خُوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو، زباں تُو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تُو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مُضمر کا گویا امتحاں تو ہے
جہانِ آب و گِل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملّتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اُخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی
بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تُورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی
میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک!
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی
گمان آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ
ہوئے احرارِ ملّت جادہ پیما کس تجمل سے
تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی
ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تُورانی

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا!
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں، فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں
براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں
تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں
حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نُوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبعِ بلندے، مشربِ نابے
دلِ گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو، بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خُونِ شفق میں ڈوب کر نکلے

ہُوئے مدفونِ دریا زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گُہر نکلے
غبارِ رہ گزر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اِکسیر گر نکلے
ہمارا نرم رَو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے
حرم رُسوا ہُوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے
زمیں سے نُوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے
جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے
یہی قوّت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملّت ہے

تُو رازِ کُن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اُخوّت کا بیاں ہو جا، محبّت کی زباں ہو جا

یہ ہندی، وہ خُراسانی، یہ افغانی، وہ تُورانی
تُو اے شرمندۂ ساحل! اُچھل کر بے کراں ہو جا

غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تُو اے مُرغِ حرم! اُڑنے سے پہلے پَرفشاں ہو جا

خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سِرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سَحَر سے جاوداں ہو جا

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبّت میں حریر و پرنیاں ہو جا

گزر جا بن کے سیلِ تُند رَو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جُوئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبّت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

وہ حکمت ناز تھا جس پر خِرد مندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خُونیں میں تیغِ کارزاری ہے

تدبّر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدّن کی بِنا سرمایہ داری ہے
عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی، جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نُوری ہے نہ ناری ہے
خروش آموزِ بُلبل ہو، گرہ غنچے کی وا کر دے
کہ تُو اس گُلستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے
پھر اُٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولاں گہِ اطلس قبایانِ تتاری ہے

بیا پیدا خریدارست جانِ ناتوانے را
"پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را"

بیا ساقی نوائے مرغِ زار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد، نگار آمد قرار آمد
کشید ابرِ بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا
صدائے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد
سرت گردم تو ہم قانونِ پیشیں سازدہ ساقی
کہ خیلِ نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد
کنار از زاہداں برگیر و بے باکانہ ساغر کش
پس از مدت ازیں شاخِ کہن بانگِ ہزار آمد

بہ مشتاقاں حدیثِ خواجۂ بدر و حنین آور
تصرف ہائے پنہانش بچشمم آشکار آمد
دگر شاخِ خلیلؑ از خونِ ما نم ناک می گردد
ببازارِ محبت نقدِ ما کامل عیار آمد
سرِ خاکِ شہیدے برگ ہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملتِ ما سازگار آمد
"بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم"

غزلیات

(۱) ؎

اے بادِ صبا! کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی

یہ موجِ پریشاں خاطر کو پیغام لبِ ساحل نے دیا
ہے دُور وصالِ بحر ابھی، تُو دریا میں گھبرا بھی گئی!

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجابِ محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی لیلا بھی گئی

کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگیِ فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی

نکلی تو لبِ اقبالؔ سے ہے، کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی، دل محفل کا تڑپا بھی گئی

(۲) ۲؎

یہ سرودِ قمری و بلبل فریبِ گوش ہے
باطنِ ہنگامہ آبادِ چمن خاموش ہے

تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے، ساری انجمن بے ہوش ہے

دہر کے غم خانے میں تیرا پتا ملتا نہیں
جرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو روپوش ہے

آہ! دنیا دل سمجھتی ہے جسے، وہ دل نہیں
پہلوئے انساں میں اک ہنگامۂ خاموش ہے

صفحۂ فرہنگ: ؎ ۳۳۱۔ ۲؎ ۳۳۱۔

زندگی کی رہ میں چل، لیکن ذرا بچ بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی مینا خانہ بار دوش ہے

جس کے دم سے دلّی و لاہور ہم پہلو ہوئے
آہ، اے اقبالؔ! وہ بُلبل بھی اب خاموش ہے

(۳) ۱؎

نالہ ہے بُلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زنّاریِ بُت خانۂ ایّام ابھی

عذرِ پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی
ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی

سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات
تیری میزاں ہے شمارِ سحر و شام ابھی

ابرِ نیساں! یہ تنک بخشیِ شبنم کب تک
مرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

بادہ گردانِ عجم وہ، عربی میری شراب
مرے ساغر سے جھجکتے ہیں مے آشام ابھی

خبر اقبالؔ کی لائی ہے گلستاں سے نسیم
نو گرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی

۱؎ صفحۂ فرہنگ: ۳۳۱۔

(۴) [۱]

پردہ چہرے سے اُٹھا، انجمن آرائی کر چشمِ مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر
تُو جو بجلی ہے تو یہ چشمکِ پنہاں کب تک بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر
نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر
کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثلِ کلیم اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر
ہو تری خاک کے ہر ذرّے سے تعمیرِ حرم دل کو بیگانۂ اندازِ کلیسائی کر
اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا ناز بھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر
پہلے خود دار تو مانندِ سکندر ہو لے پھر جہاں میں ہوسِ شوکتِ دارائی کر

مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلیٰ اقبالؔ!
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

(۵) [۲]

پھر بادِ بہار آئی، اقبالؔ غزل خواں ہو غنچہ ہے اگر گُل ہو، گُل ہے تو گلستاں ہو
تُو خاک کی مٹھی ہے، اجزا کی حرارت سے برہم ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بیاباں ہو
تُو جنسِ محبت ہے، قیمت ہے گراں تیری کم مایہ ہیں سوداگر، اس دیس میں ارزاں ہو
کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لے تیری تُو نغمۂ رنگیں ہے، ہر گوش پہ عُریاں ہو
اے رہروِ فرزانہ! رستے میں اگر تیرے گلشن ہے تو شبنم ہو، صحرا ہے تو طوفاں ہو

ساماں کی محبت میں مُضمر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۳۲۔ [۲] ۳۳۲۔

(۶)

کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

طرب آشنائے خروش ہو، تُو نوائے محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھُپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں

تُو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں

دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جُرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حُسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زُلفِ ایاز میں

جو میں سر بسجدہ ہُوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

صفحۂ فرہنگ: ۳۲۳۔

(۷) ۱

یہ دام بھی غزل آشنا رہے طائران چمن تو کیا — جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی، نوائے زیر لبی رہی
ترا جلوہ کچھ بھی تسلّیِ دلِ ناصبور نہ کر سکا — وہی گریۂ سحری رہا، وہی آہِ نیم شبی رہی
نہ خدا رہا نہ صنم رہے، نہ رقیبِ دیر و حرم رہے — نہ رہی کہیں اسد اللہی، نہ کہیں ابولہبی رہی

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

(۸) ۲

گرچہ تُو زندانیِ اسباب ہے — قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ
عقل کو تنقید سے فرصت نہیں — عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
اے مسلماں! ہر گھڑی پیشِ نظر — آیۂ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد رکھ

یہ لسان العصر، کا پیغام ہے
''اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ یاد رکھ''

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۳۳۔ ۲ ۳۳۳۔

ظریفانہ

(۱) ۱

مشرق میں اصول دین بن جاتے ہیں — مغرب میں مگر مشین بن جاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلّے — واں ایک کے تین تین بن جاتے ہیں

(۲) ۲

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی — ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِّ نظر — وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین — پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

(۳) ۳

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں — مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرمادیا کل آپ نے یہ صاف صاف — "پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے"

(۴) ۴

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مردِ ہوش مند! — غیرت نہ تجھ میں ہوگی، نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض — کونسل کی ممبری کے لئے ووٹ چاہے گی

(۵) ۵

تعلیمِ مغربی ہے بہت جرأت آفریں — پہلا سبق ہے، بیٹھ کے کالج میں مار ڈینگ
بستے ہیں ہند میں جو خریدار ہی فقط — آغا بھی لے کے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینگ

صفحۂ فرہنگ: ۱ ـ ۲۲۲، ۲ ـ ۲۲۲، ۳ ـ ۲۲۳، ۴ ـ ۲۲۳، ۵ ـ ۲۲۳۔

میرا یہ حال، بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں　　اُن کا یہ حکم، دیکھ! مرے فرش پر نہ رینگ

کہنے لگے کہ اُونٹ ہے بھدّا سا جانور

اچھی ہے گائے، رکھتی ہے کیا نوک دار سینگ

(۶) ؂۱

کچھ غم نہیں، جو حضرتِ واعظ ہیں تنگ دست　　تہذیبِ نو کے سامنے سر اپنا خم کریں

ردِّ جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا　　تردیدِ حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

(۷) ؂۲

تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ!　　دفعِ مرض کے واسطے پِل، پیش کیجیے

تھے وہ بھی دن کہ خدمتِ استاد کے عوض　　دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجیے

بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق

کہتا ہے ماسٹر سے کہ "بِل پیش کیجیے!"

(۸) ؂۳

انتہا بھی اس کی ہے؟ آخر خریدیں کب تلک　　چھتریاں، رُومال، مفلر، پیرہن جاپان سے

اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی　　آئیں گے غسّال کابل سے، کفن جاپان سے

صفحہ فرہنگ: ؂۱ ۳۴۴۔ ؂۲ ۳۴۴۔ ؂۳ ۳۴۴۔

(۹) ؎۱

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
واں کنٹر سب بلوری ہیں یاں ایک پُرانا مٹکا ہے
اس دَور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں! باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے
اے شیخ و برہمن، سُنتے ہو! کیا اہلِ بصیرت کہتے ہیں
گردوں نے کتنی بلندی سے ان قوموں کو دے پٹکا ہے
یا باہم پیار کے جلسے تھے، دستورِ محبت قائم تھا
یا بحث میں اُردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا ہے

(۱۰) ؎۲

"اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے" — غالبؔ کا قول سچ ہے تو پھر ذکرِ غیر کیا
کیوں اے جنابِ شیخ! سُنا آپ نے بھی کچھ — کہتے تھے کعبے والوں سے کل اہلِ دَیر کیا
ہم پُوچھتے ہیں مسلمِ عاشق مزاج سے — اُلفت بُتوں سے ہے تو برہمن سے بَیر کیا!

(۱۱) ؎۳

ہاتھوں سے اپنے دامنِ دُنیا نکل گیا — رُخصت ہُوا دلوں سے خیالِ معاد بھی
قانونِ وقف کے لیے لڑتے تھے شیخ جی — پُوچھو تو، وقف کے لیے ہے جائداد بھی!

صفحۂ فرہنگ: ؎۱ ۳۳۲۔ ؎۲ ۳۳۲۔ ؎۳ ۳۳۲۔

(۱۲) ے

وہ مس بولی ارادہ خودکشی کا جب کیا میں نے
مہذب ہے تو اے عاشق قدم باہر نہ دھر حد سے

نہ جرأت ہے، نہ خنجر ہے تو قصدِ خودکشی کیسا
یہ مانا دردِ ناکامی گیا تیرا گزر حد سے

کہا میں نے کہ اے جانِ جہاں کچھ نقد دلوا دو
کرائے پر منگالوں گا کوئی افغان سرحد سے

(۱۳) ع

ناداں تھے اس قدر کہ نہ جانی عرب کی قدر
حاصل ہوا یہی، نہ بچے مار پیٹ سے

مغرب میں ہے جہازِ بیاباں شتر کا نام
ترکوں نے کام کچھ نہ لیا اس فلیٹ سے

(۱۴) ح

ہندوستاں میں جزوِ حکومت ہیں کونسلیں
آغاز ہے ہمارے سیاسی کمال کا

ہم تو فقیر تھے ہی، ہمارا تو کام تھا
سیکھیں سلیقہ اب اُمرا بھی سوال کا

(۱۵) ع

ممبری امپیریل کونسل کی کچھ مشکل نہیں
ووٹ تو مل جائیں گے، پیسے بھی دلوائیں گے کیا؟

میرزا غالبؔ، خدا بخشے، بجا فرما گئے
"ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں، کھائیں گے کیا؟"

(۱۶) ھ

دلیلِ مہر و وفا اس سے بڑھ کے کیا ہوگی
نہ ہو حضور سے الفت تو یہ ستم نہ کریں

مُصر ہے حلقہ، کمیٹی میں کچھ کہیں ہم بھی
مگر رضائے کلکٹر کو بھانپ لیں تو کہیں

سند تو لیجئے، لڑکوں کے کام آئے گی
وہ مہرباں ہیں اب، پھر رہیں رہیں نہ رہیں

صفحۂ فرہنگ: ے ۳۳۳۔ ع ۳۳۳۔ ح ۳۳۳۔ ع ۳۳۳۔ ھ ۳۳۳۔

زمیں پر تو نہیں ہندیوں کو جا ملتی — مگر جہاں میں ہیں خالی سمندروں کی تہیں

مثالِ کشتیِ بے حس مطیعِ فرماں ہیں
کہو تو بستۂ ساحل رہیں، کہو تو بہیں

(۱۷) ۱

فرما رہے تھے شیخ طریقِ عمل پہ وعظ — کفارِ ہند کے ہیں تجارت میں سخت کوش
مشرک ہیں وہ جو رکھتے ہیں مشرک سے لین دین — لیکن ہماری قوم ہے محرومِ عقل و ہوش
ناپاک چیز ہوتی ہے کافر کے ہاتھ کی — سُن لے، اگر ہے گوشِ مسلماں کا حق نیوش
اک بادہ کش بھی وعظ کی محفل میں تھا شریک — جس کے لیے نصیحتِ واعظ تھی بارِ گوش
کہنے لگا ستم ہے کہ ایسے قیود کی — پابند ہو تجارتِ سامانِ خورد و نوش

میں نے کہا کہ آپ کو مشکل نہیں کوئی
ہندوستاں میں ہیں کلمہ گو بھی مے فروش

(۱۸) ۲

دیکھیے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب تک — شیشۂ دیں کے عوض جام و سبو لیتا ہے
ہے مداوائے جنوں نشترِ تعلیمِ جدید — میرا سرجن رگِ ملت سے لہو لیتا ہے

(۱۹) ۳

گاڑی اک روز ہوئی اونٹ سے یوں گرمِ سخن — نہیں اک حال پہ دنیا میں کسی شے کو قرار
میں تو بدنام ہوئی توڑ کے رسی اپنی — سُنتی ہوں آپ نے بھی توڑ کے رکھ دی ہے مہار
ہند میں آپ تو از روئے سیاست ہیں اہم — ریل چلنے سے مگر دشتِ عرب میں بیکار

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۔ ۳۳۴ ۲ ۔ ۳۳۵ ۳ ۔ ۳۳۵ ۔

کل تلک آپ کو تھا گائے کی محفل سے حذر — تھی نکلتے ہوئے ہونٹوں پہ صدائے زنہار
آج یہ کیا ہے کہ ہم پر ہے عنایت اتنی — نہ رہا آئینۂ دل میں وہ دیرینہ غبار
جب یہ تقریر سنی اونٹ نے، شرما کے کہا — ہے ترے چاہنے والوں میں ہمارا بھی شمار
رشکِ صد غمزۂ اشتر ہے تری ایک کلیل — ہم تو ہیں ایسی کلیلوں کے پرانے بیمار
ترے ہنگاموں کی تاثیر یہ پھیلی بَن میں — بے زبانوں میں بھی پیدا ہے مذاقِ گفتار
ایک ہی بَن میں ہے مدت سے بسیرا اپنا — گرچہ کچھ پاس نہیں، چارا بھی کھاتے ہیں اُدھار
گوسفند و شتر و گاو و پلنگ و خرِ لنگ — ایک ہی رنگ میں رنگیں ہوں تو ہے اپنا وقار
باغباں ہو سبق آموز جو یک رنگی کا — ہمزباں ہو کے رہیں کیوں نہ طیورِ گلزار
دے وہی جام ہمیں بھی کہ مناسب ہے یہی — تُو بھی سرشار ہو، تیرے رُفقا بھی سرشار

"دلقِ حافظ بچہ ارزد بہ میش رنگیں کن
وانگہش مست و خراب ازرہ بازار بیار"

(۳۰) لے

رات مچھر نے کہہ دیا مجھ سے — ماجرا اپنی ناتمامی کا
مجھ کو دیتے ہیں ایک بُوند لہو — صلہ شب بھر کی تشنہ کامی کا

اور یہ بسوہ دار بے زحمت
پی گیا سب لہو اسامی کا

صفحۂ فرہنگ: لے ۳۳۵۔

(۲۱) [۱]

یہ آیۂ نو، جیل سے نازل ہوئی مجھ پر — گیتا میں ہے قرآن تو قرآن میں گیتا
کیا خوب ہوئی آشتی شیخ و برہمن — اس جنگ میں آخر نہ یہ ہارا نہ وہ جیتا
مندر سے تو بیزار تھا پہلے ہی سے 'بدری'
مسجد سے نکلتا نہیں، ضدی ہے، 'مسیحا'

(۲۲) [۲]

جان جائے ہاتھ سے جائے نہ ست — ہے یہی اک بات ہر مذہب کا تت
چٹے بٹے ایک ہی تھیلی کے ہیں — ساہو کاری، بسوہ داری، سلطنت

(۲۳) [۳]

محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے — دیکھیے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون
حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز — ٹل نہیں سکتا، وَقَدْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ
کھل گئے، یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام — چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ یَنْسِلُوْن

(۲۴) [۴]

شام کی سرحد سے رخصت ہے وہ رندِ لم یزل — رکھ کے میخانے کے سارے قاعدے بالائے طاق
یہ اگر سچ ہے تو ہے کس درجہ عبرت کا مقام — رنگ اک پل میں بدل جاتا ہے یہ نیلی رواق
حضرتِ کرزن کو اب فکرِ مداوا ہے ضرور — حکم برداری کے معدے میں ہے دردِ لایطاق
وفد ہندستاں سے کرتے ہیں سر آغا خاں طلب
کیا یہ 'چورن' ہے پئے ہضمِ فلسطین و عراق؟

صفحۂ فرہنگ: [۱] ۳۳۵۔ [۲] ۳۳۵۔ [۳] ۳۳۵۔ [۴] ۳۳۶۔

(۴۵) ۱

تکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز دونوں یہ کہہ رہے تھے، مرا مال ہے زمیں
کہتا تھا وہ، کرے جو زراعت اُسی کا کھیت کہتا تھا یہ کہ عقل ٹھکانے تری نہیں
پُوچھا زمیں سے مَیں نے کہ ہے کس کا مال تُو بولی مجھے تو ہے فقط اس بات کا یقیں
مالک ہے یا مزارع شوریدہ حال ہے
جو زیرِ آسماں ہے، وہ دھرتی کا مال ہے

(۴۶) ۲

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت بنائے خوب آزادی نے پھندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

(۴۷) ۳

کارخانے کا ہے مالک مردکِ ناکردہ کار عیش کا پُتلا ہے، محنت ہے اسے ناسازگار
حکمِ حق ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار

(۴۸) ۴

سُنا ہے مَیں نے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں پُرانے جھونپڑوں میں ہے ٹھکانا دستکاروں کا
مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہال بنوایا کوئی اس شہر میں تکیہ نہ تھا سرمایہ داروں کا

صفحۂ فرہنگ: ۱ ۳۳۶۔ ۲ ۳۳۶۔ ۳ ۳۳۶۔ ۴ ۳۳۶۔

(۲۹) ہ

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

کیا خوب امیرِ فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں، پر کیا لذت اس رونے میں
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا

اقبالؔ بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

صفحہ فرہنگ: ہ ۳۳۶۔

فرہنگ و توضیحات

ہمالہ

۱۔ ہمالہ: ہندوستان کے شمال میں واقع ایک سلسلہ کوہ کا نام۔ یہ دنیا کے سب سے بڑے پہاڑوں کے سلسلے کا نام ہے اس کی متعدد بلند و بالا چوٹیوں میں ماؤنٹ ایورسٹ سب سے بلند چوٹی ہے۔

۲۔ فصیل: قلعے یا کسی شہر کی دیوار جو اس کے دفاع کیلئے تعمیر کی جاتی ہے عموماً کافی چوڑی ہوتی ہے۔ اسے فارسی میں النگ بھی کہتے ہیں۔

۳۔ دیرینہ روزی: کہنگی، پرانا ہونا قدامت۔

۴۔ کلیم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب "کلیم اللہ" مراد ہے۔ انہیں طور سینا (ایک پہاڑ) پر خدا نے اپنے جلوے کے نظارے سے مشرف فرمایا۔

۵۔ تجلی: جلوہ۔

۶۔ چشمِ بینا: پہچان رکھنے والی آنکھ، حقیقت کو دیکھ لینے والی آنکھ۔

۷۔ دیدۂ ظاہر: ظاہر کو دیکھنے والی آنکھ۔

۸۔ پاسبان: محافظ۔

۹۔ دیوارِ ہندوستان: ہندوستان کا دفاع کرنے والی دیوار۔

۱۰۔ مطلع: دیوان شاعری کا پہلا شعر (غزل کے پہلے شعر کو بھی کہتے ہیں)۔

۱۱۔ سوئے خلوت گاہِ دل: مراد ہے کہ دل کو سوچنے پر مجبور کردیتا ہے۔

۱۲۔ دستارِ فضیلت: بلند مرتبہ ہونے کی نشانی (پگڑی) جو کسی صاحب علم و اقتدار کی جانب سے عطا کی جاتی ہے۔

۱۳۔ خندہ زن: ہنسی اڑانا (کمتری کی نگاہ سے دیکھنا)۔

۱۴۔ کلاہِ مہرِ عالم تاب: دنیا کو روشن کرنے والے سورج کے سر کا تاج۔

۱۵۔ آن: وقت کا مختصر سا وقفہ (ایک لمحہ)۔

۱۶۔ عہدِ کہن: دورِ ماضی، گزشتہ زمانہ۔

۱۷۔ عمرِ رفتہ: گزری ہوئی عمر، زندگی کا گزرا ہوا عرصہ۔

۱۸۔ خیمہ زن: قیام پذیر ہونا۔

۱۹۔ ثریا: ستاروں کا جھرمٹ جو آسمان میں نظر آتا ہے۔ (یہ تعداد میں چھ بتائے جاتے ہیں)۔

۲۰۔ چشمۂ دامن: مراد تیرے قدموں میں بہنے والا چشمہ۔

۲۱۔ آئینۂ سیال: بہنے والے (مائع صورت میں) آئینے کی طرح ہے۔

۲۲۔ دامنِ موجِ ہوا: موج ہوا کا دامن جسے رومال کی مانند صاف کرتا ہے۔

۲۳۔ رہوار: گھوڑا۔

۲۴۔ تازیانہ: چابک۔

۲۵۔ برقِ سرِ کہسار: پہاڑ کی بلند چوٹی پر چمکنے والی آسمانی بجلی (صاعقہ) کو تازیانے سے تشبیہ دی ہے۔

۲۶۔ سرِ کہسار: پہاڑ کی چوٹی۔

۲۷۔ بازی گاہ: کھیل کھیلنے کا میدان (زندگی کے تغیرات اور تبدیلیوں کو روبہ عمل دکھانے کا میدان مراد ہے)۔

۲۸۔ عناصر: زندگی مراد ہے۔

۲۹۔ فرطِ طرب: خوشی میں ڈوبا ہوا۔

۳۰۔ فیلِ بے زنجیر: آزاد مست ہاتھی۔

۳۱۔ جنبشِ موجِ نسیمِ صبح: صبح کی ہوا کی لہر۔

۳۲۔ گہوارہ: جھولا۔

۳۳۔ زبانِ برگ: پتّی کی زبان۔

۳۴۔ گویا: بولنے والی۔

۳۵۔ دستِ گل چیں: پھول توڑنے والا ہاتھ۔

۳۶۔ افسانہ: روداد۔

۳۷۔ کنجِ خلوت خانۂ قدرت: فطری مناظر سے معمور پردہ دراز تنہا گوشہ۔

۳۸۔ فراز: بلندی۔

۳۹۔ کوثر و تسنیم: جنت کی دو نہروں کے نام۔

۴۰۔ شاہدِ قدرت: قدرت کا محبوب (خوبصورت فطری مناظر مراد ہیں)۔

۴۱۔ آئینہ سا دکھلاتی ہوئی: مراد ہے کہ ندی کا شفاف پانی آئینے کی طرح قدرت کے حسین مناظر کا عکس دکھلا رہا تھا۔

۴۲۔ عراقِ دل نشیں: دل کو لبھانے والا نغمہ۔

۴۳۔ لیلیٰ شب: حسین رات مراد ہے۔

۴۴۔ زلفِ رسا: طویل خوبصورت بال۔

۴۵۔ تکلم: گفتگو (بات چیت کی آواز مراد ہے)۔

۴۶۔ تفکر: مراقب، سوچ میں گم۔

۴۷۔ غازہ: آرائشِ جمال کیلئے لگایا جانے والا پوڈر۔

۴۸۔ آبائے انساں: انسانوں کی ابتدائی نسلیں مراد ہیں۔

۴۹۔ غازۂ رنگِ تکلف: (رہن سہن کے مصنوعی طریقے تکلفات مراد ہیں)۔

گُلِ رنگیں

(تازہ کھلا ہوا گلاب)

۱۔ شناسا: واقف، آشنا۔

۲۔ خراش: رگڑ، ہلکا سا زخم۔

۳۔ عقدۂ مشکل: پیچیدہ گتھی (گرہ مراد ہے)۔

۴۔ زیبِ محفل: مجلس کا حسن بڑھانے والا۔

۵۔ شورشِ محفل: زندگی کے انقلابات، ہنگامے۔

۶۔ فراغت: بےفکری مراد ہے۔

۷۔ بزمِ ہستی: یہ زندگی۔

۸۔ سوز و ساز: آرزو (زندگی کے تفکرات، پریشانیاں اور خواہشات مراد ہیں)۔

۹۔ بے گداز آرزو: خواہش تمنا کے بغیر مراد ہے۔

۱۰۔ آئین: دستور، اصول۔

۱۱۔ دستِ جفا جو: ظلم کرنے والا ہاتھ۔

۱۲۔ دیدۂ حکمت کے الجھیڑے: عقل و فلسفہ کے مسائل۔

۱۳۔ دیدۂ بلبل: عاشق کی آنکھ (حسن کے نظارے سے لطف لینا مراد ہے)۔

۱۴۔ مستور: چھپا ہوا۔

۱۵۔ برگِ ریاضِ طور: صحرائے سینا کے پہاڑ طور کے شجر کا پتا۔

۱۶۔ مثلِ بو: خوشبو کی طرح۔

۱۷۔ پریشاں: منتشر، بکھرا ہوا۔

۱۸۔ زخمیِ شمشیرِ جستجو: (کسی منزل کی تلاش میں پھرنا مراد ہے)۔

۱۹۔ سامانِ جمعیت: اطمینان اور سکون کے اسباب۔

۲۰۔ جگر سوزی: جستجو، لگن، تلاش مسلسل۔

۲۱۔ جامِ جم: جمشید کا وہ پیالہ جس میں اسے اپنی پوری سلطنت کا احوال نظر آتا تھا۔

۲۲۔ آئینۂ حیرت: (حیران ہو کر چیزوں کی تہہ تک پہنچنے والی صلاحیت مراد ہے)۔

۲۳۔ تلاشِ مسلسل: مسلسل کوشش۔

۲۴۔ شمعِ جہاں افروز: زندگی کے مسائل کو روشن کرنے والی روشنی۔

۲۵۔ توسن: راکب، گھوڑا

۲۶۔ ادراک: عقل، خرد۔

۲۷۔ خرام آموز: چلنے پر آمادہ کرنے والی۔

عہدِ طفلی

(بچپن کا زمانہ)

۱۔ دیارِ نو: نئی دنیا، نیا جہاں۔

۲۔ آغوشِ مادر: ماں کی گود۔

۳۔ لطفِ جاں: مزا دینے والی۔

۴۔ حرفِ بے مطلب: بے معنی حرف۔

۵۔ شورشِ زنجیرِ در: کنڈی کی کھڑکھڑاہٹ۔

۶۔ دروغِ مصلحت آمیز: کسی مجبوری کی بنا پر بولا جانے والا جھوٹ۔ (یہاں مراد ہے بچے کو بہلانے کیلئے ماں کی گھڑی ہوئی کہانیاں)۔

۷۔ وقفِ دید: دیکھنے میں مصروف۔

۸۔ مائلِ گفتار: ہر وقت بولنے کیلئے تیار۔

۹۔ سراپا ذوقِ استفسار: سر سے لیکر پاؤں تک سارا وجود سوال کرنے کی صورت بن گیا۔

مرزا غالب

(اردو فارسی کے معروف شاعر ۱۷۹۷ء۔۱۸۶۹ء)

۱۔ فکرِ انساں: انسان کی عقل و فہم۔

۲۔ روشن ہوا: ظاہر ہوا، کھلا۔

۳۔ پرِ مرغِ تخیل: تصورات اور سوچ کے پرندے کی پرواز۔

۴۔ رسائی: پہنچ۔

۵۔ تا کجا: کہاں تک۔

۶۔ بزمِ سخن: خوش گفتاری کی محفل مراد ہے۔

۷۔ زیبِ محفل: محفل کی رونق۔

۸۔ دید: دیکھنا، نظارا کرنا۔

۹۔ منظور: پسند، چاہتا تھا۔

۱۰۔ سوزِ زندگی: جوشِ حیات، زندگی کی حرارت و حرکت۔

۱۱۔ بربط: ایک ساز کا نام جس کو عود بھی کہتے ہیں۔ یہاں مراد ہے شاعری۔

۱۲۔ سرمایہ دار: مالا مال۔

۱۳۔ سکوتِ کوہسار: پہاڑوں کی خاموشی۔

۱۴۔ فردوسِ تخیل: فکر اور خیالات سے تراشی ہوئی جنت۔

۱۵۔ کشتِ فکر: سوچ اور تخیل سے اگنے والی کھیتی۔

۱۶۔ شوخیٔ تحریر: شگفتہ دل کو لبھانے والی شاعری۔

۱۷۔ تابِ گویائی: بولنے کی طاقت، شاعری، اثر مراد ہے۔

۱۸۔ نطق: بولنے کی قوت۔

۱۹۔ لبِ اعجاز: معجزہ اور جادو جیسا کمال دکھانے والے ہونٹ (مراد شاعری)۔

۲۰۔ ثریا: آسمان کا بلند ترین مقام جہاں چھ ستاروں کا ایک جھرمٹ دمکتا ہے۔

۲۱۔ رفعتِ پرواز: (مفہوم و معنی کے لحاظ سے) بلند شاعری۔

۲۲۔ شاہدِ مضمون: لفظی مطلب خوبصورت محبوب مضمون (یعنی خوبصورت مضامین تری شاعری میں آنا پسند کرتے ہیں)۔

۲۳۔ خندہ زن: لفظی مطلب ہنسی اڑانا۔ (یہاں مراد ہے فخر و مباہات سے مسکرانا)۔

۲۴۔ غنچۂ دلی: دلی کا وہ پھول جو ابھی تک کھلا بھی نہیں، مراد ہیں مرزا غالب۔

۲۵۔ گلِ شیراز: ایران کے شہر شیراز کا پھول، مراد ہیں حافظ شیرازی، سعدی شیرازی۔

۲۶۔ تو آرامیدہ: آرام کر رہا ہے (دفن ہے مراد ہے)۔

۲۷۔ گلشن ویمر: جرمنی کے شہر ویمر کے ایک باغ میں۔

۲۸۔ ہم نوا: شاعری میں تیرا ساتھی، مراد گوئٹے (۱۷۴۹ء۔۱۸۳۲ء) جرمنی کا معروف شاعر۔

۲۹۔ لطفِ گویائی: شاعری کا لطف۔

۳۰۔ ہمسری: برابری۔

۳۱۔ فکرِ کامل: مکمل فلسفیانہ سوچ۔

۳۲۔ نظارہ آموز: دیکھنے کا سلیقہ عطا کرنے والی۔

۳۳۔ نگاہِ نکتہ بیں: حقیقت کی تہہ تک پہنچنے والی نگاہ۔

۳۴۔ گیسوئے اردو: لفظی مطلب اردو کی زلفیں مراد ہے، اردو زبان کے اسالیب شعر و سخن۔

۳۵۔ منت پذیر: احسان چاہتے ہیں، مراد ہے ضرورت رکھتے ہیں۔

۳۶۔ شانہ: کنگھی، کندھا۔

۳۷۔ شمع: مراد ہے اردو شاعری۔

۳۸۔ سودائی: مشتاق۔

۳۹۔ دل سوزئ پروانہ: نثار ہونے والے پروانے۔

۴۰۔ جہان آباد: دلی کا ایک قدیم نام (اصل میں شاہجہان آباد ہے)۔

۴۱۔ گہوارہ: پالنا، جھولا۔

۴۲۔ بام و در: در و دیوار، چھتیں، منارے۔

۴۳۔ شمس و قمر: لفظی مطلب چاند سورج، مراد ہے عالم و فاضل ہستیاں۔

۴۴۔ فخر روزگار: زمانے کیلئے قابلِ فخر۔

۳۵۔ آبِ دارِ موتی: (لفظی مطلب چمکدار موتی)۔

۳۶۔ ایسا بھی ہے: مطلب ہے کہ شاعر سوال کر رہا ہے جس کا جواب اُس کے اندر پنہاں ہے، یعنی نہیں اس جیسا کوئی اور نہیں ہے۔ اس کو استفہامِ انکاری کہتے ہیں۔

ابرِ کہسار

۱۔ فلک بوس: لفظی مطلب آسمان کو چومتا ہوا (بہت بلند و بالا)۔

۲۔ گل پاش: پھول بکھیرنے والا۔

۳۔ مسکن: رہنے کی جگہ۔

۴۔ بن: جنگل۔

۵۔ سونا: مراد ہے آرام کرنا ٹھہرنا۔

۶۔ سبزۂ کوہ: پہاڑ کا سبزہ۔

۷۔ دُرافشاں: موتی بکھیرنے والا۔

۸۔ ناقہ: اونٹنی۔

۹۔ حُدی خواں: قافلے کے اونٹوں کے سوار اپنے سفر کو خوشگوار اور اونٹوں کو تیز گام کرنے کے لیے جو نغمہ گاتے ہیں اس کو حُدی کہتے ہیں۔ (یہاں مطلب ہے حُدی گانے یا پڑھنے والا)۔

۱۰۔ شاہدِ رحمت: قدرت کی فصلوں کو اگانے والی بارش، شاہد (محبوب)۔

۱۱۔ غم زدائے دلِ افسردہ: غمگین دل کے رنج و غم کو مٹانے والا۔

۱۲۔ جوانانِ گلستاں: باغ کے پھول مراد ہیں۔

۱۳۔ گیسو: زلفیں۔

۱۴۔ موجۂ صرصر: ٹھنڈی ہوا کے جھونکے۔

۱۵۔ دیدۂ امید: بارش کی خواہش اور تمنا رکھنے والی آنکھ۔

۱۶۔ لبِ جُو: نہر کے کنارے۔

۱۷۔ گرداب: بھنور۔

۱۸۔ مزرعِ نوخیز: نئی کھلی کھیتی۔

۱۹۔ زادۂ بحر: سمندر کا بیٹا۔

۲۰۔ پروردہ: پالا ہوا۔

۲۱۔ شورشِ قلزم: سمندر جیسا طوفان۔

۲۲۔ قُم: اُٹھ جا۔ یعنی سبزہ کو سرسبز اور شاداب کر دیا۔ (اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس حکم کی طرف اشارہ ہے جو وہ مردے کے سر پر کھڑے ہو کر کہتے تھے اور وہ خدا کی قدرت سے زندہ ہو جاتا تھا)۔

۲۳۔ شبستاں: رات کی پُر آسائش جگمگاتی محفل۔

ایک مکڑا اور مکھی

۱۔ ماخوذ: کسی دوسرے کے اشعار یا مضمون وغیرہ کے اصل بنیادی نکتے سے متاثر ہو کر لکھی ہوئی نظم یا مضمون۔

۲۔ کٹیا: معمولی سی گھاس پھونس سے بنی جھونپڑی۔

۳۔ کھنچ کے رہنا: دور دور رہنا۔

۴۔ خاطر کرنا: مہمان داری کرنا۔

۵۔ بچھونے: بستر۔

۶۔ دانا: عقل مند۔

۷۔ بندا: (بندہ) خوشامد سے خوش ہونے والا انسان مراد ہے۔

۸۔ رتبہ: مرتبہ، عزت۔
۹۔ کنیاں: چھوٹے ریزے۔
۱۰۔ تیکھی: نرم پڑ گئی، دل میں محبت پیدا ہو گئی۔
۱۱۔ کھٹکا: خطرہ۔

ایک پہاڑ اور گلہری

(ماخوذ از ایمرسن)

۱۔ ایمرسن: مشہور امریکی شاعر اور مضمون نگار، پورا نام رالف والڈو ایمرسن تھا۔ بمقام بوسٹن ۲۵ مئی ۱۸۰۳ کو پیدا ہوا۔ متوفی ۲۷ اپریل ۱۸۸۲، کالرج اور ولیم ورڈز ورتھ سے بھی یورپ میں ملاقات ہوئی تھی۔ مشہور فلسفی کارلائل بھی اس کے دوستوں میں سے تھا۔ نظموں کا پہلا مجموعہ ۱۸۴۷ میں چھپا۔ اسی سے یورپ میں بھی ان کی شہرت مستحکم ہوئی۔
۲۔ پانی میں ڈوب مرنا: غیرت سے مر جانا۔
۳۔ خدا کی شان ہے: مطلب ہے کتنی حیران کر دینے والی بات ہے۔
۴۔ ناچیز: حقیر، کمتر۔
۵۔ چیز: مراد ہے بڑی مرتبے اور شان والی۔
۶۔ بساط: حیثیت۔
۷۔ پست: (لفظی مطلب نیچی) مراد ہے کم مرتبہ۔
۸۔ پہاڑ کہاں جانور غریب کہاں: مراد ہے پہاڑ تجھ جیسے معمولی جانور سے بہت بلند مرتبے کا مالک ہے۔
۹۔ منہ سنبھال ذرا: مراد ہے ذرا بات کرنے سے پہلے سوچ کر کیا کہہ رہا ہے۔
۱۰۔ کچی باتیں: بے عقلی کی باتیں۔
۱۱۔ حکمت: یہاں مراد ہے خدا کے کام جس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔
۱۲۔ چھالیا: سپاری۔
۱۳۔ بکی: فضول، بے فائدہ۔

ایک گائے اور بکری

۱۔ چراگہ: چراگاہ، وہ جگہ جہاں جانور چرتے ہیں۔
۲۔ سراپا بہار ہونا: سرسبز اور شاداب ہونا۔
۳۔ سلیقے سے: تمیزداری سے۔
۴۔ جان پر آ بننا: مراد ہے مصیبت اور مشکل میں گرفتار ہونا۔
۵۔ جان کو رونا: مراد ہے برا بھلا کہنا۔
۶۔ پالا پڑنا: واسطہ پڑنا۔
۷۔ ہتھکنڈا: چالاکی، فریب۔
۸۔ رام کرنا: مطیع کرنا، فرمانبردار کرنا۔
۹۔ ماجرا: کہانی۔
۱۰۔ دم: زندگی مراد ہے۔
۱۱۔ گذران: زندگی گزارنے کا عمل۔
۱۲۔ خدا لگتی کہنا: انصاف کی بات کرنا۔
۱۳۔ وجود: ہستی۔
۱۴۔ دل کو لگنا: دل پر اثر کرنا۔

بچے کی دعا

۱۔ تمنا: خواہش، آرزو۔

۲۔ شمع: مراد ہے دوسروں کو راستہ دکھانے والی۔

۳۔ زینتِ آرائش: سجاوٹ۔

۴۔ حمایت: طرف داری۔

ہمدردی

۱۔ ولیم کوپر: مشہور انگریزی شاعر پیدائش ۲۶ر اپریل ۱۷۳۱ء، انتقال ۲۵ر اپریل ۱۸۰۰ء، شاعری کے ساتھ ساتھ خطوط نویسی میں بھی ایک ادبی مرتبہ رکھتا ہے۔

۲۔ سرپہ آئی: قریب آئی۔

۳۔ دیا: چراغ۔

۴۔ اچھے: مراد ہے نیک۔

ماں کا خواب

۱۔ اضطراب: بے قراری، بے چینی۔

۲۔ لرزنا: کانپنا۔

۳۔ وحشت: خوف۔

۴۔ حوصلہ: ہمت۔

۵۔ زمردی: سبز رنگ جیسی۔

۶۔ پسر: بیٹا۔

پرندے کی فریاد

۱۔ چوٹ دل پر لگنا: مراد ہے دکھ ہونا، تکلیف پہنچنا۔

۲۔ مسکرانا: کھلنا۔

۳۔ کامنی: حسین، نازک۔

۴۔ فریاد: انصاف کی پکار۔

خفتگانِ خاک سے استفسار

۱۔ خفتگانِ خاک: لفظی مطلب خاک میں سوئے ہوئے، شاعر کی مراد ان لوگوں سے ہے جو قبروں میں سوئے ہوئے ہیں۔

۲۔ استفسار: سوال۔

۳۔ مہر: سورج۔

۴۔ روئے شام: شام کا چہرہ۔

۵۔ شامیانۂ ہستی: لفظی مطلب زندگی کے کاشانے شاعر کی مراد ہے کائنات۔

۶۔ گیسوئے شام: شام کی زلفیں۔

۷۔ سیہ پوشی: غم میں سیاہ لباس پہننا۔

۸۔ نفور: نفرت کرنے والا۔

۹۔ ہنگامۂ عالم: زندگی کی رونقیں۔

۱۰۔ حرماں نصیبی: نامرادی، محرومی۔

۱۱۔ تماشائی: نظارہ کرنے والا۔

۱۲۔ ہم نشین: ساتھی۔

۱۳۔ کنجِ تنہائی: تنہائی کا گوشہ۔ یہاں شاعر کی مراد قبرستان سے ہے۔

۱۴۔ تھم ذرا بیتابیِ دل: اے دل بے تاب ذرا توقف کر۔

۱۵۔ حیرت خانہ: جہاں نئے نئے حیران کرنے والے واقعات ہوتے ہوں (مراد ہے یہ دنیا)۔

۱۶۔ امروز و فردا: آج اور کل، مراد ہے گزرتا ہوا وقت اور زمانہ۔

۱۷۔ پیکارِ عناصر: (آگ، پانی، مٹی، ہوا) چار عناصر کی آپس جنگ جس سے بنتی بگڑتی رہتی ہے یہ دنیا۔

۱۸۔ حصار: قلعہ۔

۱۹۔ محصور: گھرا ہوا، قید۔

۲۰۔ ولایت: ملک، سلطنت۔

۲۱۔ گل و بلبل کا افسانہ: عشق و محبت کی داستانیں۔

۲۲۔ رشتہ و پیوند: تعلق داری اور رشتہ داری۔

۲۳۔ آزار: تکلیف، دکھ۔

۲۴۔ نکیلے خار: نوک دار کانٹے۔ مراد ہے تکلیف دینے والے رشتے۔

۲۵۔ اُفتاد: مصیبت۔

۲۶۔ فکر: پریشانی۔

۲۷۔ بجلی: مراد ہے آفات۔

۲۸۔ دہقان: لفظی مطلب کسان شاعر کی مراد ہے بے چارہ انسان، بے بس لوگ۔

۲۹۔ خرمن: لفظی مطلب ڈھیر، شاعر کی مراد ہے پیداوار، کھیتوں کا ثمر۔

۳۰۔ خشت: اینٹ۔

۳۱۔ گِل: مٹی۔

۳۲۔ بیگانے: نا آشنا، بے علم۔

۳۳۔ امتیاز: فرق۔

۳۴۔ فریاد: مظلوم کی پکار۔

۳۵۔ دردِ دل: ہمدردی، دل داری مراد ہے۔

۳۶۔ رخِ بے پردہ: بے نقاب چہرہ۔

۳۷۔ حسنِ ازل: قدرت کا حقیقی جمال۔

۳۸۔ معصیت سوزی: گناہوں کو جلا کر خاک کرنا، مراد ہے گناہ گاروں کو پاک کرنے کا طریقہ۔

۳۹۔ تادیب: ادب سکھانے کا عمل، مراد ہے فرمانبردار بنانے کا عمل۔

۴۰۔ ہست و بود: رہنے سہنے اور بود و باش کا طریقہ۔

۴۱۔ دلِ مہجور: جدائی کا مارا ہوا دل۔

۴۲۔ لن ترانی: تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا، کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خدا کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ جواب تھا۔

۴۳۔ تعلیلِ ذوقِ استفسار: سوال کرنے اور جاننے کا شوقین ہونا۔

۴۴۔ گنبدِ گرداں: گھومنے والا آسماں۔

شمع و پروانہ

۱۔ سیماب وار: تڑپتی رہتی ہے۔

۲۔ طواف: ارد گرد گھومنا۔

۳۔ پھونکا ہوا: مراد ہے عشق کی آگ میں جلا ہوا۔

۴۔ برقِ نگاہ: نگاہوں کی بجلی۔

۵۔ زندگیِ جاوداں: لافانی زندگی۔

۶۔ تفتہ: جلا ہوا، عاشق۔

۷۔ کلیم: (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب) حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ خدا کے جلوے دیکھنے کے مشتاق تھے اس لیے یہاں پروانے کو ان سے تشبیہ دی ہے۔

عقل و دل

۱۔ رسا: دور تک پہنچنے والی۔

۲۔ خضرِ خجستہ پا: بابرکت قدموں والا خضر، حضرت خضر علیہ السلام کا لقب ہے جو بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ دکھاتے، رہنمائی کرتے ہیں۔ یہاں عقل کو حضرت خضر جیسا عمل کرنے والا کہا ہے۔

۳۔ مفسر: تشریح کرنے والا۔

۴۔ کتابِ ہستی: زندگی کی کتاب۔

۵۔ باطن: اندر۔

۶۔ معرفت: اصل حقیقت تک جاننا۔

۷۔ خدا جو: خدا کو ڈھونڈنے والی۔

۸۔ خدا نما: خدا کا جلوہ دکھانے والا۔

۹۔ محفلِ صداقت: سچائی کی مجلس۔

۱۰۔ زمان و مکاں سے رشتہ بپا: صرف اس مادی دنیا سے رشتہ جوڑنے والی، مراد ہے اس دنیا کے علم تک محدود رکھتی ہے۔

۱۱۔ طائرِ سدرہ آشنا: لفظی مطلب سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے والا پرندہ۔ (سدرۃ المنتہیٰ وہ مقام ہے جہاں سے آگے عرشِ الٰہی کی حد شروع ہوتی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اس مقام سے آگے نہیں جاسکتے۔ مراد یہ ہے کہ میں بلند پرواز ہوں، انتہائی بلندیوں تک جاسکتی ہوں)۔

صدائے درد

۱۔ کل پڑنا: چین آنا، سکون آنا۔

۲۔ محیط: دریا کی چوڑائی، پھیلاؤ۔

۳۔ گنگا: ہندوستان کا وہ معروف دریا جو ہندوؤں کے نزدیک مقدس ہے۔

۴۔ قیامت: مراد ہے بہت زیادہ۔

۵۔ نفاق: نااتفاقی۔

۶۔ وصل: ملاپ۔

۷۔ فراق آمیز: جدائی کا رنگ لیے ہوئے۔

۸۔ یک رنگی: ایک ہونا، اتفاق۔

۹۔ ناآشنائی: غیریت۔

۱۰۔ اخوت: بھائی چارہ۔

۱۱۔ نغمہ پیرائی: مسرت اور خوشی کے نغمے گانا۔

۱۲۔ اختلاطِ موجہ و ساحل: مراد ہے کہ کنارے اور دریا کی موج کے درمیان جو تصادم اور ٹکراؤ ہورہا ہے۔

۱۳۔ دانۂ خرمن نما: کسی بھی جنس (ڈھیر) کا ایسا دانہ جو پوری پیداوار یا ڈھیر (خرمن) کے بارے میں بتادے کہ وہ کیسی ہے۔

۱۴۔ معجز بیاں: صداقت اور حقیقت کو بیان کرنے والا۔

۱۵۔ خود نما: روپ دکھانے والا۔

۱۶۔ مائل: مراد ہے عاشق (متوجہ)۔

۱۷۔ جوہر: اصل خوبی۔

۱۸۔ آتشِ پیکار: لڑائی جھگڑے کی آگ۔

آفتاب

(ترجمہ گاتری)

۱۔ گاتری: سورج دیوتا کی تعریف میں کہا گیا بھجن۔

۲۔ روحِ و روانِ جہاں: جس کی وجہ سے اس کائنات میں روشنی، حرکت اور زندگی ہے۔

۳۔ شیرازہ بند: انتظام و انصرام قائم کرنے والا۔

۴۔ دفترِ کون مکاں: کائنات، دنیا۔

۵۔ وجود: کسی شے کا ہونا۔

۶۔ عدم: کسی شے کا نہ ہونا۔

۷۔ سبز: پُر رونق۔

۸۔ چمنِ ہست و بود: یہ دنیا (جو ہے اور تھا اس کا چمن)۔

۹۔ عنصروں کا تماشا: یہ دنیا (عناصر آگ، پانی، مٹی، ہوا سے مل کر بننے، بگڑنے والی دنیا)۔

۱۰۔ ثبات: قیام، استحکام۔

۱۱۔ سوز و ساز: جلنا، روشن ہونا۔

۱۲۔ ضیائے شعور: عقل کی روشنی، اچھے برے کو پہچاننے والی روشنی۔

۱۳۔ چشمِ خرد: عقل کی آنکھ۔

۱۴۔ محفلِ وجود: زندگی کی محفل۔

۱۵۔ ساماں طراز: بنانے سنوارنے والا۔

۱۶۔ یزداں: مالک، آقا (خدا)۔

۱۷۔ ساکنانِ نشیب و فراز: پستی اور بلندی پر رہنے والے۔

۱۸۔ زائیدگانِ نور: نور سے پیدا کیے ہوئے، مراد ہیں فرشتے۔

۱۹۔ تاجدار: بادشاہ، آقا۔

شمع

۱۔ فریاد دور گرہ: فریاد کرنے کے لیے تیار۔

۲۔ دانۂ سپند: ہرمل کا دانہ، (ہرمل کا دانہ ذرا سی گرمی ملنے پر فوراً ایک چٹک کی آواز کے ساتھ دھواں دینے لگتا ہے اسے ذرا سے اضطراب پر فریاد کناں ہونے والے شخص سے تشبیہ دی جاتی ہے)۔

۳۔ سوزِ دروں: اندر کا جلنا۔

۴۔ اشکِ شفق گوں: شفق کی طرح سرخی لیے ہوئے آنسو۔

۵۔ ہم کنار: (ملنا) ملاپ ہوا رہنا۔

۶۔ یک بیں: بلا تفریق و تعصب سب کو روشن کرنے والی۔

۷۔ عاشقانِ زار: عشق کے روگ میں مبتلا۔

۸۔ مایۂ آشوبِ امتیاز: بلند و پست کا فرق رکھنے والی۔

۹۔ دیر و حرم: مندر و مسجد۔

۱۰۔ برقِ تجلی: خدا کے جلوے۔

۱۱۔ جلنا: یہاں جدائی میں جلنا مراد ہے۔

۱۲۔ بینا: نظر رکھنے والی۔

۱۳۔ سیماب وار: پارے کی طرح بے چین۔

۱۴۔ ناز: ادا، جو عاشق کے دل کو تڑپانے والی ہو۔

۱۵۔ بے نیاز: جسے کسی کی پروانہ ہو۔ (مراد ہے محبوبِ حقیقی)۔

۱۶۔ خوابیدہ: سوئے ہوئے، چھپے ہوئے۔

۱۷۔ شرر: چنگاری۔

۱۸۔ رفعت: بلندی۔

۱۹۔ کشاکش: کھینچا تانی۔

۲۰۔ آگہی: پہچان۔

۲۱۔ دلستان: دل موہ لینے والا، جذبۂ عشق بیدار کرنے والا۔

۲۲۔ کن: وہ لفظِ تخلیق جو خدا تعالیٰ کی زبان سے نکلتا ہے تو چیزیں وجود میں آ جاتی ہیں، لفظی مطلب ہے "ہو جا"۔

۲۳۔ تپش آموز: تڑپ عطا کرنے والی۔

۲۴۔ گلشنِ کن: اس کائنات کو کہا ہے۔

۲۵۔ خوابِ پریشاں: متعدد اور بے شمار منتشر تصورات اور خیالات، آرزوئیں، تمنائیں۔

۲۶۔ حجابِ وجود: وجودِ الٰہی سے دوری۔

۲۷۔ شامِ فراق: جدائی کا لمحہ، دوری، شعور پیدا ہونا۔

۲۸۔ زیبِ درختِ طور میرا آشیانہ تھا: مراد ہے کہ مجھے قربِ الٰہی حاصل تھا۔

۲۹۔ قفس: پنجرہ (مراد ہے یہ دنیا)۔

۳۰۔ غربت: پردیس (مراد ہے کہ جنت تو وطن تھا دنیا پردیس ہے)۔

۳۱۔ غم کدہ: آزرداری اور غم و الم کا گھر، مراد ہے یہ دنیا۔

۳۲۔ مسجودِ ساکنانِ فلک: انسان کا لقب ہے۔ اسے فرشتوں (آسمانوں پر رہنے والوں) نے سجدہ کیا۔

۳۳۔ مآل: انجام۔

۳۴۔ ثریا نشاں: جس کا نام و نشان ثریا کی طرح بلند و بالا ہو (ثریا چھ ستاروں کا مجموعہ جو آسمان کی بلندیوں پر واقع ہے)۔

۳۵۔ آہنگِ طبع: طبیعت و پسند کا نغمہ (مراد ہے کہ طبعِ خالق کائنات کی منشاء کے مطابق)۔

۳۶۔ ناظمِ کون و مکاں: کائنات کا نظم و نسق کرنے والا۔

۳۷۔ سرِ دیوانِ ہست و بود: کائنات کے دیوان کا آغاز۔

۳۸۔ چشمِ غلط نگر: ایسی آنکھ کو کہا ہے جو پہچان سے عاری ہو۔

۳۹۔ سلسلۂ زمان و مکاں: یہ زماں و مکاں کی پابند دنیا، مادی دنیا مراد ہے۔

۴۰۔ اسیرِ فریبِ نگاہ: نگاہ کے دھوکے میں قید۔

۴۱۔ صیاد: شکاری۔

۴۲۔ حلقۂ دامِ ستم: ظلم کے جال کا پھندہ۔

۴۳۔ بامِ حرم: حرم (کعبہ) کی منڈیر۔

۴۴۔ رازِ کہن: پرانا راز (مراد ہے انسان کی اصل حقیقت کیا ہے)۔

۴۵۔ قصۂ دار و رسن: تلمیح ہے (اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب حسین بن منصور حلاج کو حقیقتِ انسان کے راز کو لب پر لانے کی پاداش میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا)۔

۴۶۔ چھڑ نہ جائے: دوبارہ وقوع پذیر نہ ہو جائے۔

ایک آرزو

۱۔ دل کا بجھ جانا: اداس ہو جانا، شوق سے خالی ہو جانا۔

۲۔ شورش: ہنگامہ۔
۳۔ تقریر بھی فدا: آواز کو بھی قربان کیا جاسکے۔
۴۔ عزلت: تنہائی۔
۵۔ جہاں نما: دنیا کی خبر دینے والا۔
۶۔ ادا: دل کو لبھا لینے والی کیفیت۔
۷۔ مانوس: عادی، ہلی ہوئی۔
۸۔ کھٹکا: خطرہ، ڈر۔
۹۔ کٹیا: جھونپڑی۔
۱۰۔ ہم نوا: آواز سے آواز ملا کر گانے والا۔
۱۱۔ روزن: سوراخ۔
۱۲۔ سحر نما: صبح کی آمد کا پتہ دینے والا۔
۱۳۔ درا: کوچ کی گھنٹی۔

آفتابِ صبح

۱۔ شورشِ مے خانۂ انساں: لفظی مطلب ہے انساں کے شراب خانے کے شور ہنگامے، مراد ہے یہ پُرشور اور بے رونق دنیا۔
۲۔ بالاتر: اونچا، بلند۔
۳۔ زینتِ بزمِ فلک: آسمان کی محفل کی سجاوٹ۔
۴۔ درِ گوشِ عروسِ صبح: صبح کی دلہن کے کان کا موتی۔
۵۔ سیمائے افق: افق کی چاندی، وہ خوبصورت سفیدی مراد ہے جو علی الصبح افق پر نظر آتی ہے۔
۶۔ مدادِ شب: رات کی تاریکی، سیاہی۔
۷۔ نقشِ باطل: جھوٹ کے نشان۔
۸۔ خواب کی مے: نیند کا نشہ مراد ہے۔
۹۔ چشمِ باطن: گہری حقیقت اور چھپی ہوئی صداقت کو پا لینے والی آنکھ۔
۱۰۔ حوصلے: بھرپور شوق۔
۱۱۔ قیدِ زنجیرِ تعلق: تعلقات اور انسانی رشتے، ضابطے اور تعلقات۔
۱۲۔ زیر و بالا: چھوٹے بڑے (منصب کے لحاظ سے)۔
۱۳۔ چشمِ تماشا: دیکھنے والی آنکھ۔
۱۴۔ سرشک آباد: آنسو بہانے والی۔
۱۵۔ امتیاز: فرق۔
۱۶۔ بستۂ رنگِ خصوصیت: کسی خاص رنگ و نسل و گروہ سے جڑی ہوئی۔
۱۷۔ شناسائے فلک: بلند و بالا۔
۱۸۔ تخیل: خیالات، تصورات۔
۱۹۔ عقدۂ اضداد کی کاوش: مختلف متضاد مسائل کی مشکلات۔
۲۰۔ حسنِ عشق انگیز: دل کو اپنی طرف کھینچنے والی خوبصورتی۔
۲۱۔ شاہدِ قدرت آئینہ: ایسا آئینہ جس میں قدرت کا جلوہ نظر آئے۔
۲۲۔ زحمت کشِ ہنگامۂ عالم: دنیا کے ہنگاموں کی پریشانیوں کو اٹھانے والا۔
۲۳۔ فضیلت: بڑائی۔
۲۴۔ ہمسر: ہم رتبہ۔
۲۵۔ نورِ مسجودِ ملک: انسان مراد ہے۔
۲۶۔ گرمِ تماشا: دیکھنے میں مصروف۔

۲۷۔ منت پذیر: احسان اُٹھانے والا (تیرا وجود گل کی مہک کے آنے سے ہی ظہور ہوسکتا ہے)۔

۲۸۔ لیلیٰ ذوقِ طلب: منزل و مقصد کی تلاش و جستجو کا خوبصورت جذبہ مراد ہے۔

۲۹۔ کشودِ عقدہ مشکل: مشکل گرہوں (مسائل) کو کھولنے کی لگن۔

۳۰۔ سعی بے حاصل: ناکامیاب کوششیں۔

۳۱۔ دردِ استفہام: سوال کرنے اور جاننے کی تڑپ۔

دردِ عشق

۱۔ گہرِ آب دار: چمکتا ہوا سچا موتی۔

۲۔ نامحرم: (جمع نامحرموں) اجنبی۔

۳۔ آشکار: ظاہر۔

۴۔ پنہاں: چھپی ہوئی۔

۵۔ ظاہر پرست: چیزوں کے صرف ظاہر کی شیدائی، مادیت کو پسند کرنے والی۔

۶۔ محفلِ نو: جدید دور، مادہ پرست دنیا۔

۷۔ نئی ہوا: نئے خیالات۔

۸۔ چمنِ ہست و بود: یہ دنیا۔

۹۔ نمود: ظاہر ہونا۔

۱۰۔ خودنمائی: اپنی نمائش کرنا۔

۱۱۔ منت پذیرِ نالۂ بلبل: بلبل کے نالے کا احسان اُٹھانے والا۔

۱۲۔ پنہاں درونِ سینہ: سینے کے اندر کہیں گہرائی میں چھپا ہوا۔

۱۳۔ غماز: چغلی کھانے والا، راز کو فاش کرنے والا۔

۱۴۔ آوازِ نے: عشق کی آواز (لفظی مطلب بانسری کی آواز)۔

۱۵۔ شکوۂ فرقت: جدائی کی شکایت۔

۱۶۔ نکتہ چیں: خامیاں نکالنے والا۔

۱۷۔ حیرتِ علم آفریدہ: وہ حیرت جو معلومات حاصل کرنے کے بعد ہو۔

۱۸۔ نگہِ نارسیدہ: حقیقت تک نہ پہنچ سکنے والی نگاہ۔

۱۹۔ دیدۂ حکمت پسند: علم کی شیدائی آنکھ۔

۲۰۔ کشتۂ نظارۂ مجاز: ظاہری باتوں پر مرنے والی۔

۲۱۔ مخمور: ڈوبا ہوا۔

۲۲۔ کلیموں: آج کل کے حسن کے شیدائی (کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب تھا وہ حسنِ ازل کے نظارے کے شیدائی تھے)۔

۲۳۔ طور: وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ (کلیم اللہ) علیہ السلام کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا۔

گلِ پژمردہ

(مرجھایا ہوا پھول)

۱۔ تمنائے دلِ بلبل: بلبل کے دل کی تمنا۔

۲۔ گہوارۂ جنباں: جھولتا ہوا پالنا۔

۳۔ گلِ خنداں: کھلتا ہوا پھول۔

۴۔ طبلۂ عطار: عطر فروش کا وہ بکس جس میں عطر کی شیشیاں رکھ کر فروخت کرتا ہے۔

۵۔ دیدۂ گریاں: روتی ہوئی آنکھ۔

۶۔ تعبیر: خواب کا نتیجہ۔

۷۔ ہیچو نے: بانسری کی طرح۔

۸۔ نیستاں: (لفظی مطلب بانسوں کا جنگل) مراد ہے دنیا جہاں سے بانسری (شاعر) جدا ہو کر اس دنیا میں آیا ہے۔
۹۔ بشنوائے گل: اے گل سنو۔
۱۰۔ جدائی: فراق۔

سیّد کی لوحِ تُربت

۱۔ سیّد: سر سید احمد خان۔
۲۔ لوحِ تربت: وہ پتھر جو قبر پر مردے کا نام لکھ کر لگا دیا جاتا ہے۔
۳۔ تارِ نفس: مراد ہے سانس کا آنا جانا۔
۴۔ گرویدۂ تقریر: گفتگو پر فدا، گفتگو کو پسند کرنے والا۔
۵۔ وا نہ کرنا: مراد ہے نہ بولنا۔
۶۔ مدبر: صاحبِ عقل و تدبیر۔
۷۔ زیبا: مناسب۔
۸۔ بیم و ریا: مایوسی، منافقت۔
۹۔ معجز رقم: ایسا قلم جس کی تحریر بے مثال ہو، کوئی دوسرا نہ لکھ سکتا ہو۔
۱۰۔ جامِ جم: ایران کے بادشاہ کا وہ جام جس میں اسے دنیا کا احوال دکھائی دیتا تھا۔
۱۱۔ تلمیذِ رحمانی: خدا کا شاگرد، جسے خدا کی طرف سے علم عطا ہو، شاعروں کے بارے میں مقولہ ہے۔
۱۲۔ بے آبرو: رسوا، بدنام۔
۱۳۔ اعجاز: جادو، یہاں اثر مراد ہے۔

ماہِ نو

۱۔ غرقابِ نیل: دریائے نیل میں غرق ہو گئی (نیل مصر کا دریا ہے یہاں نیلے آسمان کو نیل سے تشبیہ دی گئی ہے)۔
۲۔ روئے آبِ نیل: نیل کے پانیوں کی سطح پر، مراد ہے آسمان کی سطح پر۔
۳۔ طشتِ گردوں: آسمان کا تھال۔
۴۔ خونِ ناب: گاڑھا خون۔
۵۔ فصدِ آفتاب: لفظی مطلب ہے آفتاب کی رگ (فصد کھولنا اس عمل کی طرف اشارہ ہے جب رگ کو نشتر سے کھول کر جراح گندہ خون نکال دیتے تھے)۔
۶۔ بالی: کان کا زیور۔
۷۔ عروسِ شام: شام کی دلہن۔
۸۔ سیمِ خام: کچی چاندی۔
۹۔ بانگِ درا: تانگے کے چلنے کی آواز۔ (یہ دراصل ان گھنٹیوں کی آواز کی طرف اشارہ ہے جو تانگے کی سواریوں کے جانوروں کے گلے میں پڑی ہوتی تھیں)۔
۱۰۔ بے منت: لفظی مطلب ہے احسان مند نہ ہونا، شاعر کی مراد ہے کہ نہایت خاموشی کے ساتھ کسی بانگِ درا کا احسان اٹھائے بغیر۔
۱۱۔ آوازِ پا: قدموں کی چاپ۔
۱۲۔ سیارہ: متحرک۔
۱۳۔ ثابت نما: ٹھہرا ہوا جو بے حرکت معلوم ہو۔
۱۴۔ خارِ حسرت: خواہشوں کے کانٹے۔
۱۵۔ بے کل: بے چین۔

۱۶۔ طفلکِ سیماب پا: بے چین بچہ، ہر وقت کچھ نہ کچھ کرنے پر آمادہ۔

انسان اور بزمِ قدرت

۱۔ خورشیدِ زرفشاں: چمکتا ہوا سورج۔
۲۔ بزمِ معمورہ: بستی، یہ دنیا، پُر رونق آباد دنیا۔
۳۔ پرتوِ مہر: سورج کی روشنی۔
۴۔ سیمِ سیال: بہتی چاندی۔
۵۔ خلد: جنت۔
۶۔ والشمس: قرآن کی اس سورۃ کی طرف اشارہ ہے جس کی ابتدا "والشمس" سے ہوتی ہے یعنی قسم ہے سورج کی۔
۷۔ خیمۂ گردوں: آسمان کا خیمہ۔
۸۔ طلائی: سنہری۔
۹۔ نجمِ شام: شام کا ستارا۔
۱۰۔ مستور: چھپی ہوئی۔
۱۱۔ اختر: ستارہ۔
۱۲۔ سیہ روز، سیہ بخت، سیہ کار: تینوں الفاظ سے مراد ہے بدبخت، بدقسمت۔
۱۳۔ بامِ گردوں: آسمان کے بلند و بالا کنارے۔
۱۴۔ بے نگارِ وجود: حسنِ کائنات کے موجود کا جواز۔
۱۵۔ بے منتِ خورشید: بغیر خورشید کا احسان اٹھائے۔
۱۶۔ حلقۂ دامِ تمنا: خواہشوں کے جال۔
۱۷۔ پابندِ مجاز: ظاہر پرست۔
۱۸۔ گرمِ نیاز: مراد ہے کہ فرماں برداری اور غلامی پر آمادہ۔

پیامِ صبح

۱۔ لانگ فیلو: امریکی شاعر (۱۸۰۷۔۱۸۸۲) اصل نام ہنری واڈزورتھ لانگ فیلو۔ ۱۸۳۳ء کے قریب کیمبرج میں مستقل قیام کرلیا۔
۲۔ جبینِ شب: رات کی پیشانی۔
۳۔ افشاں: مقیش کی کترن جو دلہن کی مانگ میں لگاتے ہیں، یہاں شاعر نے ستاروں کو مقیش کی کترن (افشاں) قرار دیا ہے۔
۴۔ صبحِ خنداں: مسکراتی ہوئی صبح۔
۵۔ رنگیں نوا: خوبصورت نغمے گانے والی۔
۶۔ شانہ ہلایا: مراد ہے کندھا ہلا کر ہوشیار کرنا۔
۷۔ طلسمِ ظلمتِ شب: رات کی تاریکی کا جادو۔
۸۔ والنور: قرآن مجید کی سورہ کی طرف اشارہ ہے۔ مراد یہاں سورج لیا ہے۔
۹۔ شبستاں: رات کی محفل۔
۱۰۔ خوابیدگانِ دیر: مندروں کے سوئے ہوئے پجاری۔
۱۱۔ گورِ غریباں: قبرستان مراد ہے۔
۱۲۔ شہرِ خموشاں: خاموش لوگوں کا شہر (قبرستان)۔

عشق اور موت

۱۔ ٹینی سن: انگلستان کا ملک الشعرا (۱۸۹۲۔۱۸۰۹)۔
۲۔ سہانی: دل پسند۔
۳۔ نمودِ جہاں: تخلیقِ کائنات۔
۴۔ تبسم فشاں: مسکراہٹ بکھیرنا۔
۵۔ پیراہن: لباس۔

۶۔ تابندگی: چمک دمک۔
۷۔ تشنہ کام: پیاسی۔
۸۔ بے خودی: مستی، بے خبری۔
۹۔ چوٹی: گندھے ہوئے بال۔
۱۰۔ آسماں: یہاں مراد ہے بلند مرتبہ۔
۱۱۔ لامکاں: وہ مقدس مکاں (جگہ) جہاں خدا کا قیام ہے۔
۱۲۔ نظارگی: مراد ہے صفت نظارہ و دیکھنے کی حس۔
۱۳۔ چکا: مراد ہے سر سے لے کر پاؤں تک۔
۱۴۔ قضا: موت۔
۱۵۔ قضارا: اچانک۔
۱۶۔ آشکارا: عیاں۔
۱۷۔ رختِ ہستی: زندگی کا لباس۔
۱۸۔ شرارہ: چنگاری۔
۱۹۔ نیستی: مٹا دینا۔
۲۰۔ نورِ مطلق: خدائے بزرگ و برتر۔
۲۱۔ آنکھوں کا تارا: پیارا، پسندیدہ۔
۲۲۔ گوارا: برداشت۔
۲۳۔ شکارِ قضا: موت کا شکار۔

زہد اور رندی

۱۔ صوفی منشی: صوفیانہ زندگی کا چلن۔
۲۔ اعالی: اعلیٰ مرتبے کے لوگ (جمع)۔
۳۔ ادانی: ادنیٰ مرتبے کے لوگ۔
۴۔ پنہاں: چھپی ہوئی۔
۵۔ مضمر: چھپے ہوئے۔
۶۔ زہد: تقویٰ، پرہیزگاری۔
۷۔ ذُرد: تلچھٹ، یہاں مراد ہے کمتر خیالات۔
۸۔ ہمہ دانی: علمیت اور فضیلت۔
۹۔ کرامات: غیبی کمالات۔
۱۰۔ رند: وسیع المشرب۔ مراد ہے ایسا شخص جو اپنی مرضی سے زندگی بسر کرتا ہو۔
۱۱۔ زاہد: تقویٰ اور پرہیزگاری کے اصول کا پابند۔
۱۲۔ قمری: (ایک پرندہ، کبوتر کے سائز کا اور شکل و صورت سے ملتا جلتا، خاکستری رنگ کا ہوتا ہے۔ عموماً اس کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سرو کے درخت کا عاشق سمجھا جاتا ہے۔ یہاں شمشادِ معانی سے مراد شاعری کا درخت ہے اور قمری شمشادِ معانی مطلب ہوا حقیقت بیاں شاعر۔
۱۳۔ کلیم ہمدانی: فارسی کا معروف شاعر اور ہمدان (ایران) کا رہنے والا تھا۔ پورا نام اس کا ابوطالب کلیم تھا۔ شاہجہاں کے دربار سے منسلک رہا۔
۱۴۔ فلسفہ دانی: فلسفے کا مطالعہ۔
۱۵۔ تشیع: شیعہ مسلک سے لگاؤ۔
۱۶۔ تفضیلِ علی: مراد ہے علیؓ کے مرتبے کو دوسرے صحابہ کرام سے بلند سمجھنا۔
۱۷۔ خاک اُڑانی: مضحکہ اڑانا۔
۱۸۔ معانی کا کھلنا: راز کا فاش ہونا۔
۱۹۔ خفقانی: اوہام کا شکار۔
۲۰۔ منصور کا ثانی: (یہاں مراد ہے حسین بن منصور حلاج) منصور جیسا دوسرا۔

۲۱۔ نغز بیانی: خوبصورت اور دلچسپ بیان (یہاں طنزیہ کہا ہے)۔
۲۲۔ اَحبا: محبت کرنے والے (دوست)۔
۲۳۔ قربِ مکانی: ہمسائگی۔
۲۴۔ پیری: بڑھاپا۔
۲۵۔ پیدا: یہاں مراد ہے ظاہر ہے یہ حجت نہیں۔
۲۶۔ اشک فشانی: آنسو بہانا۔
۲۷۔ تمسخر: ازراہِ مذاق۔
۲۸۔ واللہ: خدا کی قسم۔

شاعر

۱۔ گویا: یہ کہا جاسکتا ہے۔
۲۔ افراد: لوگ (جمع)۔
۳۔ اعضائے قوم: مراد ہے کہ فرد قوم کے اعضا ہیں۔
۴۔ منزل: یعنی وہ مقام جو حاصل کرنا مقصود ہے۔
۵۔ صنعت: کاری گری۔
۶۔ رہ پیما: راہ پر چلنے والے۔
۷۔ محفلِ نظمِ حکومت: وہ افراد جو حکومت کا نظم و نسق چلاتے ہیں۔
۸۔ دیدۂ بینا: راستہ دیکھنے اور پہچاننے والی آنکھ۔

دل

۱۔ قصۂ دار و رسن: (تلمیح) حسین بن منصور حلاج کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب اسے "انا الحق" کہنے کی پاداش میں پھانسی دے دی گئی۔ (اس سے راہِ حق میں کڑی آزمائش سے گزرنا مراد ہے)۔

۲۔ بازیِ طفلانہ: بچوں کا کھیل، شاعری مراد ہے بہت آسان مرحلہ۔
۳۔ اَرِنی: (اے خدا مجھے اپنا جلوہ دکھا) کوہِ طور پر حضرت موسیٰ کی درخواست یہی تھی۔
۴۔ سرِّ افسانہ: مراد ہے بنیادی اور حقیقی خواہش۔
۵۔ جادۂ ملکِ بقا: لافانی زندگی کے ملک کی طرف جانے والا راستہ۔
۶۔ خطِ پیمانۂ دل: وہ نشان جو ساغر پر شراب کی مقدار کا اندازہ لگانے کے لیے کھنچا ہوتا ہے جو دراصل ضروری مقدار کا اندازہ دیتا ہے۔
۷۔ مزرعِ ہستی: زندگی کی کھیتی (مراد ہے بنیادی خواہشوں سے بھری زندگی)۔
۸۔ دانۂ دل: روحانی زندگی۔
۹۔ گنجِ گراں مایہ: قیمتی خزانہ۔
۱۰۔ فرہاد، شیریں: ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کی ملکہ شیریں کے عاشق فرہاد نے اپنی محبوبہ کے لیے کوہِ بےستوں کو کاٹ کر دودھ کی نہر نکالی اور یہ واقعہ عاشقوں کے لیے امتحان کی تمثیل بن گیا۔
۱۱۔ اکسیر: وہ روایتی عنصر جس سے تانبا سونا بن جاتا ہے۔
۱۲۔ دام: جال۔
۱۳۔ نخل: درخت۔

موجِ دریا

۱۔ یقیں: ٹھیک ٹھیک۔

۲۔ سیماب: پارہ جو ہر وقت کانپتا رہتا ہے۔ (مراد وہ بے چینی ہے جو مقصد کے حصول کیلئے ہوتی ہے)۔

۳۔ پایاب: پانی کی وہ سطح جو صرف پاؤں کے تلوے تک ہو اور دریا کو پاؤں پاؤں چل کر عبور کیا جا سکے۔

۴۔ حلقۂ گرداب: بھنور کا گھیرا۔

۵۔ توسن: گھوڑا۔

۶۔ خارِ ماہی: مچھلی کا کانٹا۔

۷۔ جذبِ مہِ کامل: چودھویں کے چاند کی کشش۔

۸۔ رہرو: مسافر۔

۹۔ گریزاں: بھاگنے والی۔

۱۰۔ زحمتِ تنگیٔ دریا: دریا کے چھوٹا اور تنگ ہونے کی پریشانی۔

۱۱۔ وسعتِ بحر: سمندر کی چوڑائی۔

۱۲۔ فرقت: جدائی۔

رخصت اے بزمِ جہاں

۱۔ ایمرسن: رالف والڈو ایمرسن۔ (۱۸۰۳۔۸۲) امریکن مضمون نگار فلسفی اور شاعر۔

۲۔ رخصت: الوداع۔

۳۔ آباد ویرانہ: یہ دنیا جو بظاہر لوگوں سے بھری پڑی ہے لیکن کوئی ہم خیال نہ ہونے کی وجہ سے اجاڑ معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ سوئے وطن: وطن کی طرف (یہاں وطن اس دنیا کو کہا ہے جہاں سے انسان اس دنیا میں آتا ہے)۔

۵۔ دورِ خورِ محفل: محفل کے اہل، لائق مجلس۔

۶۔ شبستانِ وزیر: وزیر کی شبینہ محفلیں۔

۷۔ زنجیرِ طلائی: لفظی مطلب سونے کی زنجیر مراد ہے کہ عیش و نشاط کی محفلوں کی کشش۔

۸۔ اسیر: قیدی۔

۹۔ ہنگامہ آرائی: رونق۔

۱۰۔ اجنبیت: غیریت۔

۱۱۔ شناسائی: اپناپن۔

۱۲۔ خود آراؤں: نمائشی لوگ، متکبر مصنوعی رکھ رکھاؤ والے۔

۱۳۔ ہم صحبت: مل جل کر رہنا، دوست۔

۱۴۔ ہنگامۂ عشرت: عیش و نشاط کی رونقیں۔

۱۵۔ ظلمت: اندھیرا۔

۱۶۔ یوسف: یہاں مراد ہے حسین محبوب۔

۱۷۔ چشمِ حیراں: ایسی آنکھ جو حقیقتوں کی متلاشی ہو، حسنِ حقیقی کو ڈھونڈتی ہے۔

۱۸۔ طوفان کا مارا: طوفان کے تھپیڑے کھانے والا۔

۱۹۔ نرگسِ شہلا: زرد پھول جس کے گرد سیاہ دھاری ہوتی ہے اور شکل میں سرمہ آلود آنکھ سے مشابہ ہوتی ہے۔

۲۰۔ ہم نشیں: صحبت میں بیٹھنے والا۔

۲۱۔ رفیقِ گل: گلاب کے پھول کا ساتھی۔

۲۲۔ کنجِ تنہائی: تنہا گوشہ۔

۲۳۔ جنوں: وحشت، ڈر، خوف۔

۲۴۔ شوق: یہاں مراد ہے جستجو تلاش۔

۲۵۔ طعنہ زنی: طعنہ دینا، طنز کرنا۔

۲۶۔ کنجِ عزلت: تنہائی کا گوشہ۔
۲۷۔ عاشقِ عزلت: تنہائی کا عاشق۔
۲۸۔ خندہ زن: مذاق اُڑانا، ہنسی اُڑانا۔
۲۹۔ مسند: تخت۔
۳۰۔ علم کا حیرت کدہ: علم کی وہ دنیا جو اشیاء کی حقیقت تک نہیں لے جاتی بلکہ پردہ بن جاتی ہے، یہاں مراد ہے کتابی علم۔
۳۱۔ رازِ ہست و بود: زندگی کی حقیقتوں کا راز۔
۳۲۔ گل کی پتی میں: یہاں مراد ہے مطالعہ فطرت میں۔

طفلِ شیر خوار

۱۔ طفلِ شیر خوار: دودھ پیتا بچہ۔
۲۔ نو وارد: نیا آنے والا۔
۳۔ اقلیم: ریاست، مملکت۔
۴۔ بے آزار: تکلیف نہ دینے والا۔
۵۔ آئینہ: مراد ہے دل۔
۶۔ غبارِ آرزو: خواہشوں، آرزوؤں کی گرد۔
۷۔ آنکھ کھلتے ہی: یعنی ہوش آتے ہی۔
۸۔ طرزِ دید: دیکھنے کا انداز۔
۹۔ نو زائیدہ: نئی نئی پیدا ہوئی۔
۱۰۔ قیدِ امتیاز: فرق اور تعصب سے پاک۔
۱۱۔ ہویدا: ظاہر۔
۱۲۔ بگڑ کر: ناراض ہو کر۔
۱۳۔ مَن جانا: راضی ہو جانا۔
۱۴۔ ہم آہنگ: ملتا جلتا۔
۱۵۔ تلوّن آشنا: جلد جلد رنگ بدلنے والا۔
۱۶۔ شیدائی: پسند کرنے والا۔
۱۷۔ نادانی: کم عقلی۔
۱۸۔ گریاں: روتا ہوا۔
۱۹۔ خنداں: خوش۔

تصویرِ درد

۱۔ منت کش: احسان اٹھانے والا۔
۲۔ تابِ شنیدن: سننے کی طاقت اور قوتِ برداشت۔
۳۔ بے زبانی: خاموشی۔
۴۔ دستورِ زباں بندی: خاموش رہنے کا حکم۔
۵۔ ورق: کہانی کے لکھے ہوئے صفحے مراد ہیں۔
۶۔ طرزِ فغاں: نوحہ کرنے کا انداز۔
۷۔ حیاتِ جاوداں: ہمیشہ کی زندگی۔
۸۔ مرگِ ناگہاں: اچانک وارد ہونے والی موت۔
۹۔ حسرت سرا: شاعر نے اس دنیا کو کہا ہے جہاں آرزوئیں حسرتوں میں بدل جاتی ہیں۔
۱۰۔ جرس: گھنٹے کی آواز۔
۱۱۔ دل طپیدن: دل کی تڑپ (انتہائی زبردست آرزو مراد ہے)۔
۱۲۔ خروشِ بے نفس: بغیر کسی آواز کے۔
۱۳۔ ریاضِ دہر: زمانے کا باغ۔
۱۴۔ نا آشنا: ناواقف۔
۱۵۔ گویائی: بولنے کی قوت و صلاحیت۔
۱۶۔ شرمندۂ گوشِ سماعت: جسے کوئی سننے کے

لیے تیار نہ ہو۔

۱۷۔ گرد و کدورت: رنج و ملال کا غبار۔

۱۸۔ خزینہ: خزانہ۔

۱۹۔ ممنون: احسان اٹھانے والی۔

۲۰۔ عرصۂ ہستی: یہاں زندگی کا دائرہ یا عمر کا میدان مراد ہے۔

۲۱۔ ولایت: ملک۔

۲۲۔ جنونِ فتنہ ساماں: ایسا جذبہ عشق (عمل) جو اپنے اندر کچھ کر گزرنے کی قوتیں اور صلاحیتیں چھپائے ہوئے ہے۔

۲۳۔ قضا: تقدیر۔

۲۴۔ عبرت خیز: نصیحت جگانے والا، متنبہ کرنے والا۔

۲۵۔ فسانہ: روداد، پیش آنے والے واقعات۔

۲۶۔ کلکِ ازل: تقدیر کا قلم، خدائی منشا۔

۲۷۔ رزم آرائیاں: یہاں مراد ہے آپس کی نااتفاقی اور لڑائیاں۔

۲۸۔ وظیفہ: وہ کلام جس کو بار بار پڑھنے سے مصائب کو دور کیا جا سکے۔

۲۹۔ دھرا کیا ہے: مراد یہ ہے کہ بے فائدہ ہے۔

۳۰۔ اسلوبِ فطرت: فطرت کا دستور، چلن۔

۳۱۔ گامزن: چلنے والا۔

۳۲۔ ہویدا: ظاہر کرنا، مراد ہے آج دکھاؤں گا۔

۳۳۔ لہو رونا: خون کے آنسو رونا مراد ہے، انتہائی دکھ اور غم کا اظہار کرنا۔

۳۴۔ سوزِ پنہاں: دل میں چھپے غم کی آگ۔

۳۵۔ بکھرے دانے: قوم کے بکھرے افراد مراد ہے۔

۳۶۔ سینہ کاوی: مراد ہے سینہ کوبی، ماتم۔

۳۷۔ دل بستۂ محفل: محفل کے عشق میں گرفتار مراد ہے اپنے آپ میں مگن رہنا۔

۳۸۔ بیرونِ محفل: باہر کی دنیا کے حالات۔

۳۹۔ نالۂ بیداد سوزِ زندگی: زندگی کے مظالم اور جبر کے خلاف فریاد۔

۴۰۔ سپند آسا: ہرمل کے دانے کی طرح۔

۴۱۔ گرہ میں باندھ رکھی ہے: (مراد ہے تیرے سینے میں بند ہے چھپی ہوئی ہے)۔

۴۲۔ صفائے دل: دل کی خوبی، دل کا حسن۔

۴۳۔ کفِ آئینہ پر حنا باندھنا: (لفظی مطلب آئینے کی سطح پر مہندی لگانا) مراد ہے۔ ایک خوبصورت چیز کو رنگین اور خوبصورت بنانے کا بے کار عمل۔

۴۴۔ کج بینی: غلط انداز سے دیکھنا۔

۴۵۔ چلیپا: صلیب۔

۴۶۔ بتِ پندار: تکبر کا بت۔

۴۷۔ کنویں میں یوسف کو دیکھنا: (کنویں میں پڑے یوسف کے حسن و قدر و قیمت کا اندازہ کہاں ہو سکتا ہے)۔

۴۸۔ مطلق: آزاد جو کسی کے ساتھ تعلق ناگزیر نہ رکھتا ہو۔

۴۹۔ مقید: کسی تعلق سے مشروط کر دینا مراد ہے۔

۵۰۔ ہوس: لالچ۔

۵۱۔ بالائے منبر: منبر پر بیٹھ کر۔

۵۲۔ بوالہوس: لالچی۔

۵۳۔ جامِ جم: ایران کے بادشاہ جمشید کا وہ پیالہ جس میں اسے دنیا کا نقشہ نظر آتا تھا۔

۵۴۔ فرقہ آرائی: فرقہ وارانہ کشیدگی۔

۵۵۔ فکرِ درماں: علاج معالجے کی فکر۔

۵۶۔ ریاضِ طور: کوہ طور کا باغ۔ (وہ مقام مراد ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کے جلوے نظر آتے تھے)۔

۵۷۔ مجروحِ تیغِ آرزو: (بلند منزل) کی آرزو کو دل میں زندہ رکھنا۔

۵۸۔ رفو: لفظی مطلب پھٹے کپڑے کے سوراخ کو دھاگے سے بھرنا، مراد ہے زخم سینا۔

۵۹۔ شکستِ رنگ: رنگ کا اڑنا۔

۶۰۔ باوضو رہنا: یہاں شاعر کی مراد ہے قوم کے دکھوں کے غم میں چشم تر رہنا۔

۶۱۔ اسیرِ امتیازِ ماوتو: تعصب میں قید ہو کر ایک دوسرے کے درمیان فرق اور نفاق پیدا کرتے رہنا۔

۶۲۔ استغنا: بے نیاز، بے پرواہ نہ کرنا۔

۶۳۔ نگوں: اوندھا۔

۶۴۔ ساغر: یہاں اشارہ بلبلے کی طرف ہے جو اوندھے پڑے ساغر کی شکل نظر آتا ہے۔ (اوندھا ساغر پینے والے کی طبیعت کے سیر ہو جانے کی علامت ہے)۔

۶۵۔ حبابِ آبجو: نہر کا بلبلہ۔

۶۶۔ گردشِ چرخ کہن: آسمان کی طرف سے آنے والے مصائب۔

۶۷۔ شیریں: فرہاد کی محبوبہ، ایران کی ملکہ۔

۶۸۔ کوہکن: مراد ہے فرہاد، پہاڑ کھودنے والا۔

۶۹۔ سکوت آموز: خاموشی کا متقاضی مراد ہے۔

۷۰۔ طولِ داستانِ درد: دکھوں کی کہانی کی طوالت۔

۷۱۔ نمیگر دید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم: حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم: نظیری نیشاپوری کی غزل کا ایک شعر ہے، مراد ہے کہ طولِ کلام مختصر نہیں ہو رہا تھا، اس لیے میں نے بیان کرنا ترک کر دیا، بس یہی سوچا کہ اس لمبی حکایت کو اب خاموشی کی زبان میں ادا کرنا بہتر ہے۔

نالۂ فراق

(آرنلڈ کی یاد میں)

۱۔ آرنلڈ: ڈاکٹر آرنلڈ، ڈاکٹر اقبال کے استاد تھے۔ ۱۸۸۷ تک علی گڑھ میں رہے ۱۸۹۷ میں لاہور آئے۔ یہ معروف کتاب Preachiaig of Islam کے مصنف تھے جس میں یہ نقطۂ نظر بیان کیا گیا تھا کہ اسلام کی تبلیغ تلوار سے زیادہ کردار کی مرہونِ منت تھی۔ ۱۹۰۴ء میں انگلستان چلے گئے اور ۱۹۳۰ء میں وہیں انتقال کیا۔ اقبال نے یہ نظم ہندوستان سے ان کی رخصتی کی تقریب میں پڑھی۔

۲۔ اے مکاں: شاعر نے ہندوستان کو مخاطب کیا ہے۔

۳۔ حکیم: سے مراد ہے "پروفیسر آرنلڈ"۔
۴۔ ظلمتِ شب: رات کی تاریکی۔
۵۔ ضیا: روشنی۔
۶۔ روزِ فرقت: جدائی کا دن۔
۷۔ داغِ حیرت: حیرانی کا داغ مراد ہے جدائی کا داغ۔
۸۔ شمعِ کشتہ: بجھی ہوئی شمع۔
۹۔ کنجِ عزلت: تنہائی کا گوشہ۔
۱۰۔ سودا: وحشت، (بے چینی)۔
۱۱۔ خورشید آشنا: (لفظی مطلب سورج سے متعارف) شاعر کی مراد ہے علم و عرفان کی روشنی سے متعارف ہونا۔
۱۲۔ آئینۂ ٹوٹا ہوا: کم علم دل مراد ہے۔
۱۳۔ گلزارِ سخن: شاعر کا دل مراد ہے۔
۱۴۔ غنچہ ہائے آرزو: امید کی کلیاں۔
۱۵۔ بارید: برسا۔
۱۶۔ کلیمِ ذرہ وہ سینا نے: علم و دانائی کے کوہِ طور کی چوٹی پر کلیم جیسی دانائی رکھنے والے۔
۱۷۔ موجِ نفس: سانس کی لہر۔
۱۸۔ بادِ نشاط افزا: سرسبز و شاداب کرنے والی ہوا۔
۱۹۔ رہ پیمائی: جستجو مراد ہے۔
۲۰۔ سودائے علم: علم کا عشق۔
۲۱۔ شور: شہرت۔
۲۲۔ بازآرائش سودا: عشق کے جنون کو دوبارہ بڑھا دے۔
۲۳۔ خاکِ مجنوں: مٹھی بھر مجنوں کی خاک، یعنی مجنوں جیسے معمولی انسان کو۔
۲۴۔ غبارِ خاطرِ صحرا: پورے وسیع اور عریض صحرا کی وسعتوں پر پھیلا دے۔ مراد ہے ایک شہرتِ دوام عطا کر دے۔ (شعر مرزا عبد القادر بیدل کا ہے)۔
۲۵۔ دستِ وحشت: محبت اور جنون میں جتلا ہاتھ۔
۲۶۔ عقدۂ تقدیر: قسمت اور مقدر کے الجھے ہوئے مسائل۔
۲۷۔ پنجاب کی زنجیر: پنجاب کی سرزمین کے رشتوں کی قید۔
۲۸۔ دیدۂ حیراں: مراد ہے عشق میں جتلا آنکھ۔
۲۹۔ گرویدۂ تقریر: گفتگو کا عاشق۔

چاند

۱۔ میرا ویرانہ: میری تنہائیوں بھری دنیا۔
۲۔ موج زن: لہریں لے رہا ہے۔
۳۔ قصد: ارادہ۔
۴۔ زرد رو: پیلا چہرہ۔
۵۔ رنجِ رہ منزل: سفر کی مشکلات کا دکھ۔
۶۔ آفرینش: تخلیق۔
۷۔ سوزِ اشتیاقِ دید: دیکھنے کے شوق میں بے تاب دبے چینی۔
۸۔ داغِ منتِ خورشید: سورج کے اس احسان کا بوجھ (کہ وہ تیری چمک اور حسن کو عطا کرنے والا ہے)۔
۹۔ حلقہ: دائرہ، دائرے۔
۱۰۔ گردشِ پرکار: ایک دائرے میں گھومنا۔

۱۱۔ سوزاں: تڑپ رہا ہوں بے چین ہوں مراد ہے۔

۱۲۔ طلب خو: کسی شے کا متلاشی مراد ہے۔

۱۳۔ یکتا: لاثانی۔

۱۴۔ مہر: سورج۔

۱۵۔ پرتو: یہاں مراد ہے روشنی۔

۱۶۔ محو: فنا مراد ہے (مٹا دینا)۔

۱۷۔ ذوقِ آگہی: شعور کی صلاحیت۔

۱۸۔ جبیں: (لفظی مطلب پیشانی) شاعر کی مراد ہے مقدر، قسمت۔

بلالؓ

۱۔ حبش: حبشہ، امریکہ کے جنوب مشرق میں واقع ایک ملک۔

۲۔ غم کدہ: دکھی دل۔

۳۔ آستاں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گلی۔

۴۔ کسی: مراد ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات۔

۵۔ جفا: ظلم، جبر۔

۶۔ سلمانؓ: مراد حضرت سلمان فارسی، برگزیدہ صحابی رسول۔

۷۔ کلیم: حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

۸۔ اویسؓ: حضرت اویس قرنی مراد ہیں۔

۹۔ خنک وہ دل: مبارک ہے وہ دل۔

۱۰۔ جانِ ناشکیبا: جان بے قرار۔

۱۱۔ خندہ زن: ہنسی اڑانا۔

۱۲۔ ظلمت: یہاں مراد ہے سیاہ فامی۔

۱۳۔ دستِ موسیٰ: حضرت موسیٰ کی چمکتی ہوئی معجزاتی ہتھیلی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۔ ز شعلہ گرفتہ: شعلے سے لیکر۔

۱۵۔ نماز: مراد ہے عبادت۔

۱۶۔ عشق کا ترانہ: عشق و محبت کے اظہار کا ذریعہ۔

۱۷۔ یثرب: مدینہ کا قدیم نام۔

۱۸۔ خوشا: خوش نصیب، مبارک۔

سرگزشتِ آدم

۱۔ غربت: وطن سے دوری۔

۲۔ پیمانِ اولیں: وہ عہد جو انسانوں کی ارواح کو تخلیق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ارواح نے جواب دیا بے شک تو ہمارا رب ہے۔

۳۔ جامِ آتشیں: لفظی مطلب سلگتا ہوا جام شراب، مراد ہے علم و شعور کا حاصل ہونا۔

۴۔ اوج: بلندی۔

۵۔ خیالِ فلک نشیں: بلند و بالا ارادے، خیال۔

۶۔ تغیر: تبدیلیاں، انقلابات۔

۷۔ زیرِ فلک: اس دنیا میں۔

۸۔ ذوقِ تکلم: کلام کرنے کا شوق۔

۹۔ نورِ ازل: حسنِ الٰہی کے جلوے۔

۱۰۔ زیرِ آستیں: آستین کے نیچے (یہاں مراد ہے کہ انسان کی حیثیت سے میں کبھی بلند ترین مرتبے پر فائز ہوا)۔

۱۱۔ جامِ آخریں: یہاں شاعر کی مراد اسلام کا پیغام ہے۔

۱۲۔ سرودِ ربانی: کلامِ الٰہی۔

۱۳۔ ذروں کی ترکیب (کا علم): ایٹمی علم مراد ہے۔

۱۴۔ پیکارِ عقل و دیں: عقل اور دین کے نام پر لڑی جانے والی جنگیں۔

۱۵۔ مسئلہ گردشِ زمیں: زمین ایک سیارہ ہے۔

۱۶۔ کشش: مراد ہے کشش ثقل۔

۱۷۔ ہویدا: ظاہر کیا، (دریافت کیا)۔

۱۸۔ آئینۂ عقلِ دُور بیں: دور تک کھوج لگانے والی عقل و خرد۔

۱۹۔ غیرتِ جنت: جنت الفردوس بھی جس کی طرح بننے کی خواہش رکھے۔

۲۰۔ خرد: عقل۔

۲۱۔ تہِ نگیں: محکوم ہونا، حکم کا غلام ہونا۔

۲۲۔ مظاہر پرست: ظاہری جلوہ پر عاشق، مصنوعی شان کو پسند کرنے والی۔

ترانۂ ہندی

۱۔ بلبلیں: یہاں شاعر کی مراد ہے اپنے ملک کے بسنے والے۔

۲۔ غربت: پردیس۔

۳۔ پربت: پہاڑ۔

۴۔ سنتری: سپاہی، محافظ۔

۵۔ رشکِ جناں: جنت بھی جس پر شیدا ہو۔

۶۔ ہستی: وجود۔

۷۔ محرم: دوست۔

۸۔ دردِ نہاں: دل کے دکھ، غم (لفظی مطلب چھپا ہوا درد)۔

جگنو

۱۔ کاشانہ: گھر۔

۲۔ سفیر: پیغام لانے والا مراد ہے۔

۳۔ غربت: پردیس۔

۴۔ تکمہ: گریبان کی گھنڈی جو بٹن کے بجائے لگائی جاتی ہے (بٹن بھی مراد لی جا سکتی ہے)۔

۵۔ قبا: لمبا ایک ہی لباس جو کاندھوں سے لے کر ٹخنوں تک ہوتا ہے۔

۶۔ پیرہن: لباس۔

۷۔ خلوت: تنہائی۔

۸۔ حسنِ قدیم: مراد جلوہ خداوندی۔

۹۔ ظلمت: اندھیرا۔

۱۰۔ گہن: وہ کیفیت جب چاند (سورج بھی) پورا یا اس کا کچھ حصہ تاریک ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ پتنگا: چھوٹا اڑنے والا کیڑا۔

۱۲۔ سراپا: سر سے لے کر پاؤں تک۔

۱۳۔ دلبری: خوبصورتی۔

۱۴۔ تپش: شاعر کی مراد ہے عشق کی گرمی یا آگ۔

۱۵۔ رنگیں نوا: خوبصورت سریلی آواز کا مالک۔

۱۶۔ مرغان: (جمع) پرندے۔

۱۷۔ زوال: اصل جانا، گم ہو جانا مراد ہے۔
۱۸۔ بانکی: طرح دار۔
۱۹۔ آرسی: آئینہ۔
۲۰۔ حسنِ ازل: جلوہ خداوندی۔
۲۱۔ چٹک: کھلنے کا عمل مراد ہے۔
۲۲۔ کسک: ٹیس، ہلکا ہلکا درد۔
۲۳۔ کثرت: تصوف کی اصطلاح، کائنات کے نظاروں کا لاتعداد جلوہ۔
۲۴۔ مخفی: چھپا ہوا۔
۲۵۔ محل: مقام (یہاں مراد جواز اور وجہ لی گئی ہے)۔

صبح کا ستارہ

۱۔ عدم آباد: فنا کا شہر۔
۲۔ دامنِ صد چاک: پھٹا ہوا دامن (سو ٹکڑے کی حد تک)۔
۳۔ صبوحی: صبح کے وقت جو شراب پی جاتی ہے۔
۴۔ قعرِ دریا: دریا کی گہرائی۔
۵۔ زیبِ گلو: گلے کی زینت۔
۶۔ زینت: سجاوٹ۔
۷۔ سر بانوئے قیصر: (قیصر) بادشاہ کی ملکہ کے سر کا (مراد ہے کہ ملکہ کے تاج کی زینت)۔
۸۔ خاتم: انگشتری۔
۹۔ سلیماں: مراد حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔
۱۰۔ شکست: ٹوٹنا، مٹ جانا۔
۱۱۔ گہر ہائے گراں مایہ: قیمتی موتی۔
۱۲۔ اجل: موت۔

۱۳۔ افشاں: گوٹہ کناری کی وہ کترن جو مانگ میں بھری جاتی ہے یا خوبصورتی کیلئے پلکوں پر لگائی جاتی ہے۔
۱۴۔ سرِ مژگاں: پلکوں کے کنارے۔
۱۶۔ مستور: لفظی مطلب چھپا ہوا، یہاں مراد ہے پہنے ہوئے۔
۱۷۔ وغا: جنگ۔
۱۸۔ شرماتی: مراد ہے شرمندہ ہوتی ہوئی۔
۱۹۔ تابِ شکیبائی: صبر کی قوت۔
۲۰۔ طاقتِ گویائی: بولنے کی قوت، صلاحیت۔
۲۱۔ عارضِ گلگوں: گلاب جیسا رخسار۔
۲۲۔ افزوں: زیادہ۔
۲۳۔ ساغرِ دیدہ پرنم: آنسو بھری آنکھ کو بھرے پیالے سے تشبیہ دی ہے۔
۲۵۔ حیاتِ ابدی: ہمیشہ کی زندگی۔
۲۶۔ سوز: جلنا۔
۲۷۔ زمانہ: دنیا کے لوگ مراد ہے۔

ہندوستانی بچوں کا قومی گیت

۱۔ چشتی: حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سلطان التمش کے عہد کے بزرگ، تاریخ وفات ۱۲۳۵ء، اجمیر شریف میں مزار اقدس واقع ہے۔
۲۔ نانک: بابا گورو نانک، سکھ مذہب کے بانی (۱۴۶۹۔۱۵۳۸)۔

۳۔ تاتاری: ترکستان کے باشندے، یہاں مراد ہے تیموری مغل شاہان۔
۴۔ حجاز: جزیرہ نما عرب کا وہ خطہ جس میں مکہ اور مدینہ (مراکز اسلام) واقع ہیں۔
۵۔ فارس: ایران۔
۶۔ تاب دے: چمک عطا کرے۔
۷۔ وحدت کی لے: توحید کا گیت۔
۸۔ میرِ عرب: (مراد ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم)۔
۹۔ کلیم: (لقب) حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
۱۰۔ رفعت: بلندی۔

نیا شوالا

۱۔ شوالا: مندر۔
۲۔ برہمن: ہندوؤں میں سب سے اونچی ذات، مذہبی رسوم کی نگراں اور سرانجام دینے والی ذات۔
۳۔ صنم کدہ: بت خانہ۔
۴۔ بیر: دشمنی۔
۵۔ دیر و حرم: مندر، مسجد۔
۶۔ غیریت: بیگانگی، اجنبیت۔
۷۔ نقشِ دوئی: فرقِ امتیاز، نااتفاقی، اختلافات۔
۸۔ سونی: ویرانی، اجڑی ہوئی۔
۹۔ تیرتھ: مندر۔
۱۰۔ کلس: مندروں کے اوپر کی نوک جو سونا کسی قیمتی دھات سونے وغیرہ کی بنائی جاتی ہے۔
۱۱۔ پریت: محبت۔
۱۲۔ شکتی: قوت، حوصلہ۔
۱۳۔ شانتی: امن۔
۱۴۔ مکتی: نجات۔
۱۵۔ بھگت: پرہیزگار، خدا کے مقرب بندے۔

داغ

۱۔ عظمتِ غالب: غالب کی شہرت (غالب اردو اور فارسی کے عظیم شاعر وفات ۱۸۶۹ء)۔
۲۔ سپردِ زمیں: دفن ہونا (وفات کی طرف اشارہ ہے)۔
۳۔ مہدیِ مجروح: میر مہدی مجروح غالب کے شاگرد جن کے نام غالب کے کئی خطوط، خطوط نویسی کا شاہکار تصور کیے جاتے ہیں۔
۴۔ شہرِ خموشاں: قبرستان۔
۵۔ مکیں: رہنے والا۔
۶۔ غربت: پردیس۔
۷۔ مینا: صراحی، مراد زندگی۔
۸۔ امیر: معروف شاعر امیر مینائی مراد ہے، ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے۔
۹۔ کیفِ صہبا: لطفِ شراب۔
۱۰۔ چشمِ محفل: مراد ہے ان کی شاعری کو پسند کرنے والوں کی محفل۔
۱۱۔ بزمِ سخن: شاعری کی محفل۔
۱۲۔ بلبلِ دلی: داغ کو کہا ہے۔
۱۳۔ جہان آباد: دلی کا ایک نام۔
۱۴۔ بانکپن: طرحداری، ادائے حسن۔
۱۵۔ شوخیِ طرزِ بیاں: بیان میں تیکھاپن۔

۱۶۔ کافور پیری: بڑھاپے کی جذباتی ٹھنڈک (کافور ٹھنڈا ہوتا ہے)۔

۱۷۔ لیلیٰ معنی: خوبصورت شوخ شنگ مفاہیم۔

۱۸۔ محمل: پردے دار کجاوہ جو اونٹ پر خواتین کے سفر کیلئے باندھا جاتا تھا۔ روایت ہے لیلیٰ اس میں سفر کرتی تھی۔

۱۹۔ طائر: پرندہ۔

۲۰۔ فکر نکتہ آرا: خوبصورت اور نئے نئے پہلو نکالنے والی سوچ۔

۲۱۔ فلک پیمائیاں: مراد ہے بلند بالا سوچ۔

۲۲۔ تلخی دوراں: زمانے کے دکھ غم۔

۲۳۔ بلبل شیراز: حافظ شیرازی کا لقب۔

۲۴۔ صاحب اعجاز: شاعری کا جادو جگانے والے مراد ہیں۔

۲۵۔ آزر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا، پیشہ کے لحاظ سے بت تراش تھے اس لیے شاعر خوبصورت بت تراشنے والے (لفظوں کے) کو آزر کہہ کر بلاتے ہیں۔

۲۶۔ نئے ساقی: مراد نئے شاعر۔

۲۷۔ نئے پیمانے: مراد نئی شاعری۔

۲۸۔ تفسیریں: تشریحات۔

۲۹۔ ناوک فگن: لفظی مطلب تیر چلانے والا، مراد ہے خوبصورت شعر کہہ کر دل پر اثر چھوڑنے والا۔

۳۰۔ اشک کے دانے بونا: مراد ہے آنسو بہانا، غم کرنا۔

۳۱۔ حالی: الطاف حسین حالی کی طرف اشارہ ہے۔

ابر

۱۔ پورب: مشرق۔

۲۔ سیاہ پوش: سیاہ لباس پہن لیا مراد ہے۔

۳۔ سرمن: ایک چوٹی کا نام ہے جو ایبٹ آباد کے قریب واقع ہے۔

۴۔ رُخِ مہر: سورج کا چہرہ۔

۵۔ دامنِ ابر: مراد ہے بادل کے پردے میں۔

۶۔ توسن: گھوڑا۔

۷۔ میکدۂ بے خروش: ایسا شراب خانہ جہاں شور و غوغا نہ ہو۔

۸۔ نشاط: خوشی و مسرت۔

۹۔ مدام: ہمیشہ کیلئے۔

۱۰۔ نہال: گل بوٹے (درخت مراد ہے)۔

۱۱۔ خیمہ: وادی کے درختوں کے سائے کو کہا ہے کیونکہ وہ برستی بارش میں پناہ کا باعث ہوتے ہیں۔

ایک پرندہ اور جگنو

۱۔ سرِ شام: شام ہوتے ہی۔

۲۔ مرغِ نغمہ پیرا: گانے والے پرندہ۔

۳۔ نوا ریز: گیت بکھیرنے والا۔

۴۔ منقار: چونچ۔

۵۔ ہوس: بھوک۔

۶۔ بہشتِ گوش: کانوں کو بھلی لگنے والی۔

۷۔ فردوسِ نظر: آنکھ کو جنت کے نظارے کی طرح دکھائی دینے والی۔

۸۔ ہم نشیں: دوست، ساتھی۔

۹۔ قیام: مراد ہے رونق، وجود کا قائم رہنا۔

۱۰۔ اوج: بلندی۔

۱۱۔ پستی: نشیب۔

۱۲۔ ہم آہنگی: ایک دوسرے سے مل جل کر آگے بڑھنا، عمل کرنا۔

بچہ اور شمع

۱۔ طفلک: چھوٹا بچہ۔

۲۔ پروانہ خو: پروانے کی عادت رکھنے والا (بچہ چونکہ جلتی شمع کو دیکھ کر اس کی طرف بڑھتا ہے چھونے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے شاعر نے اسے پروانے کی طرح شمع کی طرف کھنچنے والا اور جلنے سے بے خبر جلنے والے سے مشابہت دی ہے)۔

۳۔ بغل گیری: گلے سے لگانا۔

۴۔ مستور: چھپا ہوا۔

۵۔ عریاں: ظاہر۔

۶۔ خاکِ تیرہ کا فانوس: خاک کا بنا ہوا ایسا فانوس (غلاف) جس میں تو چھپا ہوا ہے، مراد ہے تیرے اندر کے نور کو ظاہر نہیں کیا، مستور رکھا جسم کے فانوس میں۔

۷۔ آگہی: علم و شعور۔

۸۔ حجابِ آگہی: علم و بصیرت کا پردہ۔

۹۔ ہیبت ناک: ڈرانے والی۔

۱۰۔ ضو گستری: روشنی پھیلانا۔

۱۱۔ آئینہ پوشی: روشنی۔

۱۲۔ دیرینہ: قدیم، پرانی۔

۱۳۔ ناآشنا: نا جاننے والا۔

۱۴۔ کوششِ گفتار: بولنے کی کوشش۔

۱۵۔ گم گشتہ: کھوئی ہوئی۔

۱۶۔ ہوس: آرزو۔

۱۷۔ نالاں: نوحہ کرتی ہوئی۔

۱۸۔ جرس: گھنٹی کی آواز۔

۱۹۔ ماہیِ بے آب: پانی کے بغیر تڑپتی ہوئی مچھلی۔

کنارِ راوی

۱۔ سکوت: خموشی۔

۲۔ زیر و بم: پانی کی حرکت (مدھم اور تیز)۔

۳۔ سوادِ حرم: کعبہ کا قرب و جوار (قابلِ احترام قابلِ صد ادب ہونے کی طرف اشارہ ہے)۔

۴۔ سرِ کنارہ: کنارے پر۔

۵۔ دستِ رعشہ دار: کانپتا ہوا ہاتھ۔

۶۔ تیز گام: تیز رفتار۔

۷۔ عظمت فزائے تنہائی: تنہائی کی فضا کی شان بڑھانے والے۔

۸۔ منار: مینار۔

۹۔ خواب گہ: مقبرہ۔

۱۰۔ شہسوارِ چغتائی: (بادشاہ جہانگیر کی طرف اشارہ ہے) چغتائی گھوڑے کا سوار۔

۱۱۔ زمانِ سلف: ماضی کے بزرگان کی تاریخ۔

۱۲۔ ستمِ انقلاب: تغیر اور تبدیلی کا جبر۔

۱۳۔ سرودِ خموش: خاموشی کا نغمہ۔

۱۴۔ بے خروش: بغیر شور شرابے کے۔

۱۵۔ سفینۂ تیز: تیز رفتار کشتی۔

۱۶۔ گرمِ ستیز: جنگ میں مصروف۔

۱۷۔ سبک روی: بغیر کسی شور کے تیز رفتار۔

۱۸۔ ابد کا بحر: ہمیشگی کا سمندر۔

۱۹۔ شکست: ٹوٹ پھوٹ۔

التجائے مسافر

۱۔ درگاہ: مزار اقدس، حضرت نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی دہلوی کا مزار اقدس مراد ہے۔ سن ولادت ۱۲۳۶ھ ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر (پاک پتن) کے معتقدین میں سے تھے۔ وفات ۱۳۲۳ھ ہے۔

۲۔ جناب: درگاہ۔

۳۔ فیضِ عام: برکات و مہربانیاں عام لوگوں کیلئے۔

۴۔ نظامِ مہر: (لفظی مطلب ہے سورج کے انتظام کی طرح) مراد ہے وقت کا پابند اور وقت کے مطابق۔

۵۔ مسیح: حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

۶۔ خضر: حضرت خضر علیہ السلام جو روایت کے مطابق بھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

۷۔ سیاہ دلم: لفظی مطلب سیاہ دل والا، مراد گناہ گار۔

۸۔ لالہ زار: لالے کا کھیت (باغ)۔

۹۔ کشادہ جبینم: کھلی پیشانی والا مراد ہے نیک نام۔

۱۰۔ نکہتِ گل: گل کی خوشبو کی طرح۔

۱۱۔ نگار خانہ: نمائش گاہ، سجا سجایا مقام (خوبصورت جہاں)۔

۱۲۔ کشاں کشاں: کھنچے ہوئے۔

۱۳۔ محتاجِ باغباں: باغباں کی مہربانیوں کا محتاج، مراد دنیاوی سہاروں کا محتاج نہیں ہوں۔

۱۴۔ نردباں: سیڑھی۔

۱۵۔ شانہ: کنگھی۔

۱۶۔ شمعِ بارگاہِ خاندانِ مرتضوی: مرے کالج سیالکوٹ میں عربی کے استاد میر حسن سیالکوٹی مراد ہیں جو اقبال کے بھی استاد تھے، جن کے علوم و معارف سے فیض یاب ہونے پر انہیں ہمیشہ فخر رہا۔

۱۷۔ یوسفِ ثانی: اپنے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کی طرف اشارہ ہے، مثلِ پدر محبت تھی، ان کے پروان چڑھانے تعلیم دلانے میں انہوں نے بڑی محنت کی، گو علامہ مرحوم سے بڑے تھے لیکن علامہ کی وفات ۱۹۳۸ء میں زندہ تھے، اکثر اپنے بھائی کو یاد کر کے روتے ۱۹۴۰ء میں وفات ہوئی۔

۱۸۔ اخوت: بھائی ہونا۔

۱۹۔ ریاضِ دہر: زمانے کا باغ (یہ دنیا)۔

۲۰۔ جانِ جہاں: روح کو زندگی عطا کرنے والا۔

غزلیات

(۱)

۱۔ بیگانہ وار: سرسری، غیروں کی طرح۔

۲۔ گلزارِ ہست و بود: یہ دنیا۔

۳۔ مثالِ شرار: چنگاری کی طرح۔

۴۔ دم دینا: ختم ہو جانا۔

۵۔ ہستیِ ناپائیدار: فانی زندگی۔

۶۔ نقشِ کفِ پائے یار: لفظی مطلب محبوب کے پاؤں کا نشان، مراد ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں۔

(۲)

۱۔ تکرار: بحث کرنا۔

۲۔ عار: برائی، عیب۔

۳۔ سرکار: محبوب۔

۴۔ تاڑنا: پہچان لینا۔

۵۔ ہشیار: مراد ہے گہری پہچان رکھنے والی۔

۶۔ تامل: ہچکچاہٹ۔

۷۔ طرزِ انکار: انکار کرنے کا انداز۔

۸۔ فسوں: جادو۔

(۳)

۱۔ عداوت: دشمنی۔

۲۔ ظلمت: تاریکی۔

۳۔ باریکی: گہری، عام لوگوں کی سمجھ میں نہ آنے والی۔

۴۔ لرز جانا: کانپ اُٹھنا۔

(۴)

۱۔ تاک کر: نشانہ باندھ کر۔

۲۔ ہفتاد و دو: ۷۲ فرقوں کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ لوٹ جانا: کسی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے بے چین ہو اٹھنا۔

۴۔ خرمن: ڈھیر۔

۵۔ پاس: لحاظ۔

۶۔ ہم صفیر: ہم زباں، ساتھ مل کر گانے والا۔

(۵)

۱۔ چمن: جنت مراد ہے۔

۲۔ اسیر: قیدی۔

۳۔ حلقۂ دام: لفظی مطلب ہے جال، یہاں مراد دنیاوی ہوا و ہوس۔

۴۔ خلعت: لفظی مطلب وہ لباس جو کسی مربی یا بادشاہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

۵۔ شرافت: مراد ہے آدمیت۔

۶۔ تقاضا: اصرار۔

۷۔ کیونکر: کیسے، کس طرح۔

۸۔ دامِ تمنا: خواہشوں کا جال۔

۹۔ صبر آزما: ناقابلِ برداشت۔

۱۰۔ بے حجابی: ظاہر ہونا، بے پردہ ہونا۔

۱۱۔ خودنما: خود کو عیاں کرنا۔

۱۲۔ دردِ فراق: جدائی کا دکھ۔

۱۳۔ موت کا نسخہ: صحت یابی کے علاج کی شکل (دوا) نہیں۔

۱۴۔ چارہ گر: علاج کرنے والا۔

۱۵۔ دیوانہ: بیوقوف، لاعلم مراد ہے۔

۱۶۔ پرسشِ اعمال: اعمال کی پوچھ۔

۱۷۔ مٹنے: فنا ہونے۔

(۶)

۱۔ وضع: رہن سہن۔

۲۔ انوکھی: دوسروں سے مختلف۔

۳۔ نوکِ سوزن: سوئی کی نوک۔

۴۔ جگر کا خون: صبر آزما حالات۔
۵۔ خانماں برباد: تباہ حال۔
۶۔ پھونک ڈالنا: جلا ڈالنا۔
۷۔ بیگانگی: اجنبیت، غیریت۔
۸۔ امید حور: جنت میں حوریں ملیں گی، حور کی خواہش۔

(۷)

۱۔ تماشا کرنا: دیکھنا، نظارہ کرنا۔
۲۔ دیدۂ دل: دل کی آنکھ، مراد ہے گہری بصیرت۔
۳۔ منصور: مراد ہے حسین بن منصور حلاج جس نے عشق الٰہی میں "انا الحق" کا نعرہ لگایا اور شریعت کی نگاہ میں موت کی سزا کا مستوجب ٹھہرا۔
۴۔ دعویٰ: یہی حقیقت کا اظہار مراد ہے۔
۵۔ نہ دیکھنا: یعنی ظاہری آنکھیں بند کر کے اندر کی آنکھیں کھولنا۔
۶۔ عذر آفریں: عذر (بہانہ) پیدا کرنا۔
۷۔ عذرِ تازہ: نیا بہانہ، نئی وجہ۔
۸۔ نگہِ شوق: دیدار کی پیاسی نگاہ۔
۹۔ اَڑ بیٹھنا: ضد کرنا، اصرار کرنا۔
۱۰۔ کلیم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔
۱۱۔ طاقتِ دید: دیکھنے کی قوت، ہمت۔
۱۲۔ تقاضا: اصرار۔
۱۳۔ جنبشِ مژگاں: آنکھ کا جھپکنا۔
۱۴۔ بار ہے: پسند نہیں بوجھ ہے، ناقابل برداشت ہے۔
۱۵۔ نرگس کی آنکھ: جو آنکھ نرگس کے پھول کی طرح بغیر جھپکے کھل رہی ہے۔
۱۶۔ کھل جائیں: بے تکلف ہو جائیں۔

(۸)

۱۔ آرزوئے بے دلی: عاشق کی تمنا۔
۲۔ کہاں تک: مراد ہے کتنی۔
۳۔ مرے بازار: میری زندگی کی رونق مراد ہے۔
۴۔ سودائے زیاں: نقصان، گھاٹے کا سودا، مراد ہے اس عمل سے جو عاشق سرانجام دیتا ہے یعنی زندگی کی مسرت خوشی یہاں تک کہ زندگی قربان کر کے بھی خوشی محسوس کرتا ہے۔
۵۔ فروغ مے: شراب کی چمک دمک، شراب کی زیادتی ہے۔
۶۔ ہوائے گل: گل کی خواہش۔
۷۔ فراق: دوری، جدائی۔
۸۔ ساقی نامہرباں: ناراض ساقی۔
۹۔ چمن افروز: باغ کو رونق بخشنے والا۔
۱۰۔ میرے آشیاں تک: مراد ہے میری ذات کی تباہی و بربادی تک محدود ہے۔
۱۱۔ فیضِ پریشانی: بکھر جانے کی صلاحیت مراد ہے۔
۱۲۔ نالۂ خوابیدہ: سویا ہوا نالہ، خاموش فریاد۔
۱۳۔ وقتِ رحیلِ کارواں: کارواں کے روانہ ہونے کی گھڑی۔
۱۴۔ کشودِ کار: مشکلات کا حل۔
۱۵۔ سکونِ دل: اطمینان قلب ٹھہرا۔

۱۶۔ عقدہ: گرہ، الجھی ہوئی گتھی۔
۱۷۔ خاطرِ گرداب: بھنور کا وجود مراد ہے۔
۱۸۔ رسمِ فغاں: آہ وزاری کی روایت۔
۱۹۔ قیامِ مہماں: مراد ہے جب تک جوانی ہے۔

(۹)

۱۔ ظلمت خانۂ دل: شاعر نے دل کو ایک تاریک گھر کہا ہے۔
۲۔ مکینوں: جمع مکین، رہنے والا۔
۳۔ مکاں: کائنات۔
۴۔ مذاقِ جبہ سائی: سجدہ کرنے کا شوق۔
۵۔ محمل: وہ کجاوہ جو اونٹ پر بندھا ہوتا ہے اور پردہ نشین خواتین کے سفر میں استعمال ہوتا ہے۔
۶۔ کلیم اللہ: لقب حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
۷۔ ناز آفریں: ناز دکھانے والا (محبوب)۔
۸۔ جلوہ پیرا: نظارے دکھانے والا۔
۹۔ شمعِ کشتہ: بجھی ہوئی شمع۔
۱۰۔ موجِ نفس: سانس کی لہر۔
۱۱۔ دردِ دل: جذبہ محبت، ہمدردی۔
۱۲۔ ارادت: عقیدت۔
۱۳۔ یدِ بیضا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی طرف اشارہ ہے۔ جب بھی بغل سے ہاتھ نکالتے تھے تو چاند کی طرح چمکتا تھا۔ (تلمیح)۔
۱۴۔ نگاہِ نارسا: پہنچ نہ سکنے والی نگاہ۔
۱۵۔ خلوت گزین: تنہائی میں رہنے والا۔
۱۶۔ پھونکنا: جلانا۔
۱۷۔ خوشہ چین: فیض اٹھانے والا، مفاد حاصل کرنے والا۔
۱۸۔ ٹوٹنے والا: مراد ہے ایسا دل جو دکھ اور غم سہہ سکے۔
۱۹۔ "مَا عَرَفْنَا": حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے "ہم نے نہیں پہچانا" اے پالنے والے ہم نے تمہیں اتنا نہیں پہچانا جتنا کہ تیرا حق ہے۔
۲۰۔ پھڑک اٹھنا: تڑپ اٹھنا، بے قرار ہونا۔
۲۱۔ چرچے: شہرت۔
۲۲۔ باریک بیں: گہری نظر سے دیکھنے والے۔
۲۳۔ قرینہ: برتاؤ کے آداب، سلیقہ۔
۲۴۔ نکتہ چیں: تنقید کرنے والا۔

(۱۰)

۱۔ انتہا: آخری حدوں تک پہنچا ہوا۔
۲۔ سادگی: یہاں مراد ہے نادانی، کم فہمی جو انجام سے واقف نہ ہو۔
۳۔ بے حجابی: ظاہر ہونا، پردہ اٹھانا۔
۴۔ صبر آزما: قوت برداشت کو آزمانے والی۔
۵۔ لن ترانی: "تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا" حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش پر کہ "میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں" اللہ تعالیٰ کا جواب تھا۔
۶۔ چراغِ سحر: صبح کا چراغ۔
۷۔ راز کی بات: محبت کے چھپے ہوئے تعلقات اور وابستگیاں مراد ہے۔

(۱۱)

۱۔ بے نیاز: کسی کی پروا نہ کرنے والا۔

۲۔ کشادہ دستِ کرم کرنا: مہربانیوں پر آمادہ ہونا۔

۳۔ نیاز مند: بندہ، بندگی کرنے والا۔

۴۔ احتراز کرنا: دور دور بھاگنا۔

۵۔ رند: لفظی مطلب شراب نوش۔

۶۔ امتیاز: فرق۔

۷۔ مدام: ہمیشہ۔

۸۔ گوش بہ دل: دل کی آواز سننے کے لیے تیار رہنا۔

۹۔ شکستہ: ٹوٹا ہوا، مایوس، ملول۔

۱۰۔ نوائے راز: عشقِ الٰہی کی چھپی ہوئی حقیقتیں عیاں کرنے والا دوست مراد ہے۔

۱۱۔ بے عمل: گناہ گار۔

۱۲۔ سوز: مراد ہے پگھلا دینا، اثر کرنا۔

۱۳۔ گداز: نرم۔

۱۴۔ تمیزِ لالہ و گل: لالہ اور گلاب کے پھول میں فرق۔

۱۵۔ نالۂ بلبل: بلبل کا دکھ، غم۔

۱۶۔ چشمِ امتیاز: فرق کرنے والی آنکھ۔

۱۷۔ زباں دراز: برا بھلا کہنا۔

۱۸۔ غبارِ رہ: راستے کی خاک۔

۱۹۔ حجاز: جزیرہ نمائے عرب کا وہ صوبہ جس میں مکہ اور مدینہ کے شہر واقع ہیں۔

(۱۲)

۱۔ غیر سے غافل ہونا: مراد ہے غیر خدا کی طرف توجہ نہ کرنا۔

۲۔ جلوہ پیرائی: جلوہ گری۔

۳۔ نمودِ حق: سچ کا ظاہر ہو جانا۔

۴۔ گوہر بدست: ہاتھ میں موتی لے کر۔

۵۔ خزف چین: کنکریاں، سنگ ریزے چننے والا۔

۶۔ ذلت: پستی، مراد ہے آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں کی طرف اتارا گیا۔

۷۔ شرافت: مراد ہے میری سربلندی یعنی اشرف المخلوقات ہو جانے کی دلیل۔

۸۔ غفلت: بے خبری۔

۹۔ تصویر: مراد ہے حسن کا ایک پہلو۔

۱۰۔ آرائش: حسن و خوبی۔

(۱۳)

۱۔ ہوس: خواہش، آرزو۔

۲۔ کمالِ ترک: چھوڑ دینے کی ہمت، لالچ نہ کرنے کی صلاحیت۔

۳۔ عقبیٰ: مراد ہے اچھی آخرت کی خواہش۔

۴۔ تقلید: نقل کرنا، پیچھے پیچھے چلنا۔

۵۔ خضر: حضرت خضر علیہ السلام جو بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ دکھاتے ہیں۔

۶۔ سودا: خواہش، آرزو۔

۷۔ خامہ: قلم۔

۸۔ حرفِ غیر: دوسروں کے الفاظ۔

۹۔ بیگانۂ شے: پرائی چیز۔

۱۰۔ نازشِ بیجا: غلط غرور۔

۱۱۔ لطفِ کلام: بات کا مزہ۔

۱۲۔ بسمل: زخمی، مراد ہے عشق کی چوٹ کھایا ہوا۔

۱۳۔ قیام: رُکے رہنا، ٹھہرنا۔

۱۴۔ حرم: مسجد۔

۱۵۔ کلیسا: گرجا۔

۱۶۔ سوداگری: تجارت۔

۱۷۔ جزا: انعام۔

۱۸۔ پاسبان: چوکیدار، روک ٹوک کرنے والا۔

۱۹۔ مدار: انحصار۔

۲۰۔ سوالِ مکرر: دوبارہ سوال کرنا۔

۲۱۔ شوخی: گستاخی۔

۲۲۔ کلیم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے کلیم ان کا لقب تھا۔

۲۳۔ شرطِ رضا: اپنے اللہ کی خوشنودی کی شرط۔

۲۴۔ تقاضا: بار بار اصرار کرنا۔

۲۵۔ جواز: مراد ہے اس کی اچھائی کی دلیل کے طور پر۔

حصہ دوم

(۱۹۰۵ء۔۱۹۰۸ء)

محبت

۱۔ عروسِ شب: رات کی دلہن۔

۲۔ لذتِ رم: گردش کی لذت۔

۳۔ آئینِ مسلّم: مانا ہوا اصول ضابطہ۔

۴۔ ظلمت خانہ: تاریکی کا گھر (عدم کو کہا ہے)۔

۵۔ امکان: کچھ نہ کچھ ہونے کی صلاحیتیں۔

۶۔ مذاقِ زندگی: زندگی کا ذوق و شوق۔

۷۔ کمالِ نظمِ ہستی: زندگی کی تنظیم و ترتیب۔

۸۔ ہویدا: ظاہر۔

۹۔ چشمِ خاتم: انگوٹھی کا وہ مقام جہاں نگینہ جڑا ہوتا ہے۔

۱۰۔ کیمیاگر: ادنیٰ دھات کو سونے میں بدل دینے والا۔

۱۱۔ ساغرِ جم: ایران کے بادشاہ جمشید کا وہ پیالہ جس میں اسے اپنی ساری سلطنت کا احوال نظر آتا تھا۔

۱۲۔ اکسیر کا نسخہ: ایسا پرچہ ترکیب کہ جس کے استعمال سے ہر شے سونا (قیمتی کھری اور پکی) ہو جائے۔

۱۳۔ تاک میں رہنا: موقع کی تلاش میں رہنا۔

۱۴۔ اسمِ اعظم: وہ کلام جو ہر مشکل کا حل ہو۔

۱۵۔ تسبیح خوانی: خدا کی توصیف کا ورد۔

۱۶۔ سعیِ پیہم: مسلسل کوشش۔

۱۷۔ اجزا: (جمع) جز، حصہ۔

۱۸۔ میدانِ امکاں: کائنات۔

۱۹۔ محرم: پہچاننے والا، واقفِ حال۔

۲۰۔ تیرگی: سیاہی۔

۲۱۔ زلفِ برہم: بکھری ہوئی لٹ۔

۲۲۔ مسیح ابنِ مریم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

۲۳۔ حرارت: یہاں وہ زندگی کی حرارت مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں موجود تھی اور جس کے پھونکنے سے مردے بھی جی اٹھتے تھے۔

۲۴۔ ربوبیت: شانِ رب۔

۲۵۔ عاجزی: تسلیم و رضا۔

۲۶۔ افتادگی: خاکساری مراد ہے۔

۲۷۔ چشمۂ حیواں: آبِ حیات کا چشمہ۔

۲۸۔ مہوس: سونا تیار کرنے والا۔

۲۹۔ ہستیِ نوخیز: تازہ پیدا ہونے والی زندگی۔

۳۰۔ گرہ کھولنا: رکے ہوئے کاروبارِ حیات کو جاری کر دینا۔

۳۱۔ ہنر: مراد ہے وہ جو اس نے کیمیا (دوا) تیار کی تھی۔

۳۲۔ لطفِ خواب: نیند کی لذت۔

۳۳۔ ہمدم: دوست، ساتھی۔

۳۴۔ خرامِ ناز: چلنے (رفتار) کا خوبصورت انداز۔

۳۵۔ چٹک: مراد ہے غنچے کا ہلکی سی آواز کے ساتھ کھل کر پھول بننے کا عمل۔

۳۶۔ داغ: لالہ کے پھول کے درمیان جو سیاہ دھبہ ہوتا ہے۔

حقیقتِ حسن

۱۔ لازوال: کبھی نہ مٹنے والا، جس میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہ ہو، ہمیشہ ایک جیسی صورت حال پر قائم و دائم رہنے والا۔

۲۔ تصویر خانہ: نمائش گاہ (آرٹ گیلری)۔

۳۔ شبِ درازِ عدم: فنا کی طویل رات۔

۴۔ رنگِ تغیر: الٹنے بدلتے رہنے کی صفت، انقلاب کی خاصیت۔

۵۔ اخترِ سحر: صبح کا تارا۔

۶۔ محرم: واقفِ حال، جان پہچان والا۔

۷۔ آنسو بھر آنا: دل میں غم زدہ ہو جانا۔

۸۔ دل خون ہونا: رنجیدہ، غمزدہ ہونا۔

۹۔ سوگوار: رنجیدہ، دکھی۔

پیام

۱۔ ذوقِ تپش: کسی مقصد کے حصول کا جذبہ۔

۲۔ مثلِ شمع: شمع کی مانند۔

۳۔ حاصلِ سوز و ساز: مقاصد کی تڑپ رکھنے والے جذبے کا حاصل۔

۴۔ مدار: انحصار۔

۵۔ دیر و حرم: لفظی مطلب مندر، مسجد، شاعر کی مراد فرقے، طبقے اور مسلک سے ہے۔

۶۔ بے نیاز: اللہ تعالیٰ۔

٧۔ قبا: لباس۔

٨۔ گریۂ جاں گداز: دل کو نرم کر دینے والے عشق کی تڑپ اور فغاں۔

٩۔ جلوہ گہ سحر: صبح جہاں سے طلوع ہوتی ہے (شرق)۔

١٠۔ چشمِ نظارہ: حسن کو دیکھنے کی مشتاق آنکھ مراد ہے۔

١١۔ سرمہ امتیاز: فرق کرنے والی صلاحیت: اونچائی، نیچائی کا شعور۔

١٢۔ بلند بال: اونچی پرواز رکھنے والا (بال بمعنی پر)۔

١٣۔ مستِ ناز: حسن کی اداؤں میں مدہوش۔

١٤۔ پیر مغاں: ساقی۔

١٥۔ فرنگ کی مے: یورپ کی شراب (مراد ہے یورپ کے تصورات ونظریات)۔

١٦۔ نشاط: دنیاوی لذت و سرور۔

١٨۔ کیفِ غم: غم عشق کی لذت مراد ہے۔

١٩۔ خانہ ساز: مشرقی تصورات خیالات۔

٢٠۔ بزمِ کہن: ماضی کی محفل، گزرے ہوئے ادوار۔

٢١۔ مے مجاز: ظاہر پرستی کے خیالات، نظریات مراد ہیں۔

سوامی رام تیرتھ

١۔ سوامی رام تیرتھ: اصل نام تیرتھ رام تھا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ گوجرانوالا میں پیدا ہوئے۔ دل میں رام سے محبت کا جذبہ اس قدر شدید ہوا کہ راوی کے کنارے اس کا نام جپتے مراقبے میں بیٹھنے لگے۔ رام کے بھگت ہونے کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ ایک دن دریا کنارے مراقبے میں گم تھے کہ اچانک اُٹھ کر دریا میں کود پڑے۔ چند دن بعد لاش دریا سے ملی۔ یہ نظم ان کی یاد میں لکھی گئی۔

٢۔ ہم بغل: گلے ملنا، بغل گیر ہونا۔

٣۔ قطرۂ بیتاب: انسانی روح کو کہا ہے۔

٤۔ گوہر نایاب: قیمتی بے مثال موتی نہ مل سکنے والا۔

٥۔ راز رنگ و بو: مادیت کی حقیقت۔

٦۔ امتیاز رنگ و بو: مادے کے رنگ روپ کے درمیان اُلجھا ہوا (کون سا رنگ دلکش ہے اور کونسا خراب)۔

٧۔ اسیر: قیدی (اُلجھا ہوا)۔

٨۔ غوغا: شور وغل۔

٩۔ شورشِ محشر: قیامت کا شور (مراد ہے وہ عظیم شور شرابہ جو اور کچھ نہ سننے دے)۔

١٠۔ شرارہ: معمولی چنگاری۔

١١۔ آتش خانۂ آذر: آگ کا الاؤ (آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باطل پرست بت تراش چچا) آتش خانۂ آذر اس مادہ پرست دنیا کو کہا ہے۔

١٢۔ نفیِ ہستی: مادہ پرستی لذات دنیاوی کی کشش سے چھٹکارا حاصل کرنا۔

١٣۔ دل آگاہ: سچ کی پرکھ رکھنے والا دل۔

١٤۔ کرشمہ: ہنر، کمال، قوت۔

١٥۔ لا کا دریا: غیر اللہ کا انکار۔

۱٦۔ الا اللہ: سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں (حق سچ) یعنی ترکِ دنیا میں ہی اللہ کی شہادت چھپی ہے۔
۱۷۔ مخفی: نہاں، چھپا ہوا۔
۱۸۔ چشمِ نابینا: آگہی اور حقیقت کا شعور نہ رکھنے والی آنکھ۔
۱۹۔ تڑپ: مراد حرکت، (سچ سے بغل گیر ہونے کی تڑپ مراد ہے)۔
۲۰۔ سیماب: یہاں مراد پارہ ہے۔
۲۱۔ سیم خام: کھوٹ ملی چاندی۔
۲۲۔ بتِ ہستی: زندگی کا مادی حسن۔
۲۳۔ ابراہیم عشق: حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا خدا کا عشق۔
۲۴۔ دارو: علاج۔
۲۵۔ تسنیم: جنت کی ایک نہر کا نام۔
۲٦۔ ہوش: یہاں مراد ہے وہ کیفیت جو عشق و مستی کے کیف سے عاری ہو، یہ حق کی پہچان کے راستے کی رکاوٹ ہے۔

طلبہء علی گڑھ کے نام

۱۔ عشق کے درد مند: عشق کا جذبہ رکھنے والا۔
۲۔ طرزِ کلام: گفتگو کا انداز، اسلوبِ کلام۔
۳۔ طائرِ زیرِ دام: لفظی مطلب جال میں پھنسا پرندہ، مراد ہے وہ شخص جو عقل و خرد اور نفع و نقصان کے مسائل میں پھنسا ہوا ہو۔
۴۔ طائرِ بام: آزاد پرندہ جو منڈیر پر بیٹھا اپنی مرضی سے چہچہا رہا ہے، مراد ہے ایسا شخص جو آزاد ہے عقل مصلحت بیں کا غلام نہیں۔
۵۔ کوہ: لفظی مطلب پہاڑ (مراد ہے بھاری بھرکم شخصیات، فلسفی)۔
٦۔ سکوں: بے عمل ہونا، بے حرکت ہونا۔
۷۔ مورِ ناتواں: کمزور چیونٹی (مراد ہے ظاہر نظر میں معمولی درجے کے اہلِ علم)۔
۸۔ لطفِ خرام: چلنے کا لطف، مراد ہے حرکت میں رہنا، عمل کرتے رہنا۔
۹۔ جذبِ حرم: (ملتِ اسلامیہ سے وابستگی مراد ہے)۔
۱۰۔ انجمنِ حجاز: ملتِ اسلامیہ۔
۱۱۔ عیشِ جاوداں: ہمیشہ کی راحت۔
۱۲۔ ذوقِ طلب: حصولِ منزل کی تڑپ۔
۱۳۔ گردشِ آدمی: زندہ انسان کی جدوجہد۔
۱۴۔ گردشِ جام: مراد شے کا چلنا پھرنا، سفر۔
۱۵۔ شمعِ سحر: صبح کی شمع، مراد ایسے لوگ جو خود جل کر دوسروں کے لیے روشنی پیدا کرتے ہیں۔
۱٦۔ سوز: کسی مقصدِ حیات کے لیے تڑپنا۔
۱۷۔ ساز: زندگی کی آواز (حسن)۔
۱۸۔ غم کدۂ نمود: اس فانی دنیا کو کہا ہے۔
۱۹۔ دوام: ہمیشگی، کبھی فنا نہ ہونا۔
۲۰۔ نیم رس: کچا۔
۲۱۔ شوقِ نارسا: پانے کی صلاحیت سے عاری۔
۲۲۔ خم: لفظی مطلب مٹکا۔
۲۳۔ خشتِ کلیسا: لفظی مطلب گرجے کی اینٹ،

مراد ہے مغرب کے عطا کردہ تحفظات وغیرہ ان کی ہمدردیاں۔ مراد یہ ہے کہ ابھی ایک آزاد سیاسی لائحہ عمل کا وقت نہیں آیا، ابھی قوم کا ذہن پوری طرح تیار نہیں، ابھی ضرورت ہے انگریز کی ہمدردی اور مغربی تعلیم کے حصول کی۔

اخترِ صبح

۱۔ فرصتِ نظر: لفظی مطلب دیکھنے کا موقع، مراد ہے زندگی کا مختصر عرصہ۔

۲۔ دمِ آفتاب: سورج کی کرن (روشنی)۔

۳۔ نفسِ حباب: بلبلے کی سانس: مراد ہے بلبلے جیسی مختصر زندگی۔

۴۔ تابندگی: چمک۔

۵۔ جبینِ سحر: صبح کی پیشانی۔

۶۔ گردوں: آسمان۔

۷۔ ریاضِ سخن: شاعری کا چمن۔

۸۔ جاں پرور: روح کو راحت دینے والی، پروان چڑھانے والی۔

۹۔ پیدا: نمایاں۔

حسن و عشق

۱۔ سیمینِ قمر: چاند کی چاندنی کی طرح چمکدار۔

۲۔ ہنگامِ سحر: صبح کے وقت۔

۳۔ ہم رنگ: ایک جیسے رنگ والا۔

۴۔ یدِ بیضائے کلیم: حضرت موسیٰ کا دمکتا چمکتا (معجزاتی) ہاتھ۔

۵۔ موجۂ نکہتِ گلزار: باغ کی خوشبو بھری ہوا کی موج۔

۶۔ شمیم: خوشبوؤں بھری ہوا۔

۷۔ سیلِ محبت: محبت کا سیلاب، عشق فراواں مراد ہے۔

۸۔ ہنگامۂ محفل: محفل کی رونق۔

۹۔ عشق کا حاصل: عشق کی منزل کمال پر پہنچا ہوا۔

۱۰۔ حسن کی برق: حسن کا جلوہ۔

۱۱۔ شامِ غربت: پردیس میں آنے والی شام۔

۱۲۔ کامل: مکمل۔

۱۳۔ باغِ سخن: شاعری کا باغ۔

۱۴۔ جوہر: کمالات، صلاحیتیں۔

۱۵۔ آئینہ: یہاں وجود (ذات) مراد ہے۔

۱۶۔ تحریکِ کمال: اکملیت کی طرف بڑھنے کی آرزو۔

۱۷۔ نہال: پودے۔

۱۸۔ آسودۂ منزل: منزل پر پہنچنے کی طمانیت۔

...... کی گود میں بلی دیکھ کر

۱۔ دزدیدہ نگاہی: چور نگاہوں سے دیکھنا (انکھیوں سے دیکھنا بھی کہتے ہیں)۔

۲۔ رمز: راز، چھپی ہوئی ادا۔

۳۔ ذکاوت: ذہانت۔

۴۔ صفتِ آئینہ: آئینے کی طرح۔

۵۔ حیران: دیکھنے میں اتنی محو کہ جھپکنا بھول جائے مراد ہے۔

۶۔ نورِ آگاہی: پہچان کا شعور۔

۷۔ ناز: ادائے حسن۔

۸۔ چڑھنا: ناگواری۔

۹۔ شوخ: شرارتی۔

۱۰۔ تمنائی: خواہش رکھنے والی۔

۱۱۔ سودائی: عاشق۔

۱۲۔ احساس: یہاں مراد پسند کرنے کی صلاحیت۔

۱۳۔ باطن: اندر۔

۱۴۔ مئے ناب: خالص شراب۔

۱۵۔ شیشۂ دہر: زمانے کی صراحی۔

۱۶۔ خونِ رگِ مہتاب: چاندنی۔

۱۷۔ کسک: ہلکا ہلکا درد، چبھن۔

۱۸۔ سامانِ مسرت: مسرت کا باعث۔

۱۹۔ سازِ غم: دکھ کا نغمہ (دکھ بھری آواز)۔

کلی

۱۔ عارضِ رنگیں: گلابی رخسار۔

۲۔ سینۂ زریں: زر سے بھرا دل، (پھول کے درمیان جو زرد باریک دانے ہوتے ہیں اسے زرِگل کہا جاتا ہے)۔

۳۔ جلوہ آشام: حسن دکھانے کی خواہش مند۔

۴۔ مہر: سورج۔

۵۔ دل چیر کے رکھ دینا: استعارہ ہے کلی کے کھل کر پھول بننے کا۔

۶۔ سینہ شگافی: سینہ چیرنا۔

۷۔ بہرِ نظارہ: دیکھنے کی خاطر۔

۸۔ آئینہ: مراد ہے نگاہیں۔

۹۔ زندگی ہو: (زندگی کو راحت و اطمینان دینے والا مراد ہے)۔

۱۰۔ گہوارہ: مراد ہے راحت کدہ (لفظی مطلب ہے جھولا)۔

۱۱۔ طرب اندوزِ حیات: زندگی کا لطف لینے والا۔

۱۲۔ جوہر اندیشہ: سوچنے سمجھنے کی صلاحیت، قوتِ متفکرہ۔

۱۳۔ سوزِ حیات: زندگی کی لگن۔

۱۴۔ ہم آغوش: بغل گیر ہونا۔

۱۵۔ جانِ مضطر: عشق میں بے چین روح۔

۱۶۔ عریاں: ظاہر۔

چاند اور تارے

۱۔ مدام: ہمیشہ۔

۲۔ بے تاب: مضطرب، بے چین۔

۳۔ ستم کشِ سفر: مراد ہے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا۔

۴۔ مزرعِ شب: رات کی کھیتی۔

۵۔ خوشہ چین: لفظی مطلب ہے بالیاں چننے والے، مراد ہے ستارے۔

۶۔ اشہبِ زمانہ: زمانے کا گھوڑا۔

۷۔ طلب کا تازیانہ: آرزو کا کوڑا۔

۸۔ مقام: رکنا ٹھہرنا مراد ہے۔

۹۔ خرام: چلنا۔

۱۰۔ انتہا: خاتمہ، آخر۔

وصال

۱۔ جستجو: تلاش۔
۲۔ رنگیں نوا: سُریلی آواز والا۔
۳۔ دلِ مضطر: بے چین دل۔
۴۔ سیماب: پارہ جو ہر وقت حرکت (تھرتھرا) کرتا رہتا ہے اس لیے اسے بے چین اور مضطرب دل سے تشبیہ دیتے ہیں۔
۵۔ ارتکاب: کوئی غلط کام کرنا (یہاں طنزاً استعمال کیا ہے)۔
۶۔ نامرادی: ناکامی۔
۷۔ آئینہ دار: دکھانے والی۔
۸۔ شبِ دیجور: سیاہ رات۔
۹۔ غوغائے محشر: قیامت کا سا شور۔
۱۰۔ گراں: بھاری، پریشان کرنے والی۔
۱۱۔ ضو: روشنی۔
۱۲۔ شرمندہ: مراد ہے کمتر ہے ہیچ ہے۔
۱۳۔ آموختی: سکھا پڑھا دیا تو نے سکھا دیے۔
۱۴۔ خنک روز: خوش گوار دن مراد ہے۔
۱۵۔ واسوختی: جلا دیا۔

سُلیمیٰ

۱۔ نمود: ظاہر ہونا۔
۲۔ ستارہ بیں: ستارے دیکھنے والی، مراد ہے حسن کا نظارہ کرنے والی۔
۳۔ ظلمت کدہ: تاریک گھر۔
۴۔ بانکپن: حسن کی ادائیں۔
۵۔ ہویدا: ظاہر، عیاں۔
۶۔ پیراہن: لباس۔
۷۔ سکوت: خاموشی۔
۸۔ جمال: حسن۔

عاشقِ ہرجائی

۱۔ عاشقِ ہرجائی: ہر جگہ دل لگانے والا (دل پھینک)۔
۲۔ مجموعہ اضداد: متضاد صفتیں اور کمالات رکھنے والا۔
۳۔ رونقِ ہنگامہ محفل: محفل کی رونقوں میں شریک اور شامل۔
۴۔ رنگیں نوا: سُریلی آواز والا (شاعر)۔
۵۔ زینت: خوبصورتی کا باعث۔
۶۔ ہم نشیں: ساتھی، دوست۔
۷۔ رفعتِ پرواز: بلند خیالی مراد ہے۔
۸۔ زمیں فرسا: زمین پر چلنے والے۔
۹۔ فلک پیما: آسمانوں کو طے کرنے والا (مسافر)۔
۱۰۔ شغلِ مے: شراب نوشی۔
۱۱۔ مسلک: عقیدہ۔
۱۲۔ عریاں: مراد ہے عاری۔
۱۳۔ حکمت آفریں: دانائی اور عقلمندی کی باتیں کرنے والا۔
۱۴۔ سودا: جنون۔
۱۵۔ بے نقشِ پا: بغیر کوئی نشان چھوڑے ہوئے۔

۱۶۔ افتادہ: مراد ہے ایک ہی جگہ رکا ہوا۔

۱۷۔ آئینِ تفنن: ایسے خیالات و اصول کہ جن کا مقصد محض ہنسی کھیل کر زندگی گزارنا ہے۔

۱۸۔ جبیں فرسا: پیشانی رگڑنا، ماتھا ٹیکنا۔

۱۹۔ تلوّن کیش: جو ایک ضابطے پر ٹک کر نہ رہے (ہرجائی)۔

۲۰۔ مشہور: (اچھے معنوں میں لیا ہے)۔

۲۱۔ رسوا: بدنام (برے معنوں میں لیا ہے)۔

(۲)

۱۔ آشفتگی: پریشانی۔

۲۔ زیرِ قبا: لباس کے نیچے۔

۳۔ رزمخیز: میدان جنگ۔

۴۔ پیمانِ وفا: وفاداری کا عہد۔

۵۔ نیاز: اطاعت۔

۶۔ سوز و سازِ جستجو: تلاش کا بے تابانہ عمل۔

۷۔ موجب: سبب۔

۸۔ شرار جستہ: لفظی مطلب ٹوٹی ہوئی چنگاری (آگ کے الاؤ کے اوپر اڑتی ہوئی چنگاری)۔

۹۔ آشنا: مراد ہے پسند کرنے والا، والہ و شیدا۔

۱۰۔ خموش: مراد ہے مطمئن۔

۱۱۔ مدعا: آرزو۔

۱۲۔ اجزاء: (واحد جز) حصہ ٹکڑا۔

۱۳۔ دردِ انجام: (انجام سوں) ایسی زندگی جس کا خاتمہ انجام درد و دکھ اور کرب پر ہو۔

۱۴۔ افلاسِ تخیل: تخیل کی کمزوری و طاقتِ فکر سے محروی۔

۱۵۔ شبنم آسا: شبنم کی طرح یعنی بہت کم مقدار۔

۱۶۔ آتشِ زیرِ پا: ہمیشہ مضطرب، بے چین۔

۱۷۔ نکتہ چیں: ناقد۔

۱۸۔ تنک جلوہ: جس کا جلوہ چند روزہ ہو۔

۱۹۔ لاانتہا: جس کی کوئی حد نہ ہو۔

۲۰۔ کوشیم: مصروف کوشش ہو یا ہم کوشش کر رہے ہیں۔

۲۱۔ شکستِ خویش: اپنی ناکامی۔

۲۲۔ دوشیم: اپنے کاندھوں، مراد ہے اپنی ناکامیوں کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اس سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔

کوششِ ناتمام

۱۔ فرقت: جدائی۔

۲۔ پیچ و تاب: بے چین، بے قرار۔

۳۔ چشمِ شفق: شفق کی آنکھ۔

۴۔ خوں فشاں: خون میں ڈوبی۔

۵۔ قیسِ روز: دن کا قیس (مجنوں)۔

۶۔ ہوس: طلب، آرزو۔

۷۔ تابِ دوام: ہمیشہ کی چمک، ہمیشہ چمکتے رہنا مراد ہے۔

۸۔ قطبِ آسماں: مراد ہے قطبی ستارہ جو زیادہ چمکدار ہوتا ہے اور متحرک نہیں دکھائی دیتا۔

۹۔ لطفِ خرام: حرکت کا لطف۔

۱۰۔ سوتے: چشمے۔

۱۱۔ تپش: کشش مراد ہے۔

۱۲۔ ماہِ تمام: پورا چاند۔

۱۳۔ رازِ حیات: زندگی کا اصل جوہر۔
۱۴۔ خضر: حضرت خضر علیہ السلام جن کے بارے میں روایت ہے کہ وہ بھولے بھٹکے لوگوں کو منزل کا رستہ بتاتے ہیں۔
۱۵۔ خجستہ گام: حضرت خضر علیہ السلام کو لقب دیا ہے "مبارک قدم" آمد مبارک ہوتی ہے۔
۱۶۔ کوششِ ناتمام: مسلسل کوشش، ایسی سعی جو ہمیشہ کی جاتی رہے۔

نوائے غم

۱۔ رباب: سارنگی کی ایک قسم۔
۲۔ بربطِ کون و مکاں: کائنات کا ساز۔
۳۔ نغموں کے مزار: مراد ہے ہر تار میں کئی کئی نغمے دفن ہیں۔
۴۔ محشرستانِ نوا: نواؤں کا میدان حشر۔
۵۔ محنت کش: احسان اُٹھانے والا۔
۶۔ ہنگامہ: صداؤں، آوازوں کا شور۔
۷۔ مضراب: وہ آلہ جسے چٹکی (عموماً کسی دھات کا چھوٹا سا ٹکڑا) میں پکڑ کر ساز کے تار کو چھیڑتے ہیں۔
۸۔ سمتِ گردوں: آسماں کی طرف سے۔
۹۔ نغمۂ یاس: غم میں ڈوبا ہوا گیت۔
۱۰۔ بانگِ درا: قافلے کی گھنٹی کی آواز (دراصل وہ آواز مراد ہے جو قافلے کی سواریوں (اونٹوں، بیلوں وغیرہ) کے گلے میں بندھی گھنٹیوں سے اٹھتی ہے اور جو قافلے کے سفر کے دوران چلتے رہنے یا پھر دور دور کے مسافروں کو قافلے کی آمد و رفت کا پیغام دیتی ہے)۔

۱۱۔ رفعتِ شبنم: شبنم کا بلند مرتبہ۔
۱۲۔ مذاقِ رم: چلنے کا ذوق و شوق۔
۱۳۔ فطرت کی بلندی: فطرت کے کمالات اور صلاحیتیں۔

عشرتِ امروز

۱۔ شرابِ طہور: پاکیزہ شراب (جنت میں ملنے والی شراب کا نام)۔
۲۔ نقشۂ کیفیت: پینے کے بعد جو لطف آتا ہے اس کی تصویر کشی کرنا۔
۳۔ ہم کنار: گلے لگانا۔
۴۔ پری کو شیشۂ الفاظ میں اُتارنا: مراد ہے کسی کے حسن کی ہو بہو تصویر کشی کرنا۔
۵۔ فریفتہ: عاشق۔
۶۔ سلسبیل: جنت کی ایک نہر۔
۷۔ مقامِ امن: سکون و راحت کا مقام مراد ہے۔
۸۔ نمود: ظاہر ہونا۔
۹۔ منت پذیر: احسان مند ہونا (انحصار رکھنا ہو مراد ہے)۔
۱۰۔ فردا: آنے والے دن۔
۱۱۔ عشرتِ امروز: آج کا عیش و نشاط (مراد ہے جو لطف سرور فوراً آج ہی مل جائے)۔

انسان

قدرت کا عجیب یہ ستم ہے

(۱)

۱۔ راز جو: بھیدوں کو تلاش کرنے والا۔

۲۔ ذوقِ آگہی: چیزوں کی حقیقت کو جاننے کا ذوق وشوق۔

۳۔ حیرت: نئی صورت حال کا سامنا۔

۴۔ آئینے کا گھر: مراد یہ کہ یہ ہر لحظہ مظاہر و مناظر کی کائنات ہے۔

(۲)

۱۔ گرمِ خرام: چلنے میں مصروف۔

۲۔ سوئے بحر: سمندر کی طرف۔

۳۔ جادہ پیما: سفر کرتا ہوا۔

۴۔ مستِ شرابِ تقدیر: اپنے مقدروں کے اسیر۔

۵۔ زندانِ فلک: آسمان کا قید خانہ۔

۶۔ پابہ زنجیر: مقید۔

۷۔ عابدِ سحر خیز: صبح کی عبادت کیلئے اُٹھنے والا۔

۸۔ برخیز: بیدار ہو جاؤ۔

۹۔ مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر: مراد ہے غروب آفتاب کے وقت۔

۱۰۔ مے شفق کا ساغر: شفق کی سرخ شراب کا جام۔

۱۱۔ لذت گیر: لذت حاصل کرنے والی۔

۱۲۔ تلخ: سخت کوش مراد ہے۔

جلوۂ حسن

۱۔ تمنائے بیتاب: بے چین، مضطرب آرزو۔

۲۔ ابدی: جاودانی۔

۳۔ فسانہ ہائے رنگین: خوبصورت زمانہ عمر کا دور مراد ہے۔

۴۔ سربہ گریباں: سوچ میں گم۔

۵۔ گریزاں ہونا: دور بھاگنا۔

۶۔ ادراک فہم: شعور علم۔

۷۔ خاتمِ دہر: زمانے کی انگشتری، مراد ہے وقت کے دورانیے ہیں۔

ایک شام

(دریائے نیکر "ہائیڈل برگ" کے کنارے)

۱۔ نوافروش: لفظی مطلب آواز بیچنے والے شاعر کی مراد ہے چہچہانے والے پرندے۔

۲۔ سبز پوش: شجر مراد ہیں۔

۳۔ بیہوش: پر سکوت خاموش۔

۴۔ فسوں: جادو۔

۵۔ خرام: چلنا۔

۶۔ بے درا: بغیر آواز کے۔

۷۔ مراقبے: سوچ میں سر بزانو۔

تنہائی

۱۔ حزیں: غم زدہ ملول۔

۲۔ ہم نشیں: ساتھی۔

۳۔ رفعتِ آسماں: آسمان کی بلندی۔

۴۔ خوابیدہ: سوئی ہوئی۔

۵۔ نسترن زار: جہاں بے شمار نسترن کے پھول کھلے ہوں۔

۶۔ ہوس: خواہش۔

۷۔ ہم نفس: ساتھی، رفیق۔

پیامِ عشق

۱۔ طلبگار: مراد ہے عشق اختیار کرنے کے خواہش مند۔

۲۔ مئے: مراد ہے عشق۔

۳۔ ناز: ادائیں دکھانے والا، تقاضے کرنے والا۔

۴۔ نیاز: عاجزی کرنے والا، سرِ تسلیم خم کرنے والا۔

۵۔ غزنوی: (محمود غزنوی مراد ہے جس کا لقب بت شکن تھا) یعنی دل کی آرزوؤں کو توڑنے والا ہوں۔

۶۔ ایاز: (محمود غزنوی کا غلام، محبوب) مراد ہے میرے حکم پر چلنے والا بندۂ بے دام بن جا وے۔

۷۔ کمالِ شانِ سکندری: یونان کے بادشاہ سکندر کی طرح کی شان و شوکت والے سے مختص کمال۔

۸۔ تمام ساماں: سارے اسباب۔

۹۔ آئینہ ساز: ایسا دل (عشق کی چمک سے معمور) بنائے جو حسنِ ازلی کا عکس اپنے اندر رکھتا ہو۔

۱۰۔ پیکار: مراد جنگ، جہد و جہد۔

۱۱۔ فرضِ قدیم: تعلق مطلب پر اتنا فرض دار ہے، اطاعت۔

۱۲۔ قناعت شعار: بہت کم پر راضی ہو جانا۔

۱۳۔ وفورِ گل: پھولوں کی فراوانی۔

۱۴۔ دامن دراز ہونا: مراد ہے اپنی عشق کی شدتوں کو اور زیادہ بڑھا لینا۔

۱۵۔ مجازی: مراد ہے بے حقیقت۔

۱۶۔ ہستی قوم: مراد ہے قومیت۔

۱۷۔ طلسمِ مجاز: عشقِ مجازی کا سحر، ماسوا اللہ کا عشق۔

فراق

۱۔ گوشۂ عزلت: تنہائی کا مقام۔

۲۔ طفلک: بچہ۔

۳۔ گفتار آزما: جو نئی نئی باتیں کرنا سیکھ رہا ہو۔

۴۔ جلوس: رونق افروز۔

۵۔ بہشت: مراد ہے فرحت دینے والا۔

۶۔ جانِ ناشکیبا: بے قرار روح۔

۷۔ شکیب: صبر۔

۸۔ فریب: دھوکہ دینا، مراد ہے بہلانا۔

عبدالقادر کے نام

۱۔ خاور: مشرق۔

۲۔ شعلہ نوائی: سوئے ہوؤں کو جگانے والی آواز۔

۳۔ سپند: دانہ ہرمل (جو آگ پر گرنے سے ہلکی سی چٹک کی آواز پیدا کرتا ہے)۔

۴۔ بساط: طاقت (صلاحیت)۔

۵۔ صیقل: عشق کی روشنی (نور)۔

۶۔ امروز: حال۔

۷۔ آئینۂ فردا: ایسا آئینہ جس میں آنے والے دنوں کی جھلک نظر آ جائے۔

۸۔ جلوۂ یوسف: (حضرت یوسف علیہ السلام کے

حسن کی جھلک) مراد ہے حسن ایام کی جھلک۔

۹۔ تپش آمادہ: عمل پر آمادہ کرنا۔

۱۰۔ خونِ زلیخا: مراد ہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام حصول کے لیے زلیخا کے خون کو گرما دیا تھا اسی طرح لوگوں کے خون کو آمادہ عمل و پیکار کر دیں۔

۱۱۔ بے مایہ: کم مایہ۔

۱۲۔ جلکدۂ چمیں: دنیا کے مختلف حسین مقامات جن میں نظریں الجھی ہوئی ہیں (یہاں فلسفے، خیالات مراد ہیں)۔

۱۳۔ سعدیٰ و سلیمیٰ: علامتی نام ہیں عربی حسینوں کے (مراد ہے اسلامی تصورات اسلامی کلچر و تہذیب)۔

۱۴۔ ناقۂ لیلیٰ: لفظی مطلب لیلیٰ کی اونٹنی مراد ہے، پرانا رہن سہن (اصل میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب خطہ حجاز میں ۱۹۰۸ء میں ریل کا آغاز ہوا۔

۱۵۔ قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کرنا: مراد ہے نئی روایات طور طریقے جو آگے بڑھنے کی ضمانت ہیں ان کی طرف راغب کریں۔

۱۶۔ بادۂ دیرینہ: پرانی شراب۔

۱۷۔ گرم رکھنا: مراد ہے پرجوش۔

۱۸۔ سردیٔ مغرب: مغرب کی بے کیف عشق خدا سے خالی تہذیب۔

۲۹۔ وقفِ تماشا: دنیا کو دکھا دیں۔

۲۰۔ وقفِ زباں: زبان پر آتی ہے مراد ہے۔

۲۱۔ سوختن نیست خیالے: جلنا صرف خیال نہیں کہ وہ دل میں چھپا کر رکھے۔

صقلیہ (جزیرہ سسلی)

اٹلی کے جنوب میں واقع ایک سنگلاخ جزیرہ ہے عربوں نے ۸۷۸ء میں اسے فتح کیا۔ گویا یہ یورپ پر اور اہل روم پر ان کی سیاسی قوت کی دھاک کا آغاز تھا۔ انہوں نے اس کو اسلامی تمدن کا ایک آراستہ پیراستہ نمونہ بنا دیا۔ علامہ اقبال نے اسے دیکھا تو یہ اس وقت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہ صرف چھن چکا تھا بلکہ ایک شاندار اسلامی تاریخ کے پس منظر میں وہ انہیں اسلامی تہذیب و تمدن کے ایک مزار کی طرح نظر آیا۔

۱۔ دیدۂ خونناب بار: خون برساتی آنکھ۔

۲۔ تہذیبِ حجازی: مراد ہے اسلامی تہذیب و تمدن۔

۳۔ بحر بازی گاہ: شاعر نے سمندر کو ایک معمولی کھیل کا میدان کہا ہے۔

۴۔ عصرِ کہن: پرانا عہد (مراد ہے اسلام سے پہلے کا عہد)۔

۵۔ شورشِ قم: (لفظی مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح قم کہہ کر مردے کو زندہ کر دیا) مراد ہے کہ یہاں وارد ہو کر ایک مردہ تہذیب میں جان ڈال دی، نئے دور کا آغاز کیا۔

۶۔ توہم: جاہلانہ خیالات۔

۷۔ لذت گیر: لطف اٹھاتا ہے۔

۸۔ آبرو: شان و شوکت۔

۹۔ خال: تل۔

۱۰۔ زیب: خوبصورتی۔

۱۱۔ بحر پیما: سمندر میں سفر کرنے والے۔

۱۲۔ سبک: مراد ہے لطف و سرور دینے والا۔

۱۳۔ مدام: ہمیشہ۔

۱۴۔ حسنِ عالم سوز: دنیا کے لیے پسندیدہ اور دلکش مراد ہے۔

۱۵۔ نالہ کش: آہ و فغاں کرنا۔

۱۶۔ شیراز کا بلبل: مراد ہے سعدی شیرازی۔

۱۷۔ داغ: مراد ہے داغ دہلوی۔

۱۸۔ جہان آباد: دہلی۔

۱۹۔ دولتِ غرناطہ: غرناطہ کی سلطنت۔

۲۰۔ ابنِ بدروں: غرناطہ کا شاعر جس نے غرناطہ کی تباہی پر نوحہ لکھا۔

۲۱۔ محرم: مراد ہے تیرے غم اور دکھ کو دل میں محسوس کرنے والا (لفظی مطلب جان پہچان والا)۔

۲۲۔ اندازِ بیاں: دکھ کو بیان کرتی ہوئی۔

۲۳۔ تصویرِ کہن: پرانے دور کا عکس۔

۲۴۔ ایامِ سلف: اجداد کے زمانے

غزلیات

(۱)

۱۔ دم: لمحہ۔

۲۔ دم: چلنا، مراد ہے آیا اور گیا ایک جھونکے کی طرح۔

۳۔ گریۂ غم: آنسو بہانا۔

۴۔ محرم: شناخت، پہچان۔

۵۔ محرم: یہاں مراد ہے بھر اس میں کوئی بھید والی شے ہی نہیں۔

۷۔ زمزم کے سوا: یعنی زمزم کو سب سے مقدس تحفہ سمجھ کر لے آتے ہو، اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔

(۲)

۱۔ خجستہ پے: مبارک قدم۔

۲۔ بخیہ کاری: لفظی مطلب ہے پھٹے ہوئے کو سوئی دھاگے سے سینا (شاعر کی مراد ہے اشیاء کے اسباب و علل کی تلاش کرنا صغریٰ کبریٰ ملا کر نتائج اخذ کرنا۔

۳۔ سر پیرہن: لباس کا حسن، کمال کی فکر۔

۴۔ محبت کا سوز: عشق کی آگ (کسی کی خاطر جلنا)۔

۵۔ شمعِ مزار: وہ شمع جس کا جلنا کسی کیلئے فائدہ مند نہیں اور شمعِ انجمن وہ شمع جس کے جلنے سے بہتوں کو روشنی و رہنمائی ملتی ہے۔

۶۔ چرخِ کہن: قدیم آسمان۔

۷۔ عرب کے معمار: اشارہ ہے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

۸۔ امتیازِ عقبیٰ: آخرت کا امتیاز۔

۹۔ مذاقِ سخن: شعر و شاعری کا ذوق و شوق۔

(۳)

۱۔ محشر اُٹھنا: طوفان اُٹھنا۔

۲۔ صرفِ آرزو: تمنا بھرے خیالات کا طوفان۔

۳۔ صدفِ تشنگی: سیپی میں محفوظ چیز سے دور ہونا۔

۴۔ آبرو: مراد ہے اصل قدر و قیمت۔

۵۔ سروِ کنارِ جو: نہر کے کنارے پر کھڑا سرو۔

۶۔ نگارخانہ: تصاویر کی نمائش گاہ۔

۷۔ طلسمِ ہوس: ساری خواہشوں کے جادو میں جکڑی ہوئی مراد ہے۔

۸۔ سودا: عشق۔

۹۔ تبسم: کھلنا۔

۱۰۔ شکستہ ہونا سبو کا: مراد ہے میرا ٹوٹنا اور بکھر کر ختم ہونے کا آغاز مراد ہے۔

۱۱۔ سپاسِ شرطِ ادب: ادب اور احترام کا تقاضا مراد ہے۔

۱۲۔ کمالِ وحدت: مراد ہے ہر شے کی اصل ایک ہے (وحدت الوجود)۔

۱۳۔ محزوں: غم زدہ۔

۱۴۔ فرقت: جدائی۔

۱۵۔ کمال: مراد صلاحیتوں کا عروج پانا، مکمل ہونا۔

(۴)

۱۔ عیاں: ظاہر۔

۲۔ افتادگی: ٹھہراؤ، بے حرکتی۔

۳۔ گریباں گیر ہونا: گرفت کرنا۔

۴۔ استعارہ: مراد ہے کہ اپنا مطلب ڈھکے چھپے الفاظ میں پہنچایا جاتا ہوں۔

۵۔ خسارہ: نقصان، گھاٹا۔

۶۔ سکوں نا آشنا رہنا: ہمیشہ تڑپتے رہنا مراد ہے، ہمیشہ جستجو میں رہنا۔

۷۔ "صدائے لن ترانی": وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہے "تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا"۔

(۵)

۱۔ افسردگی: اداسی (ناکام ہو جانے یا پھر ناخوش ہو جانے کی وجہ سے)۔

۲۔ آسودگی: راحت۔

۳۔ کوئے محبت: مراد ہے محبت کے جذبے میں۔

۴۔ حکمت: عقل و دانش کے صحرا شاعری مراد ہے یہ وہ کوچہ ہے جہاں دل کو اس کے مسائل کا تسلی بخش حل نہیں ملتا۔

۵۔ رسمِ حجاب: پردے میں رہنا۔

۶۔ مینا: صراحی۔

۷۔ ماہ سیماؤں: چمکتے چاند (خوبصورت لوگ)۔

(۶)

۱۔ طوف: کسی شے کے ارد گرد چکر لگانا۔

۲۔ نماز: مراد ہے عقیدت سے عبادت کی طرح کوئی کام کرنا۔

۳۔ کلیم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب (کلیم۔ کلام کرنے والا)۔

۴۔ ستم کش: رکاوٹ بننے والے ظالم لوگ۔

۵۔ پابندِ دام: قید و بند میں جکڑ دیے ہیں۔

۶۔ نشاط: مراد عیاشی۔

۷۔ سحر: جادو۔

۸۔ پیرانِ خرقہ پوش: قلندر، درویش، دنیاداری سے لاپرواہ لوگ۔

۹۔ رام کرنا: مطیع کرنا۔

۱۰۔ گھر کو پھونکنا: (گھر جلانا) مراد ہے کسی مقصد کے لیے قربانیاں دینا۔

۱۱۔ دیر: مندر۔

(۷)

مارچ ۱۹۰۷ء

۱۔ بے حجابی: (بے پردگی) بے حیائی۔

۲۔ سکوت: خاموشی۔

۳۔ آوارۂ جنوں: عشق میں آوارہ گھر گھر گھومنے والے۔

۴۔ گوشِ منتظر: سننے کے منتظر کان۔

۵۔ عہد: وعدہ۔

۶۔ صحرائیوں: عربوں سے مراد ہے۔

۷۔ قدسی: فرشتے، مکرم لوگ۔

۸۔ منہ پھٹ: مراد ہے سچ بات بے خوف وخطر کہہ دینے والا۔

۹۔ زرِ کم عیار: بے قیمت زر۔

۱۰۔ مورِ ناتواں: کمزور چیونٹیاں مراد ہے بے بس کمزور قومیں۔

۱۱۔ سفینۂ برگِ گل: گلاب کی پتی کی کشتی۔

۱۲۔ پابہ گل: جکڑے ہوئے، بندھے ہوئے۔

۱۳۔ درماندۂ کارواں: تھکے مارے قافلے کو۔

۱۴۔ غیر از نمود: مراد ہے صرف پیدا ہو جانا۔

۱۵۔ مدعا: مقصدِ حیات۔

۱۶۔ ستم کش: دکھ اٹھانا۔

حصہ سوم

(۱۹۰۸ء سے آگے......)

بلادِ اسلامیہ

۱۔ مسجود: سجدہ گاہ۔

۲۔ دلِ غم دیدہ: غم زدہ دل۔

۳۔ اسلاف: آباؤ اجداد۔

۴۔ خیر الامم: اُمت مسلمہ کی عظیم برگزیدہ ہستیاں (حضرت نظام الدین اولیاء جیسی)۔

۵۔ حاصل: ثمر، نتیجہ۔

(۲)

۱۔ جہان آباد: دہلی۔

۲۔ کرامت: تکریم، عزت۔

۳۔ تہذیبِ حجاز: اسلامی تہذیب مراد ہے۔

۴۔ ہم دوشِ ارم: جنت کے برابر۔

(۳)

۱۔ ملتِ بیضا: ملت اسلامیہ کا لقب۔ (لفظی مطلب ہوگا سفید روشن ملت)۔

۲۔ فروزاں: روشن۔

۳۔ تاکِ گلشن: یورپ کی رگ، مراد ہے یورپ کے علوم وفنون کے ذخیرے۔

(۴)

۱۔ مہدیِ اُمت: مراد سلطان محمد فاتح ہے جس نے قسطنطنیہ فتح کیا۔

۲۔ حضرت ایوب انصاری: صحابی رسولؐ
میزبان رسول بھی لقب تھا، مدینہ میں تشریف لانے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے ان کے گھر مہمان ٹھہرے تھے، قسطنطنیہ پر ایک حملے کے دوران میں وفات پائی، مزار فصیل قسطنطنیہ کے پاس موجود ہے۔ اصل ابوایوب انصاری ہے۔

۳۔ کشت و خون: جنگ و جدل۔

(۵)

۱۔ سوا: زیادہ۔

۲۔ خاتمِ ہستی: زندگی کی انگشتری۔

۳۔ مسند: تخت۔

۴۔ جم: (تخفیف) جمشید، (ایران کا بادشاہ)۔

۵۔ پابندِ مقام: مراد ہے کہ مسلمان قوم اگر کسی ایک جغرافیائی حدود کی پابند ہوتی۔

۶۔ نقطۂ جاذب: اپنی طرف کھینچنے والا مرکز۔

۷۔ ماویٰ: پناہ کی جگہ۔

۸۔ تاثر: جذبۂ عشق۔

ستارہ

(۱)

۱۔ مآلِ حسن: حسن و جمال کا انجام۔

۲۔ متاع: مال و دولت۔

۳۔ ہراسِ فنا: فنا ہونے کا خوف۔

۴۔ قبائے زر: چاندی کا چمکتا لباس۔

(۲)

۱۔ اَوج: عروج۔

۲۔ مہر: سورج۔

۳۔ وداعِ غنچہ: غنچے کا کھل کر پھول بن جانا۔

۴۔ آفرینش: پیدائش۔

۵۔ عدم: نابستی۔

۶۔ ثبات: قیام، قائم رہنا۔

دو ستارے

(۱)

۱۔ قِران: دو ستاروں کا ایک برجِ آسمانی میں اکٹھے ہو جانے کا لمحہ۔

۲۔ مدام: ہمیشہ۔

(۲)

۱۔ وصال: ملاپ۔

۲۔ فراق: جدائی۔

۳۔ سراپا: سر سے لے کر پاؤں تک۔

۴۔ مقدر: تقدیر کا لکھا ہوا مراد ہے۔

۵۔ خواب: محض وہم جس کا کوئی وجود نہ ہو۔

۶۔ آئین: دستور، طریقہ۔

گورستانِ شاہی

(۱)

۱۔ خرقۂ دیرینہ: پرانی گدڑی۔

۲۔ مکدر: گرد آلود۔

۳۔ جبینِ ماہ: چاند کی پیشانی۔

۴۔ حیرت فزا: حیرانی کو مزید بڑھانے والی۔

۵۔ بربط: ساز۔

(۲)

۱۔ جولاں گاہ عالمگیر: بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کا میدان جنگ (جنوبی ہندوستان (ریاست گولکنڈہ) کا محاصرہ کیا تھا ۱۶۸۷ میں، یہ ایک طویل محاصرہ تھا اور مشکل فتح، گولکنڈہ کا حکمران اس وقت ابوالحسن تانا شاہ تھا۔ اورنگزیب کے خلاف مرہٹوں سے سازش میں ملوث ہوا)۔

۲۔ حصار: قلعہ۔

۳۔ صدیوں کا بار: ماضی کی تاریخ کا بوجھ۔

۴۔ معمور: بھرا پڑا۔

۵۔ سکان کہن: پرانے باشندے۔

۶۔ دل دادہ: عاشق۔

۷۔ ایستادہ: کھڑا ہوا۔

(۳)

۱۔ روزن: سوراخ۔

۲۔ سبز قام: سبز رنگ والا۔

۳۔ خاک بازی: بے معنی حقیری بات۔

۴۔ از بر: یاد۔

۵۔ ازل سے: جب سے آغاز ہوا ہے۔

۶۔ رنگ و آب زندگی: زندگی کے حسین و رنگین مناظر۔

۷۔ گل بداماں: دامن کا گلوں سے بھرا ہونا۔

۸۔ خوں گشتہ: فانی، فنا شدہ۔

(۴)

۱۔ حسرت فزا: حسرت اور افسوس کو زیادہ کرنے والی۔

۲۔ منزل سے یہاں مراد یا خواب گہ شاہاں سے مراد: جنگ میں قتل ہونے والے شاہوں کا گورستان ہے۔

۳۔ دیدۂ عبرت: اے عبرت حاصل کرنے والی آنکھ۔

۴۔ اشکِ گلگوں: خون کے آنسو۔

۵۔ خراج: نذرانہ مراد ہے (لفظی مطلب مالیہ یا حکومتی ٹیکس)۔

۶۔ گردوں پایہ: آسمان کی طرح محترم۔

۷۔ برگشتہ: بدقسمت۔

۸۔ سرمایہ: مراد ہے قیمتی دولت۔

۹۔ حیرت آفریں: حیرت بڑھانے والی۔

۱۰۔ جنبشِ مژگاں: پلکوں کا جھپکنا۔

۱۱۔ حذر: اجتناب۔

۱۲۔ چشمِ تماشا: دیکھنے والی آنکھ۔

۱۳۔ تصویر: مراد ہے گورستانِ شاہی کے نظارے میں۔

۱۴۔ آئینۂ تحریر: لفظوں کی شکل میں اس کا عکس نہیں دکھایا جاسکتا ہے۔

(۵)

۱۔ ناصبور: بے صبر۔

۲۔ ظلمت: اندھیرے۔

۳۔ جبیں گستر: ماتھا ٹیکے۔

۴۔ مآل: انجام۔

۵۔ تدبیر جہاں بانی: حکمرانی کے طور طریقے۔

۶۔ فغفوری: (فغفور چین کے بادشاہوں کا لقب تھا) مراد ہے شان و شوکت۔

۷۔ غنیم: دشمن۔

۸۔ یورش: حملہ۔

۹۔ کشتِ عمر: لفظی مطلب عمر کی کھیتی (مراد ہے عرصۂ زندگی)۔

۱۰۔ حاصل: ثمر۔

۱۱۔ جادۂ عظمت: بلندیوں کا راستہ۔

(۶)

۱۔ عود: ایک قسم کا ساز۔

۲۔ نالۂ شبگیر: راتوں کو گونجنے والی آہ و فغاں۔

۳۔ عرصہ و پیکار: جنگ کے لمحات۔

۴۔ سینۂ ویران: زندگی سے خالی سینہ۔

۵۔ جانِ رفتہ: نکل جانے والی روح۔

(۷)

۱۔ مشتِ خاک: مراد پیکرِ خاکی ہے۔

۲۔ زحمت کشِ بے داد: دکھ اور ظلم اُٹھانے والا۔

۳۔ کوچہ گرد: آوارہ، یہاں مراد ہے بانسری کے راستے (گلی) سے گزرنے یا پھرنے والا۔

۴۔ نفس: سانس مراد ہے۔

۵۔ فریاد: فراق کا نغمہ۔

۶۔ مرغِ خوش نوا: چہچہانے والا پرندہ۔

۷۔ ریاضِ دہر: دنیا۔

۸۔ تعبیر: مراد ہے حقیقت، اصل۔

۹۔ ستمگر: موت۔

۱۰۔ ستم: مراد ہے فنا کرنے کا عمل۔

۱۱۔ انصاف: بغیر کسی چھوٹے بڑے کی تمیز کے سب کو فنا کرنا مراد ہے۔

(۸)

۱۔ بحرِ ناپیدا کنار: وسیع سمندر۔

۲۔ خوں رو: یاس کے آنسو بہا۔

۳۔ خسِ آتش سوار: فوری جل بجھنے والا تنکا۔

۴۔ اعجاز: جادو۔

۵۔ سیمابی قبا: چمکیلی زرہ جیسی پوشاک۔

۶۔ بیکسی: بے چارگی (اکیلا پن)۔

(۹)

۱۔ رنگہائے رفتہ: اُڑ جانے والے رنگ، پھیکے پڑ جانے والے رنگ۔

۲۔ زیاں خانہ: یہ دنیا جہاں نقصان ہی نقصان ہے۔

۳۔ گردوں وقار: بلند مرتبہ، صاحبِ عروج۔

۴۔ باردوشِ روزگار: زندہ و قائم۔

۵۔ خوگر: عادی۔

۶۔ بے اعتنائی: بے پروائی۔

۷۔ ذوقِ جدت: تغیر و تبدل کا شوق۔

۸۔ مزاجِ روزگار: زمانے اور وقت کا چلن۔

۹۔ مادرِ گیتی: زمانے کی ماں۔

۱۰۔ آبستن: حاملہ۔

(۱۰)

۱۔ تاجور: بادشاہ۔

۲۔ سپرِ ایراں: ایران کی سلطنت مراد ہے۔

(۱۱)

۱۔ گہوارہ: پنگھوڑا۔

۲۔ لبِ جو: نہر کے کنارے۔

۳۔ محوِ زینت: حسن کا عکس دیکھنے میں گم۔

۴۔ جوئے بار آئینہ: نہر کا پانی آئینہ ہے۔

۵۔ نہاں: چھپی ہوئی۔

۶۔ عزلت خانہ: تنہائی کا گوشہ۔

۷۔ مطرب: گانے بجانے والی۔

۸۔ خامۂ قدرت: قدرت کا قلم۔

۹۔ شوخ: دلکش۔

۱۰۔ شباں زاد: چرواہا۔

۱۱۔ مستور: چھپی ہوئی۔

۱۲۔ دستِ طفلِ خفتہ: سوئے ہوئے بچے کا ہاتھ۔

(۱۲)

۱۔ عہدِ رفتہ: گزرا زمانہ۔

۲۔ گریۂ پیہم: مسلسل آنسو برسانے کا عمل۔

۳۔ بینا: دیکھنا، مطلب دیکھنے کا شعور رکھنے والی۔

۴۔ موتی: یہاں مراد ہے آنسوؤں کے قیمتی نذرانے۔

۵۔ دہقاں: کسان۔

۶۔ شانِ جلالی: جلال و قتال کا رعب دبدبہ۔

۷۔ شانِ جمالی: تہذیب تمدن و ثقافت کی تعمیر و ترقی۔

نمودِ صبح

۱۔ آشکار: ظاہر (طلوع)۔

۲۔ دخترِ لیل و نہار: سرو صبح (رات دن کی بیٹی کہا ہے)۔

۳۔ سپہر: آسمان۔

۴۔ کشتِ خاور: مشرق کی کھیتی۔

۵۔ محمل: کجاوہ۔

۶۔ پروازِ شب: (رات کے اڑ جانے کی طرف اشارہ ہے) مراد ہے رات کے سفر کرنے کے لیے۔

۷۔ شعلۂ خورشید: چمکتا سورج۔

۸۔ حاصل: فصل۔

۹۔ عابدِ شب زندہ دار: راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والا۔

۱۰۔ میان: وہ غلاف جس میں تلوار رکھی جاتی ہے۔

۱۱۔ تیغ آب دار: چمکتی ہوئی تلوار، (تیزی کی طرف بھی اشارہ ہے)۔

۱۲۔ خلوت گاہِ مینا: صراحی کی گہرائی (اندر) میں۔

۱۳۔ بادِ اختلاط انگیز: ملاپ کرانے والی ہوا۔

۱۴۔ شورشِ ناقوس: سینگ جو مندروں میں وقتِ عبادت پھونکے جاتے ہیں، ان کی آواز۔

۱۵۔ ہم کنار: ملاپ۔

۱۶۔ نغمہ سنج: چہچہانے والے پرندے۔

۱۷۔ ترنم ریز: نغمے پھوٹ رہے ہیں گویا۔

۱۸۔ قانون: ساز۔

تضمین بر شعر انیسی شاملو

(ایران کا ترکی نژاد شاعر، نام علی قلی بیگ تھا عبدالرحیم خان خاناں خلف بیرم خاں کا ملازم تھا۔ ۱۶۰۶ میں فوت ہوا) (تضمین) کسی شاعر کے اشعار پر اسی بحر میں اشعار کہنا۔

۱۔ بادِ سحر: صبح کی ہوا کی طرح۔

۲۔ خوشتر: زیادہ اچھی۔

۳۔ جادہ پیمائی: جستجو۔

۴۔ پیرِ سنجر: حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مراد ہے چونکہ وطن سنجر تھا اس لیے اس کی مناسبت سے پیر سنجر کہا ہے۔

۵۔ درماں: علاج۔

۶۔ دردِ ناشکیبائی: بے صبری۔

۷۔ نا آشنائے لب: لبوں سے ادا نہ ہونا۔

۸۔ منت پذیرِ تابِ گویائی: بولنے پر آمادہ ہونے والی تھی۔

۹۔ تارک: ترک کرنے والا۔

۱۰۔ آئینِ آبائی: اجداد کے دستور۔

۱۱۔ سوزِ دروں: عشق۔

۱۲۔ اندازِ لیلائی: حسن و ادا ناز و انداز۔

۱۳۔ زمینِ شور: بنجر زمین۔

۱۴۔ تخم: بیج۔

۱۵۔ نازائی: بانجھ پن۔

۱۶۔ کنشتی ساز: لفظی مطلب گرجا کا باجا مراد ہے غیر مسلموں کے رہن سہن کا دلدادہ۔

۱۷۔ نوا ہائے کلیسائی: عیسائی فلسفے اور تصورات۔

۱۸۔ دلِ شوریدہ: باغی دل۔

۱۹۔ وفا آموختی: وفا ہم سے سیکھی۔

۲۰۔ ربودی گوہرے از ما: موتی لیا ہم سے۔

فلسفۂ غم

(میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا لاہور کے نام)

۱۔ میاں فضل حسین: علامہ اقبال کے دوست اور کلاس فیلو تھے۔ یہ اشعار ان کے والد کی وفات پر لکھے گئے اور میاں فضل حسین کی خدمت میں پیش کیے گئے۔

۲۔ کیفِ عشرت: مطلب عیش و نشاط۔

۳۔ سحابِ زندگی: زندگی کا بادل۔

۴۔ الم: قرآن کی پہلی سورہ (بقرہ) کے پہلے الفاظ، شاعر کی مراد ہے زندگی کی کتاب بھی "الم" سے شروع ہوتی ہے۔ مراد ہے غم سے اس کا آغاز ہے۔

۵۔ نادیدہ: نہ دیکھی ہوئی۔

(۲)

۱۔ آرزو کا خون: مایوسی، ناکامی۔

۲۔ غیر از فغاں: آہ و زاری کے بغیر۔

۳۔ چراغِ سینہ: سینے کو علم شعور کی روشنی سے منور کرنے والا۔

۴۔ سامانِ زینت: جس کے ذریعے اپنے حسن کو بڑھاتی ہے مراد ہے۔

۵۔ آہ: یہاں مراد ہے غم۔

۶۔ کمال: ہنرمندی کا عروج۔

۷۔ گردِ ملال: دکھی گرد۔

۸۔ لطفِ خواب: مراد ہے خوابِ غفلت کے مزوں سے۔

۹۔ مضراب: وہ چھوٹا سا دھاتی ٹکڑا جس سے ساز بجانے والا ساز کے تاروں کو چھیڑتا ہے۔

۱۰۔ شہپر: طاقت ور پر۔

۱۱۔ انکشافِ راز: زندگی کی حقیقتوں کو کھولنے والا مراد ہے۔

۱۲۔ نالۂ یارب: خدا کو یاد کر کے فریاد کرنا۔

۱۳۔ اشک کے کوکب: آنسوؤں کے ستارے۔

۱۴۔ شکستِ غم: غم کی چوٹ۔

۱۵۔ گل چیں: پھول توڑنے والا۔

۱۶۔ نوکِ خار: کانٹے کی نوک کی چبھن مراد ہے۔

۱۷۔ آزار: کرب۔

۱۸۔ کلفتِ غم: غم کا بوجھ۔

۱۹۔ ادراک: فہم۔

۲۰۔ ابد: ابتدائے کائنات۔

۲۱۔ نسخۂ دیرینہ: زندگی گزارنے کا سلیقہ مراد ہے۔

۲۲۔ شرمندہ: مراد ہے کم مایہ ہے۔

۲۳۔ تا ابد: ہمیشہ کیلئے۔

۲۴۔ بقا: ہمیشگی۔

۲۵۔ عدم نا آشنا: بے فنا ہیں۔

(۵)

۱۔ افتاد: گرنا۔

۲۔ جوئے سیماب رواں: بہتی ہوئی چاندی کی نہر۔

۳۔ وصل کی تعلیم: ملاپ کی ایک صورت بن جاتا ہے مراد لی گئی ہے۔

۴۔ دو قدم پر: مطلب ہے چند قدم آگے چل کر۔

۵۔ جو مثلِ تارِ سیم ہے: نہر چاندی کے مسلسل تار کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔

۶۔ رفعت: بلندی۔

۷۔ پستیٔ عالم: یہ مادی دنیائے دوں مراد ہے۔

(۶)

۱۔ دہر کی آفات: زمانے کے آلام۔

۲۔ محصور ہو: گھری ہو۔

۳۔ رزم گاہِ خیر و شر: نیکی اور بدی کے خیالوں کا میدانِ جنگ۔

۴۔ ظلمت: اندھیرے۔

۵۔ خضرِ ہمت: ہمت کو خضر کہا ہے (ہمت مصائب میں حضرت خضر بن کر راستہ دکھاتی، آگے بڑھنے کا حوصلہ بڑھاتی ہے)۔

۶۔ گوشہ گیر: کنارہ کش (منہ موڑ لیا ہو)۔

۷۔ جگنو کا شرر: بجلی سی جگنو کی طرح جیسی روشنی کی چنگاری مراد ہے۔

پھول کا تحفہ عطا ہونے پر

۱۔ مستِ ناز: وہ نازنین جو اپنے حسن اور ناز کی اداؤں میں گم ہے۔

۲۔ انتخاب: چن لے۔

۳۔ رشکِ گلِ آفتاب: گلِ آفتاب کی حاسدانہ خواہش رکھنا۔

۴۔ زہے نصیب: کیا اچھا مقدر ہے۔

۵۔ رقیب: دشمن۔

۶۔ حیات کا جوہر: زندگی کا اصل مقصد۔

۷۔ کنول: پانی میں کھلنے والا سفید پھول۔

۸۔ تصدق: قربان۔

۹۔ کسی کے دامنِ رنگین سے آشنا نہ ہوا: مراد ہے کسی نے اس محبوب کو اپنا نہیں بنایا۔

۱۰۔ افسردہ: غم زدہ۔

۱۱۔ گل چیں: پھول توڑنے والا۔

ترانۂ ملی

(قومی ترانہ)

۱۔ چین و عرب ہمارا: مراد ہے یہ ممالک بھی مسلمان کے وطن ہو سکتے ہیں (مسلمان قومیت کو کسی خاص خطۂ زمین سے مناسبت نہیں)۔

۲۔ پہلا وہ گھر: کعبہ کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ خنجرِ ہلال: ہلال چونکہ خنجر (تلوار) کی طرح خم دار ہوتا ہے اور پھر تلوار باطل کے خلاف نبرد آزما ہونے کی علامت بھی ہے اسی طرح ہلال کو اسلامی معاشرت سے ایک نسبت بھی ہے، ان سب کے جمع ہو جانے کی وجہ سے علامہ نے "خنجر ہلال" کی ترکیب تراشی اور اسے اسلامی تہذیب کی علامت بنا دیا۔

۴۔ مغرب کی وادیاں: یورپ کی وادیاں مراد ہیں۔

۵۔ دبنے والے: شکست کھانے والے۔

۶۔ اندلس: سپین۔

۷۔ موجِ دجلہ: دریائے دجلہ عراق کا ایک دریا۔

۸۔ میرِ حجاز: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

۹۔ بانگِ درا: قافلے کی روانگی کی صدا۔

وطنیت

(وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے)

(۱)

۱۔ جم: (تخفیف) جمشید ایران کا بادشاہ جس کے بارے میں تصور کیا جاتا ہے کہ انگوری شراب کا موجد بھی تھا۔

۲۔ روش: طریقہ، طور۔

۳۔ حرم: مسجد (مراد ہے تصورات اور معتقدات)۔

۴۔ آزر: (حضرت ابراہیم کے بت تراش چچا کا نام تھا، یہ نام علامت بن گیا، بت تراشنے، باطل خیالات گھڑنے والوں کی)۔

۵۔ خداؤں: یہاں مراد جھوٹے خداؤں سے ہے۔

۶۔ پیرہن: لباس۔

(۲)

۱۔ تہذیب نوی: نئی تہذیب (وطنیت کے نئے نظریات)۔

۲۔ غارت گر: تباہ کرنے والا۔

۳۔ تو مصطفوی ہے: دینِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پابند۔

۴۔ بت: یہاں مراد وطنیت کا جغرافیائی نظریہ۔

(۳)

۱۔ قیدِ مقامی: جغرافیائی حدود میں مقید ہو جانا۔

۲۔ صورتِ ماہی: مچھلی کی طرح۔

۳۔ ترکِ وطن: مراد ہے اپنے آپ کو جغرافیائی حدود کے اندر محبوس قرار دینے سے انکار کرنا۔

۴۔ گفتارِ سیاست: سیاست کے علوم مراد نہیں۔

۵۔ ''اسی سے'': مراد ہے اس جغرافیائی نظریہ وطنیت کی وجہ سے۔

۶۔ بٹنا: تفرقہ پڑنا۔

"ایک حاجی مدینے کے راستے میں"

۱۔ دشنۂ رہزن: ڈاکو کا خنجر۔

۲۔ بیدل: مراد ہے غمزدہ۔

۳۔ زہراب: زہریلا پانی۔

۴۔ ہلالِ عید: (لفظی مطلب عید کا چاند) مراد ہے خوشی کی نوید۔

۵۔ ہائے یثرب: مراد ہے مدینہ دیکھنے کی حسرت۔

۶۔ بے باکانہ چل: بے خوف و خطر چل۔

۷۔ دشت پیمائے حجاز: حجاز کے صحرا کا مسافر۔

۸۔ مدفونِ یثرب: یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔

۹۔ محملِ شام: شام سے ہر سال مکہ کی طرف غلاف کعبہ لے جانے والے محمل۔

۱۰۔ جاں کاہی: جان کے جانے کا خوف۔

۱۱۔ زیاں اندیش: نقصان پر نظر رکھنے والی۔

قطعہ

۱۔ شوریدہ: دیوانہ (عاشق)۔

۲۔ بنائے ملت: ملت کی بنیادیں۔

۳۔ زائران: (جمع واحد زائر) زیارت کرنے والے۔

۴۔ تجھ: یہاں مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵۔ مرشدانِ خود بیں: خود پسند رہنما۔

۶۔ انجمن بدلنا: مراد ہے حالات بدلنا۔

شکوہ

۱۔ زیاں کار: (خود اپنا) نقصان کرنے والا۔

۲۔ سود: فائدہ۔

۳۔ محوِ غمِ دوش: گزری شب کے غم میں بؤ وبار ہوں۔

۴۔ ہمہ تن گوش: سننے میں پوری طرح کان لگائے ہوئے ہونا۔

۵۔ جرأت آموز: جرأت دلانے والی۔

۶۔ تابِ سخن: بات کرنے کی صلاحیت، طاقت۔

۷۔ خاکم بدہن: (منہ میں خاک) کسی بے ادبی سے پناہ مانگنے کے لیے کہتے ہیں "خدا کرے ایسا نہ ہو" کہنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔

(۲)

۱۔ شیوۂ تسلیم: محبت میں محبوب کی رضا پر رضامند رہنے کی عادت۔
۲۔ معذور: مجبور۔
۳۔ ارباب وفا: وفادار ساتھی۔
۴۔ خوگر: عادی۔

(۳)

۱۔ ذاتِ قدیم: وہ ذات جو ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی (رب کائنات)۔
۲۔ پریشان: بکھری پھیلی مراد ہے۔
۳۔ شمیم: خوشبو۔
۴۔ الطاف عمیم: عام (سب پر) ہونے والی مہربانیاں۔
۵۔ جمعیتِ خاطر: اطمینان قلب۔

(۴)

۱۔ مسجود: جس کو سجدہ کیا گیا ہو۔
۲۔ خوگر پیکر محسوس: ٹھوس شے کی (عبادت) کرنے کی عادی۔

(۵)

۱۔ سلجوق: ترکی کا قبیلہ۔
۲۔ تورانی: توران کے رہائشی۔
۳۔ معمورہ: بستی (دنیا)۔
۴۔ تلوار اُٹھانا: مراد ہے جہاد کرنے کون نکلا۔
۵۔ ہمیں ایک: صرف ہم مسلمان مراد ہے۔
۶۔ جہاں داروں: بادشاہ اور حکمرانوں۔
۷۔ تیغ زنی: جہاد مراد ہے۔

(۶، ۷)

۸۔ سر بکف: سر ہتھیلی پر لئے کر پھرنا، ہر وقت قربانی کیلئے تیار ہونا۔
۹۔ بت فروشی: باطل کا کاروبار۔
۱۰۔ بت شکنی: باطل کو توڑنا۔

(۸)

۱۔ ٹل نہ سکنا: واپس مڑنا۔
۲۔ اڑ جانا: جم جانا۔
۳۔ سرکش: باغی۔
۴۔ بگڑ جانا: ناراض ہو جانا۔
۵۔ توحید: خدا کی صفت وحدانیت۔
۶۔ زیر خنجر: ہر قسم کے نامساعد حالات مراد ہیں، چاہے وہ موت کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

(۹)

۱۔ درِ خیبر: مدینہ کے قریب یہودیوں کا وہ قلعہ جس کے دروازے کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت ضرورت اُکھاڑ کر بطور ڈھال استعمال کیا۔
۲۔ شہر قیصر: مراد قسطنطنیہ ہے۔
۳۔ سر کرنا: فتح کرنا۔
۴۔ مخلوق خداوند: انسانوں کے تراشے ہوئے معبود۔
۵۔ آتش کدۂ ایراں: ایران کے آتش پرستوں کی عبادت گاہیں۔
۶۔ تذکرۂ یزداں: سچے خدا (اللہ تعالیٰ) کا ذکر۔

(۱۰)

۱۔ تیری طلب گار: مراد ہے تیری رضا کی طالب۔

۲۔ زحمت کشِ پیکار: جنگ کے مصائب اٹھانے پر آمادہ۔
۳۔ شمشیرِ جہانگیر: دنیا کو فتح کرنے والی تلوار۔
۴۔ جہاں دار: دنیا کو سنوارنے (حق کی زینت عطا کرنے) والی ہوئی۔
۵۔ ہیبت: رعب۔
۶۔ ھواللہ احد کہتے تھے: اللہ ایک ہے (کلمۂ توحید)۔

(۱۱)

۱۔ قومِ حجاز: یہاں مسلمان قوم مراد ہے۔
۲۔ محمود: غزنی کا بادشاہ۔
۳۔ ایاز: محمود کا چہیتا غلام۔
۴۔ بندہ نواز: آقا مراد ہے۔
۵۔ ایک: مراد ہے کوئی فرق نہیں رہا سب تیرے غلام تیرے عبادت گزار اور مطیع تھے۔

(۱۲)

۱۔ محفلِ کون و مکاں: یہ کائنات۔
۲۔ صفتِ جام: جام کی طرح (یعنی جس طرح جام ہر کونے کر محفل میں گھومتا ہے)۔
۳۔ کبھی ناکام پھرے؟: سوالیہ انداز ہے جواب اندر موجود ہے کہ کبھی ناکام نہیں رہے۔
۴۔ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانا: اشارہ ہے مجاہد عقبہ بن نافع کا گھوڑا جب بحر روم کے افریقی ساحل پر جا کر رکا تو حسرت سے سر اٹھا کر کہا آج یہ سمندر میرا راستہ اے خدا! نہ روکتا تو تیرا پیغام خشکی کے آخری کونے تک لے جاتا۔

(۱۳)

۱۔ دہر: زمانے۔
۲۔ نوعِ انساں: نسلِ انسان۔
۳۔ دل دار: دل رکھنے والا دل داری کرنے والا۔

(۱۴)

۱۔ پندار: غرور، تکبر اور اپنے برتر ہونے کا غرور۔
۲۔ برق گرنا: مصائب کا آنا۔

(۱۵)

۱۔ اونٹوں کے حدی خوان: صحرائے عرب سے اونٹوں پر قرآن پڑھتے ہوئے اس کا پیغام لے کر آئے تھے مراد ہے۔
۲۔ خندہ زن: مضحکہ اڑانا۔
۳۔ پاس: عزت کی نگہبانی۔

(۱۶)

۱۔ اُن کے: مراد ہے غیر قوموں کے۔
۲۔ شعور: سلیقہ تمیز۔
۳۔ حور و قصور: دنیاوی انعام اکرام مراد ہے۔
۴۔ مدارات: خاطر داری۔

(۱۷)

۱۔ سینۂ صحرا سے حباب: یعنی تو چاہے تو ریت سے بلبلے اٹھنے لگیں، ناممکن ممکن ہو جائے۔
۲۔ رہروِ دشت: صحرا کا مسافر۔
۳۔ سیلی زدہ: پانی کی موج سے تر بتر ہو جانا۔
۴۔ سراب: صحرا میں صرف پانی کے نظر آنے کا وہم۔
۵۔ ناداری: مفلسی۔
۶۔ عوض: بدلہ۔

(۱۸)

۱۔ اغیار: غیر (مراد ہے دوسری اقوام)۔

۲۔ خیالی: صرف سوچوں اور خیالوں میں بسنے والی دنیا۔

۳۔ کہیں ممکن ہے: یعنی ایسا تو نہیں ہو سکتا۔

(۱۹)

۱۔ نالے: فریاد، آہ وزاری۔

۲۔ عشاق: (جمع) عاشق۔

۳۔ چراغ رُخِ زیبا: حسین چہرے کا چراغ۔

(۲۰)

۱۔ دردِ لیلیٰ: لیلیٰ کا عشق۔

۲۔ قیس کا پہلو: یعنی قیس کے پہلو میں آج بھی عشق لیلیٰ وہی ہے۔

۳۔ نجد: صحرائے عرب۔

۴۔ رم آہو: لفظی مطلب تو ہرنوں کا خرام (پھرنا) ہے مراد ہے تیرے عاشقوں کی تیری تلاش و جستجو کی سعی بھی اسی طرح ہے۔

۵۔ حسن کا جادو: حسنِ خداوندی کی کشش مراد ہے۔

۶۔ امتِ احمدِ مرسل: اُمتِ محمدیہ مراد ہے۔

۷۔ آزردگی: ناراضی۔

۸۔ غیر سبب: بغیر کسی وجہ کے۔

۹۔ شیداؤں: عاشقوں، چاہنے والوں۔

(۲۱)

۱۔ آشفتہ سری: عشق کی دیوانگی (یعنی نہیں چھوڑا)۔

۲۔ رسمِ سلمان: صحابیِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو سلمانؓ فارسی کہلاتے تھے ان میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ جذبہ تھا۔

۳۔ اویس قرنی: حضرت اویسؓ، رسول کا دیدار چاہتے تھے لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کہ "تم ماں کی خدمت کو چھوڑ کر میرے پاس نہ آنا" نہ آسکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بڑی فضیلت بیان فرمائی۔ جنگ احد میں آپ کے دانت کی شہادت کی خبر سن کر تمام دانت شہید کر لیے۔

۴۔ بلال حبشیؓ: حبشہ کے رہنے والے سیاہ فام صحابی، ان کا رنگ سیاہ تھا، اسی لیے اقبال نے مضمون پیدا کیا کہ یہ رنگ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ کی عطا تھا۔

(۲۲)

۱۔ ادا: انداز و اطوار۔

۲۔ جادہ پیمائی تسلیم و رضا: رضا اور خوشنودی کے راستے پر چلنے کے انداز و اطوار۔

۳۔ مضطرب: بے چین۔

۴۔ قبلہ نما: وہ آلہ جس کی سوئی قبلہ رخ ہوتی ہے، گھما دیں تو پھر قبلہ کی طرف رُخ کرتی ہے۔

(۲۳)

۱۔ سرِ فاراں: فاراں نامی پہاڑ کی چوٹی، یہاں اشارہ ہے اس آیتِ قرآنی کی جانب جسے آپ نے اس موقع پر تلاوت فرمایا: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ یعنی آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا۔ (یہ وہ آیتِ قرآنی ہے جو اس چوٹی پر نازل ہوئی)۔

۲۔ دل لینا: محبت میں گرفتار کر لینا۔

٣۔ آتش اندوز: آگ جمع کرنے والا (دلوں میں)۔

٤۔ گرمیِ رخسار: حسن و جمال۔

٥۔ شرر آباد: عشق کی حرارت سے پُر۔

٦۔ سوختہ ساماں: جن کا سب کچھ دین کے عشق میں جل گیا تھا۔

(٤٤)

١۔ وادیِ نجد: وہ وادی جو لیلیٰ کا وطن تھی، مراد یہ ہے کہ آج اس وادی میں عاشق (مجنوں) کا شورِ جنوں مدھم پڑ گیا ہے۔

٢۔ نظارۂ محمل: وہ محمل جس میں لیلیٰ سفر کرتی تھی، مراد ہے اس کے نظارے کا وہ ذوق مدھم ہو گیا۔

٣۔ اے خوش آں روزے: وہ دن کتنا مبارک ہوگا۔

٤۔ بے حجابانہ: بے پردہ۔

٥۔ سوئے محفلِ ما: ہماری محفل کی طرف۔

٦۔ باز آئی: دوبارہ آئے۔

(٤٥)

١۔ غیر: دوسری قوموں کے لوگ۔

٢۔ جام بکف: جام ہاتھوں میں اٹھائے، (مراد ہے مصروفِ نشاط)۔

٣۔ یک سو: ایک خیال پر توجہ لگائے ہوئے۔

٤۔ خود افروزی: اپنے آپ کو عشق میں جلانے کا شوق فراواں۔

٥۔ برقِ دیرینہ: اپنے عشق کی وہی پرانی آگ۔

٦۔ جگر سوزی: دل کو پھر سے جلا دے (عشق میں مبتلا کر دے)۔

(٤٦)

١۔ عناں تاب: باگ موڑنے والی۔

٢۔ مذاقِ پرواز: اڑنے کا شوق (جذبہ)۔

٣۔ بوئے نیاز: اطاعت کی خوشبو۔

٤۔ تشنۂ مضراب: مضراب کی چوٹ کھانے کیلئے بے تاب۔

٥۔ طور: وہ پہاڑ جس پر خدا کے جلوے کی برق گری۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ)۔

(٤٧)

١۔ امتِ مرحوم: مسلمان قوم کو کہا ہے۔ (مراد ہے وہ قوم جس کی عظمتیں قصہ ماضی بن چکیں)۔

٢۔ مورِ بے مایہ: معمولی چیونٹی۔

٣۔ ہمدوش: برابر آ جائے۔ (حضرت سلیمان جیسی ہستی کے برابر آ کر ایک چیونٹی کے بات کرنے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے)۔

٤۔ دیر نشین: بت پرست۔

٥۔ حسرتِ دیرینہ: پرانی آرزو۔

٦۔ نشتر کدہ سینہ ما: نشتروں سے گھائل میرا سینہ۔

(٤٨)

١۔ غماز: بھید ظاہر کرنے والے۔

٢۔ کیا قیامت ہے: کتنے غضب اور افسوس کی بات ہے۔

۳۔ بو ترنم: اب تک نغمے گانے میں گم ہے۔

۴۔ تلاطم: سمندر موج زن۔

(۲۹)

۱۔ گریزاں: دور چلی گئیں (قمری صنوبر کے درخت کا عاشق پرندہ سمجھی جاتی ہے)۔

۲۔ پیرہن برگ: پتیوں کا لباس۔

۳۔ قید موسم: آتے جاتے موسموں کے اثرات مراد ہیں۔

(۳۰)

۱۔ خون جگر پینا: اندر ہی اندر کڑھتے رہنا۔

۲۔ داغ: مراد ہے میری طرح کا قوم کے زوال کا دکھ اور غم۔

(۳۱)

۱۔ چاک: (لفظی مطلب پھٹ جانا) مراد ہے متاثر ہونا۔

۲۔ بانگ درا: قافلے کے کوچ سے قبل کی صدائیں۔

۳۔ بادۂ دیرینہ: پرانی شراب، مراد ہے عشق الٰہی۔

۴۔ عجمی خم: اپنی شاعری کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ مے تو حجازی ہے: مراد ہے مضمون تو اسلام ہے۔

۶۔ نغمہ ہندی: ہندی زبان کا گیت۔

۷۔ لے: دھن۔

چاند

(۱)

۱۔ آبرو: عزت، شان۔

۲۔ طوف: طواف کر۔

۳۔ حریم خاکی: مراد ہے بدن میں۔

۴۔ خو: عادت۔

(۲)

۱۔ غوغائے زندگی: زندگی کا شور شرابا۔

۲۔ استادہ: سیدھا کھڑا ہوا۔

۳۔ رخسار روشن: حسن و جمال کی کیفیت۔

۴۔ آرسی: آئینہ۔

۵۔ رخسار: حسن و جمال۔

رات اور شاعر

(۱)

رات

۱۔ جوہری: موتی شناس۔

۲۔ رباب: ایک ساز۔

۳۔ گرداب: بھنور۔

۴۔ ہنگامہ آفریں: ہنگامے کھڑے کرنے والی۔

۵۔ فسوں: جادو۔

(۲)

شاعر

۱۔ گہر: موتی۔

۲۔ عزلت: تنہائی۔

۳۔ تپش شوق: عشق کی آگ۔

۴۔ ایمن: وادی کوہ طور۔

۵۔ شمع لحد: قبر کی شمع۔

بزمِ انجم

(۱)

۱۔ سیہ قبا: سیہ لباس (شام کے رنگ کی مناسبت سے شام سیہ قبا کہا ہے)۔
۲۔ طشتِ اُفق: اُفق کو ایک گول تھال سے مشابہ قرار دیا ہے۔
۳۔ چاندی کے گہنے سے: شاعر کا اشارہ دن کی روشنی میں چمکتی روشن اشیاء کی طرف ہے۔
۴۔ محمل: وہ کجاوہ جو اونٹنی پر بندھا ہوتا ہے جس میں پردہ نشین مسافر سفر کرتے ہیں۔
۵۔ لیلائے ظلمت: رات کی لیلیٰ مراد ہے۔
۶۔ عروس: دلہن۔
۷۔ فلک فروزی: آسمان کے چمکانے میں مصروف۔
۸۔ ملک: فرشتہ۔
۹۔ گردوں نشیں: آسمان کی باسی۔

(۲)

۱۰۔ تابِ جبیں: پیشانی کی چمک۔
۱۱۔ آئینۂ قسمت: وہ آئینہ جس میں آئندہ کا حال نظر آ جائے۔
۱۲۔ معمور: بھری ہوئی۔

(۳)

۱۔ دلبری: دل کو لبھانے والی کیفیت۔
۲۔ شبنم کی آرسی: شبنم کے موتی کو چمک کی بنا پر شاعر نے آئینے سے تشبیہ دی ہے۔
۳۔ طرزِ کہن: پرانے اسالیبِ حیات۔
۴۔ کٹھن: مشکل۔
۵۔ جذبِ باہمی: آپس کی کشش مراد ہے، آپس کا پیار بھرا تعلق۔
۶۔ نکتہ: عقل و خرد کی بات۔

سیرِ فلک

(۱)

۱۔ چرخ: آسمان۔
۲۔ رازِ سربستہ: وہ راز جو منکشف نہ ہو۔
۳۔ حلقۂ صبح و شام: رات اور دن کے عمل سے باہر نکل گیا۔

(۲)

۱۔ ارم: بہشت، جنت۔
۲۔ خاتمِ آرزوئے دیدہ و گوش: کان اور آنکھ حسن کے جس انتہائی جلوے کو دیکھنا چاہتے وہ اس کی آخری حد ہے۔
۳۔ نغمہ ریز: نغمے بکھیرتے۔
۴۔ شاخِ طوبیٰ: جنت کا ایک روایتی درخت جو جنت کی دیوار کے باہر سے نظر آتا ہے۔
۵۔ بے حجابانہ: بے پردہ۔
۶۔ جام بدست: جام ہاتھ میں پکڑے۔
۷۔ شورِ نوشا نوش: پینے پلانے کا ہنگامہ، شور شرابا۔
۸۔ طالعِ قیس: قیس کی قسمت (کی طرح تاریک)۔
۹۔ گیسوئے لیلیٰ: لیلیٰ کی زلفیں۔
۱۰۔ دوش بدوش: برابر۔

۱۱۔ خنک: ٹھنڈا۔

۱۲۔ زمہریر: کرۂ ہوا کا وہ بلند ترین مقام جو بہت سرد ہے۔

۱۳۔ سروش: فرشتہ۔

۱۴۔ تہی: خالی۔

۱۵۔ مستعار: مانگے کے۔

۱۶۔ عبرت کوش: برے انجام سے ڈر کر نصیحت پکڑنے والے۔

۱۷۔ انگار: آگ (شعلے)۔

نصیحت

۱۔ عاملِ روزہ: روزہ رکھنے کے عمل کا پابند۔

۲۔ اربابِ ریا: دکھاوے کے طور پر کام کرنے والے۔

۳۔ ہوس: آرزو۔

۴۔ مصلحت آمیز: چالبازی یا فریب سے بھرا۔

۵۔ تملق: خوشامد۔

۶۔ اعجاز: جادو، سحر۔

۷۔ مدحتِ سرکار: حکومت کی تعریف۔

۵۔ فکرِ روشن: تیرے قلبے عقل و خرد مراد ہے۔

۶۔ موجدِ آئینِ نیاز: نیاز مندی (چاپلوسی) کے نئے نئے طریقے اختراع کرنے والا۔

۷۔ حکام: حاکم کی جمع۔

۸۔ مقامِ محمود: بہت پسندیدہ اور معزز مقام۔

۹۔ پالسی: کام نکلوانے کے طریقے اور انداز مراد ہیں۔

۱۰۔ ہوسِ جاہ: شہرت کا لالچ۔

۱۱۔ گداز: نرم، مائل۔

۱۲۔ دستِ پرورد: تیرے ہاتھ کے پالے ہوئے (یعنی ان کو چندہ اور رقم جو دیا جاتا ہے)۔

۱۳۔ تشہیر: شہرت نیک نامی۔

۱۴۔ مینائے سخن: لفظی مطلب شاعری کی مینا۔

۱۵۔ شرابِ شیراز: استعارہ ہے حافظ شیرازی جیسی شاداب شاعری۔

۱۶۔ تگ و تاز: جد و جہد (یہاں مراد ہے آج کی سیاست)۔

۱۷۔ غمِ صیاد: کسی شکاری (دشمن) کا غم، ڈر۔

۱۸۔ دماغِ پرواز: اڑنے کا خیال۔

۱۹۔ عاقبت: آخرت۔

۲۰۔ وادیِ خاموشاں: قبرستان، موت۔

۲۱۔ حالیا: حال کا زمانہ۔

رام

(یہ نظم شری رام چندر جی "ہندوؤں کے بڑے اوتار" کے کردار و عمل کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب رامائن انہیں کے بن باس کی روداد ہے)۔

۱۔ لبریز: پورا بھرا ہوا۔

۲۔ رامِ ہند: یہاں مراد ہے ماننے والے۔

۳۔ فلک رس: لفظی مطلب ہے آسمان تک پہنچنے والا، مراد ہے بہت بلند عقل و خرد میں بالا۔

۴۔ ملک سرشت: فرشتوں جیسی فطرت کے مالک۔

۵۔ روشن تر از سحر: صبح سے بھی زیادہ روشن۔

۶۔ تلوار کا دھنی: تلوار چلانے میں ماہر۔

۷۔ فرد: بے مثال، یکتا۔

موٹر

سر جگندر سنگھ اور مرزا جلال الدین دو دوستوں کے ہمراہ علامہ اقبال سر نواب ذوالفقار علی خان کی موٹر میں بیٹھ کر کہیں گئے تو راستے میں جگندر سنگھ نے موٹر کی تعریف کی۔ اسی پس منظر میں یہ نظم لکھی گئی ہے۔

۱۔ خموش: چلنے میں آواز پیدا نہیں ہوتی۔
۲۔ ہنگامہ آفریں: شور شرابہ پیدا کرنے والا۔
۳۔ خرام ناز: خوبصورت چال۔
۴۔ برق: آسمانی بجلی۔
۵۔ مثالِ ہوا: ہوا کی طرح۔
۶۔ جادۂ حیات: زندگی کا راستہ۔
۷۔ تیز پا: تیز چلنے والا۔
۸۔ پا شکستہ: لفظی مطلب ٹوٹے ہوئے پاؤں مراد ہے چلنے سے قاصر یا سست رفتار۔
۹۔ شیوۂ فریاد: چیخنے چلانے کی عادت۔
۱۰۔ نکہت: خوشبو۔
۱۱۔ مینا: صراحی۔
۱۲۔ مدام: ہمیشہ۔
۱۳۔ شورشِ قلقل: صراحی سے شراب انڈیلتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے کہتے ہیں۔
۱۴۔ خرام آشنا: محفل میں گردش کرنے والا مراد ہے۔
۱۵۔ پابگل: ٹھہرا ہوا۔

انسان

۱۔ زیبا: خوبصورت۔
۲۔ مجبورِ تماشا: دیکھنے پر مجبور ہے۔
۳۔ صنوبر: ایک ایسا درخت ہے جو ہر موسم میں ایک جیسا رہتا ہے۔
۴۔ خوگر: عادی۔
۵۔ سرگرم: تیار۔
۶۔ تقاضا: خواہش، طلب۔
۷۔ ہوس: لالچ۔
۸۔ دانا: عقل مند۔
۹۔ بینا: صاحب بصیرت۔

خطاب بہ جوانانِ اسلام

۱۔ تدبر: غور و فکر۔
۲۔ ٹوٹا ہوا تارہ: شاعر کی مراد ہے زوال پذیر فرد۔
۳۔ تمدن آفریں: معاشرتی زندگی کی خالق۔
۴۔ خلاقِ آئینِ جہاں داری: دنیا کو چلانے کے دساتیر وضع کرنے والا۔
۵۔ گہوارہ: پالنا۔
۶۔ "الفقر فخری": ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، فقر میرا فخر ہے۔
۷۔ روئے زیبا: حسین چہرہ۔
۸۔ غیور: غیرت مند۔
۹۔ منعم: انعام اکرام عطا کرنے والا (امیر)۔
۱۰۔ جہاں گیر: جہاں فتح کرنے والے۔

۱۱۔ جہاں دار: جہاں کے مالک۔

۱۲۔ جہاں بان: جہاں کو چلانے والے۔

۱۳۔ جہاں آرا: جہاں کو سنوارنے والے۔

۱۵۔ فزوں تر: بہت بلند۔

۱۶۔ نسبت: تعلق۔

۱۷۔ گفتار: مراد ہے محض باتیں بنانے والا۔

۱۸۔ ثابت: ایک جگہ ٹھہرا ہوا۔

۱۹۔ سیارا: مراد ہے عمل میں تیز گام۔

۲۰۔ ثریا: آسمان کی بلندی مراد ہے۔

۲۱۔ آئینِ مسلم: مانا ہوا اصول۔

۲۲۔ چارا: نجات (علاج)۔

۲۳۔ سیپارا: ٹکڑے ٹکڑے (تیس ٹکڑے لفظی مطلب ہے)۔

۲۴۔ پیرِ کنعاں: مراد حضرت یعقوب (حضرت یوسف علیہ السلام کے والد)۔

۲۵۔ نورِ دیدۂ اُو: اس کی آنکھوں کا نور یعنی اس کا بیٹا۔

غرّۂ شوال یا ہلالِ عید

(۱)

۱۔ غرّہ: پہلی تاریخ کا چاند۔

۲۔ ملتِ بیضا: مسلمان قوم کا لقب۔

۳۔ دیرینہ: پرانی۔

۴۔ تیغ آزما: مراد ہے مصروفِ جہاد۔

۵۔ رایت: جھنڈے۔

۶۔ حسنِ روز افزوں: روز بروز بڑھنے والا حسن۔

۷۔ آشنا پرور: دوست نواز۔

۸۔ پیرہن سیمگیں: چاندی جیسا سفید لباس۔

۹۔ محبت تحیر: حیرت جگانے والا۔

(۲)

۱۔ رہروِ درماندہ: تھکا ہارا مسافر۔

۲۔ تہی ساغر: خالی جام۔

۳۔ ناداری: مفلسی۔

۴۔ فرقہ آرائی: نااتفاقی۔

۵۔ اسیر: قیدی۔

۶۔ شکست: ٹوٹا ہوا۔

۷۔ رشتۂ تسبیح: تسبیح کا دھاگہ۔

۸۔ زناری: وہ مقدس دھاگہ جو بتوں کے نام پر ہندو (برہمن) گلے میں ڈالے رکھتے ہیں (جنیو کہلاتا ہے)۔

۹۔ پختہ: مضبوطی، مراد ہے مذہب سے وابستگی۔

۱۰۔ مسلم آئینی: مسلمانوں سے اصول لے لینا۔

۱۱۔ مسلم آزاری: مسلمانوں سے بیزاری۔

۱۲۔ آئینہ دیواری: مراد ہے شیشے کا گھر بنانا (کمزور ارادے، کمزور عمل، کمزور ایمان)۔

۱۳۔ تملق: خوشامد کی عادت (خوشامد کو گویا پیشہ بنا لیا ہے)۔

۱۴۔ آبرو والے: طنزاً عزت والے کہا ہے۔

۱۵۔ لطفِ تکلم: مراد ہے بولنا سکھایا۔

۱۶۔ گرم گفتاری: چرب زبانی، باتیں کرنے کا فن۔

۱۷۔ سازِ عشرت: عیش کے نغمے۔

۱۸۔ ترکِ ناداں: کم عقل ترک قوم۔

۱۹۔ خلافت کی قبا: مراد ہے خلافت کا طرزِ حکومت

(خلافت کو ختم کر دینے اور مغربی سیاست اور سیاسی نظام کو اپنانے کی طرف اشارہ ہے)۔

۲۰۔ شورشِ امروز: حال کے ہنگامے۔

۲۱۔ سرودِ دوش: ماضی کی حسین یادوں کے نغمے مراد ہے۔

شمع اور شاعر

(فروری ۱۹۱۲ء)

شاعر

۱۔ دوش: کل شب۔

۲۔ منزلِ ویرانِ خویش: مراد ہے شاعر کا ویران گھر۔

۳۔ گیسوئے تو: تمہاری زلفیں۔

۴۔ شانہ: کنگھی (مراد ہے کہ تیری ساری دلکشی اور شان کی وجہ)۔

۵۔ چراغِ لالۂ صحرا: صحرا کے لالہ کا چراغ (لالہ کو اس کے سرخ رنگ کی وجہ سے چراغ سے مشابہت دی ہے)۔

۶۔ سوختم: میں عشق میں جل رہا ہوں۔

۷۔ یا لے نہ زد: دم مارنے کو تیار نہیں۔

۸۔ می تپد: تڑپتی ہے۔

۹۔ جانِ اہلِ فرسودۂ من: میری جان جو آرزوؤں میں خرچ ہو گئی۔

۱۰۔ عالم فروز: دنیا کو روشن کرنے والی۔

۱۱۔ اندوختی: مراد ہے تو نے حاصل کی۔

۱۲۔ کرمک بے مایہ: معمولی کیڑا۔

۱۳۔ سوزِ کلیم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نظارگی کیلئے بے تاب۔

۱۴۔ آموختی: تو نے سکھلائی۔

شمع

(۱)

۱۔ موجِ نفس: ہوا کا جھونکا۔

۲۔ نوا پیرا: بولنے پر قادر۔

۳۔ مضمر: چھپا ہوا۔

۴۔ فروزاں: روشن۔

۵۔ سودا: عشق۔

۶۔ گریہ ساماں: مراد ہے میر ا رونا۔

۷۔ شبنم افشاں: شبنم برسانا۔

۸۔ چرچا: شہرت۔

۹۔ گلِ بداماں: مراد ہے صبح روشن اور بوئے گل سے بھری۔

۱۰۔ مری شب کا لہو: مراد ہے میرے ساری رات اپنا لہو گرانے (جلنے) کی وجہ سے۔

۱۱۔ مثلِ چراغِ لالۂ صحرا: صحرا میں کھلے ہوئے لالہ کے پھول کی طرح، مراد ہے کہ رنگ کی وجہ سے وہ سرخ جلتا ہوا محسوس ہوتا ہے لیکن گرمی عشق سے عاری ہے۔

۱۲۔ سوچ: مراد ہے کہ غور کر۔

۱۳۔ بے صہبا: شراب سے تہی۔

۱۴۔ شعار: طریق زندگی۔

۱۵۔ زشت روئی: بدصورتی۔

۱۶۔ سودائی بتخانہ: بتوں کا عاشق۔

۱۷۔ شوریدہ سر: باغی۔
۱۸۔ تنگ ہے صحرا ترا محمل ہے بے لیلیٰ ترا: مراد ہے تیرے عمل اور گفتگو میں کوئی دلکشی اور دلبری والی بات ہی نہیں۔
۱۹۔ نوا پیرا: مصروف گفتگو۔

(۲)

۱۔ ذوقِ تماشا: دیدارِ محبوب کا شوق۔
۲۔ رخصت ہو گئے: بزم سے چلے گئے (وہ نسل ہی ختم ہو گئی)۔
۳۔ شعلہ آشام: جن کا وجود عشق کی آگ میں سراپا شعلہ تھا۔
۴۔ آتش بجام: آتش سے بھرا جام: مراد ہے عشق کی شراب سے بھرا جام۔
۵۔ گلشن کی جمعیت پریشان ہو گئی: جب چمن (ملت) ہی بکھر گیا۔
۶۔ بسمل: زخمی۔
۷۔ صبحدم: صبح کے وقت۔
۸۔ بالائے بام: بام کے اوپر مراد ہے مدد کیلئے پہنچا۔
۹۔ آوازِ درا: قافلے کے کوچ کرنے کا اعلان۔

(۳)

۱۔ بیگانے: اجنبی۔
۲۔ پریشان: بکھرے۔
۳۔ شوقِ بے پروا: ایسا جذبہ عشق جو کسی نقصان کو خاطر میں نہ لاتا ہو۔
۴۔ فلک پیما: بلند فکر۔
۵۔ فرزانے: عقل مند۔
۶۔ جگر سوزی: عشق کی سرگرمی۔
۷۔ میکش: شراب پینے والے۔
۸۔ زیاں: نقصان۔

(۴)

۱۔ بن: جنگل۔
۲۔ تقلیدِ برہمن: ہندوؤں کی تقلید (توہم پرستی بھی مراد ہے)۔
۳۔ عیشِ دوام: مستقل عروج مراد ہے۔
۴۔ سامانِ شیون: رونے دھونے کے اسباب۔
۵۔ آسودہ: آرام۔
۶۔ منت کش: احسان اٹھانے والی۔
۷۔ صبحِ عید: خوشی کی صبح۔
۸۔ ظلمتِ شب: رات کے اندھیرے۔

(۵)

۱۔ مژدہ: خوش خبری۔
۲۔ پیمانہ بردار: جام اٹھانے والا۔
۳۔ خمستانِ حجاز: مراد اسلامی دنیا۔
۴۔ نقد: دولت۔
۵۔ بادۂ اغیار: غیروں کے خیالات و نظریات مراد ہیں۔
۶۔ طلسم: جادو۔
۷۔ ماہ سیمایانِ ہند: مراد ہے ہند کے پری پیکر (حسین مگر باطل خیالات)۔
۸۔ سلیمیٰ: استعارہ ہے دینی اسلامی تصورات کی طرف۔
۹۔ خروش: عشق کی بے قراری۔

۱۰۔ مے مغرب: مغربی تمدنی و تہذیبی تصورات مراد ہے۔
۱۱۔ نغمہ پیرا: نغمے گا۔
۱۲۔ ہنگام خاموشی: خاموش رہنے کا مقام۔
۱۳۔ مینابدوش: شراب کی صراحی کاندھے پر اٹھائے۔
۱۴۔ دار گوش: اگر کان رکھتا ہے۔
۱۵۔ شاعری جزویست پیغمبری: شاعری کے اندر کسی حد تک پیغمبری (سچ کی خبر دینا) کا عنصر شامل ہے۔
۱۶۔ سروش: فرشتہ۔
۱۷۔ جوہر گفتار: گفتگو کا حسن (شاعری کا کمال)۔

(۶)

۱۔ رہزن: ڈاکو (لوٹنے والا)۔
۲۔ ذوق تن آسانی: سہل پسندی۔
۳۔ مثل جو: ندی کی طرح۔
۴۔ جمعیت: اجتماعیت، اتفاق۔
۵۔ آبرو: عزت وقار۔
۶۔ ربط ملت: قوم سے تعلق، رشتہ۔

(۷)

۱۔ مستور: پردہ پوش۔
۲۔ مینا: صراحی۔
۳۔ کلیم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب (اللہ سے کلام کرنے والا)۔
۴۔ شعلۂ تحقیق: حق کی تلاش کا جذبہ۔
۵۔ کاشانہ: لفظی مطلب گھر شاعری مراد ہے ایک ہی جگہ ٹک کے بیٹھ جانے کا عمل۔
۶۔ تعمیر سحر: صبح کی تعمیر مراد ہے زندگی میں تہذیب کا سلیقہ پیدا کرنے کا عمل۔
۷۔ خاکستر: خاک (راکھ)۔
۸۔ منت کش: احسان مند۔
۹۔ حباب آسا: بلبلے کی طرح۔
۱۰۔ نگوں: اوندھا (اوندھا پن علامت ہے کچھ نہ مانگنے کی)۔
۱۱۔ پرانے کوہ و صحرا: مراد ہے قدیم فرسودہ رسوم و رواج۔
۱۲۔ افتاد: گرنے کی کیفیت۔
۱۳۔ شاخ کہن: پرانی شاخ۔
۱۴۔ شہید نغمہ: نغمے کا شیدائی۔
۱۵۔ تلمیذ گل: گل کا شاگرد۔
۱۶۔ رم شبنم: مراد ہے شبنم کا نیچے آنا جو بڑی خاموشی سے گلوں کو تر کر دیتی ہے۔
۱۷۔ لب کشا: لب کھول، مراد ہے نغمے گا۔

(۸)

۱۔ دہقاں: کسان مراد ہے دنیا میں آخرت کی کھیتی بونے والا۔
۲۔ باراں: بارش۔
۳۔ حاصل: ثمر۔
۴۔ آوارہ: پریشان۔
۵۔ اندیشۂ طوفاں: ڈر، خوف۔
۶۔ کوچہ چاک گریباں: لفظی مطلب پھٹے گریبان والوں کی گلی، مراد ہے عاشقوں کی دنیا۔

۷۔ وائے نادانی: افسوس کا مقام ہے۔

۸۔ غیر اللہ: اللہ کے سوا ہر شے غیر ہے، فانی ہے۔

۹۔ جوہر آئینۂ ایام: زمانے کی صداقت یعنی تو اشرف المخلوقات ہے۔

(۹)

۱۔ بحرِ بے پایاں: بے کنار سمندر۔

۲۔ طلسم: سحر۔

۳۔ تیغِ مقداری: کم پر قناعت کرنے والا۔

۴۔ شوکتِ طوفاں: طوفان کا سا جاہ و جلال۔

۵۔ پیامِ ناز: حسین پیام (مراد ہے اسلام)۔

۶۔ تسخیر: فتح۔

۷۔ بے تیغ و تفنگ: بغیر تلوار اور بندوق کے۔

۸۔ کوہِ فاراں: وہ پہاڑ جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کا آغاز کیا۔

۹۔ تغافل پیشہ: بھول جانے کے عادی۔

۱۰۔ پیماں: وعدہ۔

۱۱۔ تنگیِ داماں: تھوڑے کو ہی اپنے لئے بہت سمجھ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جانا۔

۱۲۔ کسوتِ مینا: صراحی کا لباس۔

۱۳۔ آتش نوائی: ایسے مشتعل نغمے جو شعلے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۴۔ ساماں: سبب۔

۱۵۔ جلوۂ تقدیر: اپنی قسمت کے جلوے، نظارے۔

(۱۰)

۱۔ آئینہ پوش: روشن۔

۲۔ سیماب پا: بھاگ جائے گی۔

۳۔ ترنم آفریں: نغمے سے لبریز۔

۴۔ نکہتِ خوابیدہ: سوئی ہوئی (خاموش بے آواز) خوشبو (جب پھول سے نکلے گی تو اس کی آواز بن جائے گی)۔

۵۔ سینۂ چاک: عشق کے زخم سینے پر رکھنے والے (عاشق)۔

۶۔ بزمِ گل: مراد ہے عاشقوں کی (گلوں) محفل۔

۷۔ ہم نفس: ہم نوا۔

۸۔ شبنم افشانی: (لفظی مطلب آنسو بہانا) مراد ہے میری شاعری۔

۹۔ سوز و ساز: جذبہ، امنگ، لگن۔

۱۰۔ مآل: انجام۔

۱۲۔ سطوت: رفتارِ دریا اور دریا کے طوفان۔

۱۳۔ موجِ مضطر: بے قرار موجیں۔

۱۴۔ زنجیرِ پا: پاؤں کی زنجیر ہونا، مراد ہے روک دینا۔

۱۵۔ خونِ گلِ چمن: مراد ہے شہیدانِ اسلام کا خون۔

۱۶۔ جلوۂ خورشید: طلوعِ شمس۔

۱۷۔ شب گریزاں: رات کٹ جائے گی۔

مسلم (جون ۱۹۱۲ء)

۱۔ نفس: سانس۔

۲۔ مستور: چھپا ہوا۔

۳۔ سینۂ سوزاں: جلتا ہوا سینہ۔

۴۔ معمور: بھرا ہوا۔

۵۔ سرودِ رفتہ: ماضی کا نغمہ (تاریخ مسلم)۔

۶۔ ہنگامۂ حاضر: حال کے واقعات۔

۷۔ پیغامِ کہن: پرانا پیغام۔

۸۔ کاروانِ خفتہ پا: ایسا قافلہ جس کے پاؤں سو چکے ہوں، مراد ہے تھک کر بیٹھ گیا ہو۔

۹۔ یاس آفریں: مایوسی کو بڑھانے والی۔

۱۰۔ شبِ دوشینہ: گزری ہوئی رات۔

(۲)

۱۔ شاہد: گواہی دینے والا۔

۲۔ نبضِ موجودات: کائنات کے مظاہر میں زندگی کی دھڑکن۔

۳۔ جسارت: جرأت۔

۴۔ صداقت: سچائی (یہاں مراد ہے حقیقی سچائی)۔

۵۔ غارت گر: تباہ کرنے والا۔

۶۔ حافظ: حفاظت کرنے والا۔

۷۔ ناموس: عزت و وقار۔

۸۔ پیرہن: لباس۔

۹۔ افسونِ سحر: صبحِ روشن کا جادو۔

۱۰۔ روزگار: روز و شب۔

۱۱۔ اکسیر: (سونا) قدر و قیمت عطا کرنے والا مراد ہے۔

۱۲۔ استقبال: آنے والا عہد۔

۱۳۔ نشاط افزا: مسرت بڑھانے والا۔

حضورِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) میں

(۱)

۱۔ گراں: مشکل۔

۲۔ ہنگامہ: روز و شب پیش آنے والے تکلیف دہ واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ رختِ سفر: سامانِ سفر۔

۴۔ قیودِ شام و سحر: مراد ہے رات دن کی پابندیاں۔

۵۔ نظامِ کہنۂ عالم: دنیا کے پرانے نظام۔

(۲)

۱۔ عندلیب: (بلبل) شاعر مراد ہے۔

۲۔ گداز: دل کو نرم کرنے والا۔

۳۔ جامِ ولا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جام ہے۔

۴۔ فتادگی: عاجزی۔

۵۔ سوئے گردوں: آسمان کی طرف۔

۶۔ ملائک: جمع فرشتے۔

(۳)

۱۔ آسودگی: سکون و اطمینان مراد ہے۔

۲۔ ریاضِ ہستی: زندگی کا باغ۔

۳۔ آبگینہ: پیالہ۔

۴۔ جھلکنا: نظر آنا۔

۵۔ آبرو: شان۔

۶۔ طرابلس کے شہید: جنگ طرابلس جو ۱۹۱۱ء میں ہوئی تھی جس میں اپنے وطن کے دفاع میں اٹلی کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلمان شہید ہوئے۔ اس دور میں اس جنگ نے ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا کر دیا تھا۔

شفاخانۂ حجاز

(۱)

(۱) وسعتِ جنوں: مراد ہے عشقِ حجاز میں مبتلا دل کا ہاتھ۔

۲۔ حوالی: آس پاس۔

(۲)

۱۔ مجاز: استعارے تشبیہات صنائع بدائع میں کہی بات۔

۲۔ تکاپو: تگ و دو۔

۳۔ مے عمرِ دراز: طویل عمر کی شراب۔

۴۔ مسیحا: صحت عطا کرنے والا مراد ہے۔

جوابِ شکوہ

(۱)

۱۔ قدسی الاصل: اشارہ ہے کہ فرشتوں کی طرح اڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

۲۔ نالۂ بیباک: جرأت مندانہ فریاد مراد ہے (گلہ یعنی شعرِ فریاد)۔

(۲)

۱۔ پیرِ گردوں: (بوڑھا آسمان مراد ہے۔ اتنا بوڑھا کہ جس کے تجربے میں آج تک کوئی ایسی آواز نہیں آئی تھی)۔

۲۔ سرِ عرشِ بریں: عرشِ بریں کے پاس۔

۳۔ رضواں: جنت کا داروغہ۔

(۳)

۱۔ تنگ و تاز: بھاگ دوڑ مراد ہے۔

۲۔ خاک کی چٹکی: مراد ہے انسان جو خاک سے بنا ہے۔

۳۔ سکانِ زمین: زمین کے رہنے والے۔

۴۔ شوخ و گستاخ: بے ادب۔

(۴)

۱۔ شوخ: بدتمیز، بے ادب۔

۲۔ برہم: ناراض۔

۳۔ مسجودِ ملائک: جسے فرشتوں نے احتراماً سجدہ کیا تھا۔

۴۔ دانائے: جاننے والا۔

۵۔ کیف و کم: مراد دنیا کیا ہے کیسی ہے۔

۶۔ نامحرم: ناآشنا۔

۷۔ ناز: فخر۔

۸۔ طاقتِ گفتار: بولنے کی صلاحیت۔

(۵)

۱۔ پیمانہ: (مراد ہے تیری شاعری) شکوہ۔

۲۔ آسماں گیر: مراد ہے پورے آسمان پر گونج گیا۔

۳۔ شوخ زباں: بے باک، بے خوف مراد ہے۔

۴۔ حسنِ ادا: خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

۵۔ ہم سخن: ہم کلام۔

(۶)

۱۔ مائل: آمادہ، تیار۔

۲۔ رہروِ منزل: منزل کی طرف سفر کرنے والا مسافر۔

۳۔ جوہرِ قابل: اہل صلاحیت۔

۴۔ گِل: مٹی۔

۵۔ شانِ کئی: (کئی مخفف ہے کے خسرو کا جو ایران کے بادشاہ کا لقب تھا)۔

(۷)

۱۔ خوگر: عادی۔

۲۔ آذر: اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے مشرک اور بت تراشنے والے تھے۔

۳۔ بادہ آشام: شراب پینے والے۔

(۸)

۱۔ مایہ رعنائی: حسن و خوبصورتی کا سرمایہ۔

۲۔ نازش: باعث فخر۔

۳۔ لالہ صحرائی: یہاں مراد ابتدائے عہد اسلام کے وہ مومنین جو ہر دم عشق خداوندی میں سرشار رہتے تھے۔

۴۔ سودائی: عاشق۔

۵۔ ہرجائی: اپنے عاشقوں کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف راغب۔

۶۔ یک جائی: اپنے دل کو ایک ہی جگہ لگانے والا۔

۷۔ مقامی: اپنا اصل مقام۔

(۹)

۸۔ گراں: معصیت، مشکل۔

۹۔ جذب باہم: ایک دوسرے کی کشش (ایک دوسرے کے ساتھ محبت، تعلق)۔

(۱۰)

۱۔ فن: کچھ کرنے کا سلیقہ۔

۲۔ بجلیاں: تباہی کے سامان۔

۳۔ مدفن: قبریں۔

۴۔ نکو: مشہور

(۱۱)

۱۔ صفحۂ دہر: زمانے سے (تاریخ سے) (زمانے کا صفحہ)۔

۲۔ نوعِ انسان: نسلِ انسانی۔

۳۔ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے: بے کار بیٹھے ہوئے، بغیر محنت اور کوشش کے پانے کی خواہش رکھنے والے۔

(۱۲)

۱۔ بہرِ مسلماں: مسلمان کیلئے۔

۲۔ شعور: عقل، سمجھ۔

۳۔ عدل: انصاف۔

۴۔ خاطرِ ہستی: طبع حیات۔

۵۔ ازل: جب سے دنیا وجود میں آئی وہ لمحہ۔

۶۔ مسلم آئین: مسلمانوں کے دستور و اصول۔

۷۔ جلوۂ طور: (مراد ہے کہ خدا کے انعام و اکرام کے خزانے تو کھلے ہیں)۔

(۱۳)

۱۔ منفعت: فائدہ۔

۲۔ پنپنے: پروان چڑھنے، ترقی کرنے۔

(۱۴)

۱۔ تارک: ترک کرنے والا، چھوڑنے والا۔

۲۔ مصلحت: بہتری۔

۳۔ معیار: کسوٹی، وہ بات جس سے اچھے برے کا اندازہ کیا جائے۔

۴۔ شعارِ اغیار: غیر قوموں کا عمل، تہذیب۔

۵۔ پاس: لحاظ، عزت۔

(۱۵)

۱۔ زحمتِ روزہ: روزہ رکھنے کی مشقت۔

۲۔ گوارہ: برداشت۔

۳۔ پردہ رکھنا: عیب چھپانا۔

۴۔ ملتِ بیضا: مسلمان قوم۔

(۱۶)

۱۔ پختہ خیالی: خیالات میں پختگی۔

۲۔ برقِ طبعی: مراد ہے جوش اور جذبہ۔

۳۔ شعلۂ مقالی: گفتگو میں اثر پیدا کرنے کی صلاحیت۔

۴۔ روحِ بلالی: (اشارہ ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مؤذنِ رسولؐ تھے اذان کی آواز میں عشق کی گرمی نمایاں تھی)۔

۵۔ تلقینِ غزالی: حضرت غزالی معروف فلسفی یعنی ان جیسی بات کو دل نشیں کر دینے والی صلاحیت۔

۶۔ مرثیہ خواں: نوحہ خواں، مراد ہے ویران ہو چکی ہیں۔

(۱۷)

۱۔ نابود: مٹ جانا۔

۲۔ نصاریٰ: عیسائی۔

۳۔ تمدن: رہن سہن۔

۴۔ ہنود: (جمع) واحد ہندو۔

۵۔ یہود: مراد ہے یہودی۔

(۱۸)

۱۔ لوثِ مراعات: رو رعایت سے پاک۔

۲۔ نمناک: شاداب۔

۳۔ فوق الادراک: عقل کی حقیقت کو نہ پا سکے (عقل سے ماورا)۔

۴۔ کیفیتِ صہبائیش: شراب کی اپنی کیفیت۔

۵۔ صورتِ مینائیش: شراب کی صراحی کی طرح۔

(۱۹)

۱۔ نشتر: گندہ خون نکالنے والا آلہ جراحی۔

۲۔ آئینۂ ہستی: زندگی کے شب و روز۔

۳۔ جوہر: اصل حقیقت صداقت۔

۴۔ ازبر: یاد۔

۵۔ میراث: ورثہ۔

(۲۰)

۱۔ ذوقِ تن آسانی: سہل پسندی میں خوش۔

۲۔ حیدری فقر: اشارہ ہے حضرت علیؓ کی قناعت، صبر و استقامت اور شکر الٰہی کی طرف۔

۳۔ دولتِ عثمانی: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمول کی طرف اشارہ ہے جس کو لٹانے اور لوگوں کو عطا کرنے پر ہر وقت تیار رہتے تھے۔

۴۔ نسبتِ روحانی: یعنی ان جیسا کردار اور خیالات نہیں ہیں۔

۵۔ تارک: ترک کرنے والا۔

(۲۱)

۱۔ خطا بیں: عیب ڈھونڈنے والے، قصور معاف نہ کرنے والے۔

۲۔ خطا پوش: عیب چھپانے والے۔

۳۔ اوجِ ثریا: عروج کا مقام۔

۴۔ فغفور: چین کے بادشاہ کا لقب۔

۵۔ سریر: تخت۔

۶۔ حمیت: غیرت۔

(۴۲)

۱۔ گلستاں بکنار: پورے چمن کے مالک مراد ہے۔

۲۔ نقش: دلنشیں انداز میں لکھی ہوئی۔

(۴۳)

۱۔ سیتِ ہندی: ہندو تہذیب و تمدن۔

۲۔ مہجور: جدا۔

۳۔ بدظن: برے خیالات (مخالف نظریات)۔

۴۔ پند: اصول وعدہ۔

(۴۴)

۱۔ زحمت کش: مراد ہے مشکلات کو صبر سے برداشت کرنے والے۔

۲۔ بادیہ پیما: صحراؤں کی مسافرت میں (مشکلات سہنے والے)۔

۳۔ حجاب: حیا۔

۴۔ لیلیٰ: یہاں مراد ہے قوم کی خواتین۔

۵۔ گلہ و جور: ظلم کا شکوہ۔

۶۔ شکوۂ بیداد: فریاد پر کان نہ دھرنے کی شکایت۔

(۴۵)

۱۔ عہدِ نو: نیا زمانہ۔

۲۔ آتش زن: جلا دینے والا۔

۳۔ ایمن: بیابوہ (ایمن وادی طور کو بھی کہا جاتا ہے)۔

۴۔ ملتِ ختمِ رسل: مراد ہے مسلمان قوم۔

۵۔ شعلہ بہ پیراہن: لباس کو آگ لگی ہوئی ہے۔

۶۔ براہیم کا ایمان: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایمانی قوت۔

۷۔ اندازِ گلستان: باغ کے اطوار (اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بے خطر آگ میں کود پڑنے اور آگ کے گلستان بن جانے کی طرف)۔

(۴۶)

۱۔ کوکبِ غنچہ: شاداب شگفتہ کلیاں (غنچہ اس کلی کو کہتے ہیں جو بعد میں کھل کر پھل بن جاتی ہے جیسے انار کی کلی وغیرہ)۔

۲۔ چھلکنے والی: سے مراد ہے بھرنے والی۔

۳۔ گل برانداز: پھول برسانے والی۔

۴۔ عنابی: ہلکا گلابی (طلوعِ سحر کی نشانی)۔

۵۔ افق تابی: افق کی چمک۔

(۴۷)

۱۔ ثمر چیدہ: پھل پانے والی۔

۲۔ خزاں دیدہ: خزاں زدہ (زوال آمادہ)۔

۳۔ نخل: پودے۔

۴۔ کاہیدہ: مرجھایا ہوا۔

۵۔ بالیدہ: سرسبز۔

۶۔ بطنِ چمن میں پوشیدہ: یعنی ابھی جنھوں نے سرسبز اور شگفتہ ہونا ہے۔

۷۔ برومندی: پھل آنے کی کیفیت۔

۸۔ چمن بندی: چمن کی دیکھ بھال اور پرداخت۔

(۴۸)

۱۔ گردِ وطن: کسی ایک خطہ میں کو اپنا سمجھ کر نہ رہ جانا مراد ہے (وطن کی گرد سے پاک ہے)۔

۲۔ کنعاں: حضرت یوسف علیہ السلام جہاں پیدا

ہوئے (فلسطین)۔

۳۔ غیر: سوائے۔

۴۔ یک بانگ درا: صرف قافلے کی صدا، مراد ہے سوائے چلتے رہنے کے۔

۵۔ نخل: پودا (درخت)۔

۶۔ ریشہ: وہ دھاگہ جو شمع کے اندر ہوتا ہے اور جل کر شعلہ پیدا کرتا ہے۔

(۲۹۔۳۰)

۱۔ نشہ مے: شراب کا نشہ۔

۲۔ تعلق: رشتہ۔

۳۔ یورشِ تاتار: تاتاریوں کے لشکروں کے حملے۔

۴۔ پاسباں: حفاظت اور نگہداشت کرنے والے۔

۵۔ یورشِ بلغاری: بلقان کی ریاستوں نے ۱۹۱۱ء میں ترکی پر حملہ کر دیا تھا جو مسلمانانِ عالم کے لیے تشویش کا باعث تھا۔

۶۔ دل آزاری: دل کو دکھ پہنچانا۔

۷۔ ہراساں: خوف زدہ۔

۸۔ صہیلِ فرسِ اعدا: دشمنوں کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔

۹۔ نفسِ اعدا: دشمن کی پھونکیں۔

(۳۱)

۱۔ کوکبِ قسمتِ امکاں: کائنات کی قسمت کا ستارہ (بلند بختی)۔

۲۔ اتمام: تکمیل۔

(۳۲)

۱۔ پریشاں ہو جا: بکھر جا، آزاد ہو جا۔

۲۔ رخت بردوش: سامانِ سفر کاندھے پر اٹھا۔

۳۔ تنک مایہ: ظاہری لحاظ سے کمزور (مالی لحاظ سے کم کوئی زیادہ رکھنے والا)۔

۴۔ ذرے: معمولی حیثیت۔

۵۔ بالا: بلند۔

(۳۳)

۱۔ استادہ: قائم، مستحکم۔

۲۔ اسی نام: مراد ہے اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۳۔ تپش آمادہ: زندگی کی حرارت سے معمور۔

(۳۴)

۱۔ چشمِ اقوام: قوموں کی آنکھیں۔

۲۔ ابد تک: رہتی دنیا تک۔

۳۔ رفعنا لک ذکرک: اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے کو عزت، وقار، عظمت اور شان کی بلندیوں پر پہنچانے کا وعدہ کیا ہے۔

(۳۵)

۱۔ مردمِ چشمِ زمیں: زمین کی آنکھ کی پتلی۔

۲۔ کالی دنیا: مراد ہے افریقہ۔

۳۔ گرمیِ مہر: سورج کی تپش۔

۴۔ بلالی دنیا: یعنی جسے عاشقِ رسول حضرت بلالؓ کی نسبت سے بلالی دنیا کہا جاتا ہے۔

۵۔ تپش اندوز: متحرک (عشق میں تڑپ رہی

ہے) افریقہ (سوڈان) میں اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۶)

۱۔ سپر: ڈھال۔

۲۔ جہاں گیر: ساری دنیا کو گھیرے ہوئے۔

۳۔ تکبیر: اللہ کی عظمت کا اعلان ہر باطل کو آگ کی طرح جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

۴۔ تدبیر: عمل۔

ساقی

۱۔ بادہ کش: شراب پینے والے۔

۲۔ آبِ بقائے دوام: ایسا پانی (خیالات مراد ہیں) جسے پی کر ہمیشہ کی زندگی ملے۔

۳۔ ہنگامہ گستری: ہاؤ ہو اور شور شرابہ۔

تعلیم اور اس کے نتائج

(تضمین بر شعر ملا عرشی)

۱۔ لبِ خنداں: ہنستے مسکراتے لب۔

۲۔ فراغت: سکون، خوشحالی۔

۳۔ الحاد: بے دینی۔

۴۔ پرویز: ایران کا بادشاہ جس کی ملکہ فرہاد کی محبوبہ شیریں تھی۔

۵۔ تیشۂ فرہاد: یہاں مراد ہے پریشانیاں، تباہی اور تخریب لانے والا سامان۔

۶۔ تخمِ دیگر: دوسری تعلیمی پالیسی مراد ہے (نیا بیج)۔

۷۔ کا نچہ کشتیم: جو کچھ ہم نے بویا ہے۔

۸۔ ز خجلت: شرمندگی کی وجہ سے۔

قُربِ سلطان

۱۔ قربِ سلطان: سلطان کی ہم نشینی۔

۲۔ تمیز: فرق، منصب۔

۳۔ مجال: مراد ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔

۴۔ خواجہ پرستی: آقا کی پرستش کی حد تک اطاعت کرنا۔

۵۔ قبائے رنگیں پوش: مراد ہے عیش اور تعیش میں بسر کرنا۔

۶۔ غرض: خواہش۔

۷۔ فکر کی آغوش: سوچ اور سمجھ مراد ہے۔

۸۔ سخن: باتیں۔

۹۔ در دہان: منہ میں۔

۱۰۔ گدائے گوشہ نشینی: ایک کونے میں خاموش بیٹھے رہنے والا درویش۔

۱۱۔ مخروش: نہ شور مچا (دخل اندازی مت کر)۔

۱۲۔ بگیر: لے۔

۱۳۔ بادہ صافی: صاف ستھری شراب مطلب سچی اور کھری بات۔

۱۴۔ بہ بانگِ چنگ بنوش: ساز و آواز کے ساتھ پینے لگ جا، مراد یہ کہ بے خوف و خطر علی الاعلان کہنے لگ جا۔

۱۵۔ مرشدِ شیراز: مراد حافظ شیرازی ہیں۔

۱۶۔ نہاں خانۂ ضمیر سروش: فرشتے کے خانۂ دل میں چھپا ہوا، مراد یہ کہ فرشتۂ غیب کا یہ بھی فرمان ہے۔

۱۷۔ محفلِ نورِ تجلی: عقل و شعور اور روشن خیالی سے معمور۔
۱۸۔ چوں قربِ علی: اگر ہم نشینی چاہتا ہے۔
۱۹۔ در صفائے نیت کوش: تو اپنی نیت پھر صاف رکھ۔

شاعر

۱۔ سرود آفریں: نغمے بکھیرتی ہوئی۔
۲۔ لالہ گوں: سرخ۔
۳۔ مست مے خرام: شراب کی مستی میں ڈوبی چال۔
۴۔ خوش خرام ابر: مست چال والا بادل۔

(۲)

۱۔ مزرعِ زندگی: زندگی کی کھیتی۔
۲۔ شانِ خلیل: مراد ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی سچائی۔
۳۔ آزری: بت پرستی مراد ہے۔
۴۔ خونِ جگر: اندر کا خلوص، سچائی۔
۵۔ سخنوری: بات بنانے (شاعری)۔
۶۔ جوئے مے سخن: شاعری کی نہر شراب۔

نوید صبح (۱۹۱۲ء)

(۱)

۱۔ ہنگامہ در دامن: اپنے دامن میں ہنگامے لیے ہوئے۔
۲۔ منزلِ ہستی: زندگی۔

۳۔ احرامِ حیات: زندگی کا لباس۔
۴۔ گرمِ تقاضا: زندگی کے کاروبار میں مصروف۔

(۲)

۱۔ رہرو: سفر کرنے والا۔
۲۔ داغِ سحاب: مراد ہے تاریکی کا داغ۔
۳۔ سرگرمِ تگ و تیز: کوشش اور جد و جہد میں مصروف۔
۴۔ گریز: مراد ہے غائب ہونا (ہٹ جانا)۔
۵۔ خود افشانی: اپنے عمل سے اپنی صلاحیتوں کو عیاں کرنا۔
۶۔ دیدۂ خفاشی: چمگادڑ کی آنکھ۔

دعا

۱۔ زندہ تمنا: ہر لحظہ سرگرم عمل رکھنے والی۔
۲۔ فاراں: فاراں سے یہاں اسلام کی حقانیت کی طرف اشارہ ہے۔
۲۔ شوقِ تماشا: دیکھنے کا جذبہ (جستجو کا جذبہ)۔
۳۔ دیدۂ بینا: دیکھنے کی خواہش رکھنے والی آنکھ مراد ہے۔
۴۔ سوئے حرم: (اسلام) کی طرف۔
۵۔ شہر کا خوگر: شہر کا عادی (مراد ہے دنیا کی دلچسپیوں میں مگن)۔
۶۔ وسعتِ صحرا: زندگی کا وسیع میدان مراد ہے۔
۷۔ شورشِ محشر: زندگی کی جد و جہد کا جذبہ۔
۸۔ محملِ خالی: مراد ہے کسی مقصد کے تصور سے خالی محمل۔
۹۔ شاہدِ لیلیٰ: عشق کا جذبہ مراد ہے۔

۱۰۔ ظلمت: مراد ہے باطل تصورات۔

۱۱۔ ہمدوشِ ثریا: مراد ہے بلندیوں کے برابر۔

۱۲۔ خودداریِ ساحل: ساحل کی طرح خوددار، مراد ہے پانی کے نزدیک ہوتے ہوئے بھی اس کی خواہش نہیں رکھتا، بے پرواہ ہے۔

۱۳۔ آزادیٔ دریا: کناروں کے درمیان ہوتے ہوئے بھی متحرک ہے، رواں دواں ہے، کوئی اسے قید نہیں کر سکتا۔

۱۴۔ امروز: آج (حال)۔

۱۵۔ اندیشۂ فردا: آنے والے دنوں کی سوچ۔

۱۶۔ بلبلِ نالاں: فریاد کناں بلبل (غمزدہ شاعر)۔

عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں

۱۔ برگ: پتہ۔

۲۔ پائمال: پاؤں میں روندنا۔

۳۔ زائرانِ چمن: چمن کی زیارت (سیر) کرنے والے۔

۴۔ عہدِ کہن: پرانا زمانہ۔

۵۔ ہنسی اُڑانا: مذاق اڑانا۔

فاطمہ بنت عبداللہ

عرب لڑکی جو طرابلس کی جنگ (۱۹۱۲) میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی۔

۱۔ اُمتِ مرحوم: قوم مسلم کو کہا ہے (ساری شان و شوکت رخصت ہو چکی)۔

۲۔ سقائی: پانی پلانے کی خدمت۔

۳۔ بے تیغ و سپر: بغیر تلوار اور ڈھال کے۔

۴۔ جسارت: جرأت اور دلیری بڑھانے والا۔

۵۔ گلستانِ خزاں منظر: اجڑی ہوئی (قوم) کا باغ۔

۶۔ خاکستر: راکھ (بے جذبہ قوم کو کہا ہے)۔

۷۔ خوابیدہ: سوئی ہیں۔

(۲)

۱۔ شبنم افشاں: شبنم (آنسو) برساتی ہوئی۔

۲۔ نغمۂ عشرت: خوشی کا گیت (احساس)۔

۳۔ نالۂ ماتم: تمہاری شہادت پر نالہ و فغاں۔

۴۔ رقص تیری خاک کا: مراد ہے جذبۂ مقدس مجاہدین اور جذبۂ شہادت مراد ہے۔

۵۔ زندگی کا سوز: مقصدِ حیات کا جوش۔

۶۔ تربتِ خاموش: بظاہر خاموش قبر۔

۷۔ آفرینش: پیدائش (زندہ ہونا)۔

۸۔ نامحرم: ناآشنا۔

۹۔ ضو: روشنی۔

۱۰۔ کوکبِ تقدیر: مقدر کا ستارہ، یعنی تیری تقدیر کی طرح جذبۂ شہادت سے بھرا ہوا ان کا مقدر بھی ہے۔

شبنم اور ستارے

(۱)

۱۔ زہرہ: سرِ شام طلوع ہونے والا ستارہ۔

۲۔ ملک: فرشتہ۔

۳۔ کشورِ دلکش: خوبصورت مملکت۔

(۲)

۱۔ چمن افروز: باغ کو زینت عطا کرنے والی۔

٢۔ شعلۂ بے سوز: مراد ہے شعلہ کی طرح چمک اور حسن تو ہے لیکن جلانے کی ضرر رساں بات اس میں نہیں۔

٣۔ نوا ریز: نغمے بکھیرنے والے۔

٤۔ نرگسِ بیمار: نرگس کا پھول چونکہ زرد رنگ کا ہوتا ہے اس لیے اسے نرگسِ بیمار کہا ہے۔

٥۔ طالبِ نظارہ: دیکھنے کا خواہش مند۔

٦۔ دل سوختہ: دل جلا ہوا۔

٧۔ قیدی: (پاؤں زمین میں گڑے ہوئے ہیں اور یہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا)۔

٨۔ آزاد: اس لیے کہا کہ اوپر کی طرف بے قید بڑھتا جاتا نظر آتا ہے (اس لیے قید بھی ہے اور آزاد بھی)۔

٩۔ گریۂ گردوں: آسمان کے آنسو۔

١٠۔ طواف: اردگرد چکر۔

١١۔ درماں: علاج۔

١٢۔ ہوا پر بنیاد ہونا: ہوا پر زندگی کا دارومدار ہے (اور یہ بھی مراد ہے بس ظاہری طور پر ہی سب کچھ ہے صرف دھوکہ ہی دھوکہ ہے اصل کچھ بھی نہیں)۔

١٣۔ قرطاس: صفحہ۔

محاصرۂ ادرنہ

(ادرنہ ترکی کا ایک شہر ہے۔ ١٩١٣ء میں یہ شہر مسلمانوں کے قبضے میں نہ رہا۔ غازی انور پاشا نے چند ماہ بعد اسے دوبارہ فتح کر لیا تو مسلمانوں کے رویے کے حوالے سے علامہ نے یہ نظم تحریر کی ہے)۔

١۔ خنجر آزمائی: تلوار اٹھانا اور جنگ کرنا۔

٢۔ گردِ صلیب: صلیب کی گرد و غبار، مراد ہے بلقانی حملہ آور۔

٣۔ گردِ قمر: چاند کے اردگرد، مراد ہے مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا قمر (علامت ہے مسلمانوں کی)۔

٤۔ لشکری: جنرل لشکری مراد ہے۔

٥۔ محصور: محاصرہ میں آ جانا۔

٦۔ مستور: چھپ گیا، مراد ہے امیدیں مر گئیں۔

٧۔ آئینِ جنگ: جنگی قوانین۔

٩۔ عصفور: چڑیا۔

١٠۔ صاعقۂ طور: طورِ سینا جیسی بجلی۔

١١۔ ذمی: وہ غیر مسلم جو مسلم مملکت میں رہتا ہو۔

غلام قادر روہیلہ

(غلام قادر روہیلہ۔ مرہٹوں کے ساتھ مل کر شاہ عالم ثانی نے روہیلوں کو پتھر گڑھ کے قلعے میں محصور کر کے شکست دی اور ان کی تذلیل کی۔ غلام قادر کمسن تھا، دل میں انتقام کی آگ لیے پھرتا رہا۔ بڑا ہوا تو ١٧٦٦ء میں شاہ عالم کو اپنی سازشوں سے قلعے میں بے بس کر کے اور امراء کو ساتھ ملا کر بادشاہ کو اندھا کر دیا۔ اس کی بے حرمتی کی، شہزادیوں کی تذلیل کی مرہٹوں کی مدد سے شاہ عالم ثانی کو غلام قادر روہیلہ سے آزاد کرایا گیا)۔

١۔ شاہِ تیموری: شاہ عالم ثانی مراد ہے۔

٢۔ اہلِ حرم: تیموری شہزادیاں اور بیگمات مراد ہے۔

٣۔ نازنیناں کمن بر: نازک بدن حسینائیں۔

۴۔ غیرت کش: غیرت کو ختم کرنے والا۔

۵۔ سامانِ طرب: ناچ گانے کا سامان۔

۶۔ پنہاں: چھپا ہوا۔

۷۔ دیدۂ تر: آنسو بھری آنکھیں۔

۸۔ مغفر: فولادی خود جو جنگ کے دوران پہنتے ہیں۔

۹۔ تیغِ جاں ستاں: جان لینے والی تلوار۔

۱۰۔ سبق آموز تابانی: جس کی چمک سے سبق حاصل کریں۔

۱۱۔ چشمِ احمر: سرخ آنکھیں۔

۱۲۔ اخگر: انگارے۔

۱۳۔ بناوٹ: مصنوعی۔

۱۴۔ غفلت: غافل ہو جانا۔

۱۵۔ صف آرایانِ لشکر: جنگ میں مصروف لشکر۔

۱۶۔ حمیت: غیرت۔

ایک مکالمہ

۱۔ مرغِ سرا: شہروں، گھروں، مکانوں کے ارد گرد اڑنے والا کوتاہ پرواز پرندہ، چڑیاں، کوّے وغیرہ۔

۲۔ مرغِ ہوا: بلند پرواز پرندہ۔

۳۔ پردار: پر والا۔

۴۔ ہوا گیر: ہوا میں اُڑنے والا۔

۵۔ مائلِ پندار: تکبر پر آمادہ۔

۶۔ دل آزار: دل کو تکلیف دینے والی۔

۷۔ سرِ دیوار: دیوار کی منڈیر تک۔

۸۔ سروکار: کام، تعلق، نسبت۔

۹۔ خاک بجوئی: خوراک خاک سے چنتا ہے۔

۱۰۔ بہ انجم زدہ منقار: تاروں پر چونچ مارنا (خوراک کیلئے تاروں کو نوچ لانا)۔

میں اور تو

۱۔ مذاقِ دید: نظارہ کرنے کا شوق۔

۲۔ رہینِ شکوۂ ایام: زمانے کی شکایات میں مصروف۔

۳۔ چمن آوارہ: زندگی میں متحرک۔

۴۔ فلک: یہاں مراد ہے مقدر۔

۵۔ آشیاں: گھر (ایک جگہ کا قیام)۔

۶۔ فزوں: زیادہ۔

۷۔ سود: نفع۔

۸۔ کاوشِ زیاں: نقصان کا دکھ۔

۹۔ چہ شد: تو پھر کیا ہو گیا۔

۱۰۔ چنیں شدیم: اگر ایسے ہو گئے۔

۱۱۔ چناں شدیم: ویسے ہو گئے۔

۱۲۔ قرارے نیست: ایک جگہ قرار نہیں، حالت ایک جیسی نہیں رہتی۔

تضمین بر شعر ابوطالب کلیم

۱۔ خوب ہے: (طنزیہ) خوب نہیں ہے مراد ہے۔

۲۔ شعار: مراد ہے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ یثرب: مدینہ کا قدیم نام۔

۴۔ حلقۂ خاتم: انگوٹھی کا دائرہ، مراد ہے اختیار۔

۵۔ اسیر: قید۔

۶۔ اے سلیماں: یہاں اے سلیماں بجائے اسلامیان کو کہا ہے۔

۷۔ کوکب: ستارہ۔

۸۔ حیرت آفریں: حیرت بڑھانے والے (حیران کر دینے والی)۔

۹۔ کاشانۂ دل: دل کے اندر۔

۱۰۔ نغمہ زن ہے: نغمے گا رہا ہے مراد ہے کہہ رہا ہے۔

۱۱۔ کلیم نکتہ بیں: باریکی اور عقل کی بات پہچان لینے والا کلیم (ابو طالب کلیم)۔

۱۲۔ سرکشی: بغاوت۔

۱۳۔ رام او: مطیع ہوا ان کا۔

۱۴۔ شعلہ ساں: شعلے کی طرح۔

۱۵۔ برخاستی: برخاست ہو جا مراد ہے بجھ جا۔

شبلی اور حالی

۱۔ فرد: بے مثال۔

۲۔ دیوانِ جز و کل: یہ دنیا۔

۳۔ سرودِ رفتہ: ماضی کے شاندار واقعات۔

۴۔ تہذیب: سے مراد ہے آج کی تہذیب و ترقی۔

۵۔ قافلہ ہائے کہن: پرانے دور کی ترقی کے قافلے۔

۶۔ آئینہ ابروئے مرد: مردوں کی عزت کا آئینہ مراد ہے ان کا وقار، منصب، شہرت۔

۷۔ مردانِ کار: کام اور محنت کرنے والے مرد۔

۸۔ چرخِ لاجورد: نیلے رنگ والا آسمان (لاجورد قیمتی پتھر نیلم کہلاتا ہے)۔

۹۔ دیرینہ رازداں: پرانے رازداں (نکتوں) کو جاننے والے۔

۱۰۔ ہم نبرد: جنگ آزما۔

۱۱۔ غماز: راز کو عیاں کرنے والا۔

۱۲۔ سرمایہ گداز: (دلوں کو) نرم کرنے کا سامان۔

۱۳۔ رہ نوردرد: راستے پر چل پڑا (فوت ہو گیا)۔

۱۴۔ پرسد ز باغباں: باغباں سے پوچھے۔

ارتقا

۱۔ ستیزہ کار: جنگ آزما۔

۲۔ چراغِ مصطفوی: مراد ہے حق و صداقت۔

۳۔ شرارِ بولہبی: مراد ہے باطل کی چنگاری (ابولہب مکہ کے باطل پرستوں اور دشمنانِ رسول کا سردار تھا اسی کی نسبت سے بولہبی کو ایک رویہ قرار دیا ہے)۔

۴۔ شعلہ مزاج: سرگرم۔

۵۔ غیور: غیرت مند دستِ سوال نہ دراز کرنے والا۔

۶۔ شورانگیز: تغیر تبدل اور انقلاب لانے پہ آمادہ پیکار۔

۷۔ سرشت: فطرت۔

۸۔ مشکل کشی: مشکلوں کو حل کرنا۔

۹۔ جفا طلبی: سختیوں کو مقابلے کیلئے للکارنا۔

۱۰۔ فغانِ نیم شبی: آدھی رات کی دعا و طلب گاری اور مغفرت کیلئے آہ و زاری۔

۱۱۔ زم و گرما: گرمی اور سردی۔

۱۲۔ تپ و تراش و خراش: ٹوٹ پھوٹ دکھ۔

۱۳۔ شیشہ حلبی: حلب کے شیشے کی چمک دمک معروف

ہے جو یہاں کی مٹی سے پیدا، اس میں آتی ہے۔

۱۴۔ مقامِ بست: پھل کے درخت پر پکنے کا عمل۔

۱۵۔ شکست: پھول توڑنا مراد ہے۔

۱۶۔ فشار و سوز و کشید: پھل کاٹ پیٹ کر جلا کر اور عرق کشید کرنے تک کا عمل، اس سے دراصل زندگی کی طویل صبر آزما آزمائش مراد ہے۔

۱۷۔ آتشِ عنبی: شراب کی گرمی (مراد نشہ کی تیزی شدت)۔

۱۸۔ تب و تاب: کمال، عروج۔

۱۹۔ مغاں: شراب خانے کا مالک۔

۲۰۔ ساز کند: بناتے ہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱)

۱۔ فرطِ طرب: بڑی خوشی سے مست ہو کر۔

۲۔ راہوار: لغوی معنی تو گھوڑا ہے مگر یہاں مراد عمل۔

۳۔ ایثار: قربانی۔

۴۔ عیال: گھر کے افراد۔

۵۔ حق گزار: حق ادا کرنے والا۔

۶۔ ملتِ بیضا: ملت اسلامیہ۔

(۲)

۱۔ رفیق: دوست۔

۲۔ بنائے: بنیاد۔

۳۔ استوار: مستحکم۔

۴۔ مردِ وفا سرشت: مرد جس کی فطرت میں وفاداری ہو۔

۵۔ چشمِ جہاں: دنیا کی نگاہیں۔

۶۔ ملکِ یمین: (لغوی مطلب تو دائیں ہاتھ کی ملکیت ہے) عربی محاورے میں غلام کو کہتے ہیں۔

۷۔ رخت: گھریلو استعمال کا دوسرا سامان۔

۸۔ اسپ قمر سُم: وہ گھوڑا جس کے سُم چاند کی شکل کے اور چوڑے ہوتے ہیں (اعلیٰ نسل سمجھی جاتی ہے)۔

۹۔ قاطر: خچر۔

۱۰۔ حمار: گدھا۔

۱۱۔ فکرِ عیال: گھر والوں کی فکر۔

۱۲۔ فروغ گیر: روشنی (علم) لیتے ہیں۔

۱۳۔ تکوینِ روزگار: تخلیق کائنات۔

۱۴۔ بس: مراد ہے بہت کافی ہے۔

تہذیبِ حاضر

(تضمین بر شعر فیضی)

۱۔ حرارت: گرمی (مراد لسانی کشش ہے)۔

۲۔ بھبوکا: آگ کا شعلہ۔

۳۔ تابِ مستعار: مانگے کی چمک۔

۴۔ رعنائی: حسن۔

۵۔ تدبیر: سوچ و فکر۔

۶۔ تازہ پرواز: نئی تہذیب کے پیروکاروں کو کہا ہے۔

۷۔ ساحر: (جادوگر) مراد تہذیب حاضر کے معمار۔

۸۔ خود فروشی: فائدے کیلئے ایمان بھی بیچ دینا۔

۹۔ ناشکیبائی: بے صبری۔

۱۰۔ ہوسناکی: لالچ۔

۱۰۔ کہنہ ادراکی: تجربہ کار شعور۔

۱۱۔ نوائے پروانہ: نئی تہذیب کے شیدائیوں کو کہا ہے۔
۱۲۔ آتشِ خود سوز: اپنی ذاتی سوچ اور فکر کی آگ میں جل۔
۱۳۔ اگر سوزِ دلے داری: اگر دل کا سوز (جذبِ عشق و صداقت) چاہتا ہے۔

والدہ مرحومہ کی یاد میں

(۱)

۱۔ ذرہ ذرہ: مراد ہے ہر چھوٹی بڑی شے۔
۲۔ زندانیِ تقدیر: اپنے مقدروں کا پابند۔
۳۔ مجبوری و بے چارگی: بے بسی اور کچھ نہ کر سکنا۔
۴۔ سیماب پا: تیز رفتار۔
۵۔ نکہت: خوشبو مراد ہے مرجھا جانا۔
۶۔ غنچے کا سبو: غنچے کو اس کی شکل کی بنا پر پیالہ کہا ہے۔
۷۔ مجبورِ نمو: پیدا ہونے پر مجبور۔
۸۔ زنجیرِ عالمگیر: ساری دنیا کو جکڑنے والی زنجیر۔
۹۔ اسیر: قیدی۔

(۲)

۱۔ سرِ مجبوری: بے بسی کا راز۔
۲۔ اشکِ سیلِ رواں: آنسوؤں کا بہتا ہوا سیلاب۔
۳۔ رقصِ عیش و غم: عیش کا مزہ اور غم کا کرب۔
۴۔ لطفِ زیر و بم: نغمے میں جو آواز کی اونچ نیچ ہوتی ہے جو سُر کا اثر اور کیفیت پیدا کرتی ہے وہ مراد ہے۔
۵۔ علم و حکمت: یہاں مراد ہے کسی چیز کی حقیقت کی پہچان۔

۶۔ رہزن: لوٹنے والا۔
۷۔ اشک و آہ: آہ و زاری۔
۸۔ الماس: ایک سرخ قیمتی پتھر۔
۹۔ دلِ آگاہ: سمجھ رکھنے والا دل۔
۱۰۔ اشکِ عنابی: گلابی آنسو (مراد ہے غم میں ڈوبا ہوا آنسو)۔
۱۱۔ آلامِ انسانی: انسانی زندگی کے دکھ اور غم۔
۱۲۔ خنداں: خوش۔
۱۳۔ قاصدِ گریہ پیہم: مسلسل آنسو بہانے کا پیغام لانے والا۔
۱۴۔ تردید: نفی۔
۱۵۔ حکمتِ محکم: پختہ علم و فلسفہ۔

(۳)

۱۔ گریہ سرشار: جی بھر کر رونے کی کیفیت۔
۲۔ پائندہ: مضبوط، قائم۔
۳۔ عرفاں: آگہی۔
۴۔ دودِ آہ: آہوں کا دھواں۔
۵۔ آئینہ ہے روشن مرا: مراد ہے سب کچھ کھل جاتا ہے۔
۶۔ گنجِ آب آورد: آنسوؤں کو خزانہ کہا ہے۔
۷۔ حیرتی ہوں: حیرت زدہ ہوں۔
۸۔ پاپیادہ: ایک دوسرے کے قدم سے قدم ملا کر کھڑا کر دیا۔
۹۔ محرم: آشنا۔
۱۰۔ چرچے: شہرت۔
۱۱۔ شوخیِ گفتار: خوبصورت اندازِ گفتگو (شاعری)۔

(۴)

۱۔ اوج گاہوں: بلند مقامات۔

(۵)

۱۔ نیم شب: آدھی رات۔
۲۔ ہم قسمت: قسمت میں برابر کا حصہ دار (اس جیسا بلند مرتبہ)۔
۳۔ جواں: نوجوان (بڑے بھائی شیخ عطا محمد کی طرف اشارہ ہے)۔
۴۔ ہم پہلو: مراد ہے ساتھی، دوست۔
۵۔ طفلکِ بے دست و پا: مجبور بچے کی طرح۔
۶۔ مسا: شام۔
۷۔ کشتِ جاں: جاں کی کھیتی۔
۸۔ شرکتِ غم: یکساں طرح کا غم۔

(۶)

۱۔ برنا و پیر: جوان اور بوڑھا۔
۲۔ کلبۂ افلاس: مفلس کا جھونپڑا۔
۳۔ طوقِ گلو افشار: گلے کو زخمی کرنے والا حلقہ (جو اکثر قیدیوں کے گلے میں ڈالتے ہیں)۔

(۷)

۱۔ پسِ نُہ پردۂ گردوں: نو آسمانوں کے پردوں کے پیچھے۔
۲۔ سینہ و چاک: زخمی سینہ لیے ہوئے۔
۳۔ خفتہ: سویا ہوا۔
۴۔ بے سپر: بے آسرا (بغیر کسی ڈھال کے)۔
۵۔ وحشتِ غبار: جسم مراد ہے۔
۶۔ محمل: سفر کرنے کیلئے کجاوہ (خاکی جسم)۔
۷۔ خاکستر: جل کر راکھ ہو جانا، فنا ہو جانا۔

(۸)

۱۔ محبوب: پسندیدہ مراد ہے۔
۲۔ حفظِ زندگی: زندگی کا تحفظ۔
۳۔ ارزاں: عام، سستی۔
۴۔ نقش کی ناپائیداری: بظاہر زندگی کا ناپائیدار ہونا مراد ہے۔
۵۔ جنتِ نظارہ: جنت کے منظر کی طرح دلکش۔
۶۔ روش: طریقہ (عادت)۔
۷۔ حجت: دلیل۔
۸۔ شہیدِ آرزو: خواہش کی تلاش میں مصروف شخص مراد ہے۔

(۹)

۱۔ انجمِ گردوں فروز: آسمان کو چمکانے والے (ستارے)۔
۲۔ سیماب پریشاں: پارے کے قطرے کی طرح اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے۔
۳۔ نوعِ انساں: نسلِ انسانی۔
۴۔ ایک ساعت: ایک گھڑی (یعنی نہایت مختصر)۔
۵۔ گردوں کے شرارے: ستارے۔
۶۔ کم بہا: کم قیمت۔

(۱۰)

۱۔ تخمِ گل: پھول کا بیج۔
۲۔ مستور: چھپا ہوا۔

۳۔ خود نمائی: اپنے اظہار و نمائش کیلئے۔

۴۔ قوتِ آشفتہ: بکھری ہوئی طاقت۔

۵۔ شیرازہ بند: ایک جگہ اکٹھا کرنے والی (پھر سے زندگی کا روپ دینے والی مراد ہے)۔

۶۔ تجدیدِ مذاق: از سرِ نو ذوق پیدا کرنا۔

۷۔ سنجیدنِ پر: پروں کو پرواز سے قبل کھولنا۔

(۱۱)

۱۔ دردِ اجل: موت کا دیا ہوا دکھ۔

۲۔ حلقۂ روز نجیر: صبح شام وقت کی قید۔

۳۔ وقت کا افسوں: (وقت کا جادو) مراد ہے وقت کے فاصلے۔

۴۔ سرشک آباد: آنسوؤں کا شہر (گریاں آنکھ مراد ہے)۔

۵۔ احساسِ نامعلوم: ایسا احساس جو ثابت نہ ہوتے ہوئے بھی یقین کی حد تک موجود ہے۔

۶۔ جوہرِ انسان: روحِ انسانی۔

۷۔ عدم: فنا۔

۸۔ رختِ ہستی: زندگی کا سامان مراد ہے جسم۔

۸۔ دل آسائی: دل کو ڈھارس بندھانے والی۔

(۱۲)

۱۔ آفاق: آسمان۔

۲۔ آتش قبا: سرخ لباس (شگفتہ کرتی ہے)۔

۳۔ خفتگاں: سوئے ہوئے (خاموش بے آواز)۔

۴۔ عروسِ زندگی: (مراد ہے زندگی کے حسن و جمال سے حزیں ہو جاتے ہیں)۔

(۱۳)

۱۔ دامِ سیمینِ تخیل: چاندی کے تاروں جیسا خوبصورت تخیل کا جال۔

۲۔ آفاق گیر: سارے عالم کو گھیرے میں لے لینے والا۔

۳۔ فرائض کا تسلسل: دن رات کے کام کاج۔

۴۔ جولاں گاہ: میدانِ عمل مراد ہے۔

۵۔ بے حاصلی: محرومی کی صورتِ حال۔

۶۔ زندانی: قیدی۔

۷۔ سبزۂ نورستہ: شاداب سبزہ۔

شعاعِ آفتاب

۱۔ سودائی نظارہ: مناظر دیکھنے میں پوری دلچسپی سے مصروف۔

۲۔ آوارہ: مراد ہے بھٹک رہی تھی۔

۳۔ جانِ ناشکیبا: بے قرار روح۔

۴۔ خرمنِ اقوام: مراد ہے قوموں اور نسلوں کے گروہ۔

۵۔ خو: فطرت۔

۶۔ خفتہ: سوئے ہوئے۔

۷۔ تنویر: روشنی۔

۸۔ برقِ آتش خو: آگ کی طرح جلانے والی بجلی۔

۹۔ ناری: آگ سے وجود کا ہونا مراد ہے۔

۱۰۔ تیرے مستوں میں: تیرے چاہنے والوں میں۔

۱۱۔ جویائے: متلاشی۔

۱۲۔ ذوقِ بیداری: جاگنے کا ذوق و شوق۔

عرفی

(فارسی کا بلند خیال اور پرزور اسلوب کا مالک شاعر، اکبر اعظم کے دور میں ہندوستان آیا۔ ۱۵۹۲ء میں وفات پائی)۔

۱۔ محمل: شاعری کا محل مراد ہے، شاعری میں زندگی کے بارے میں جو درس دیا۔

۲۔ تصدق: نثار قربان۔

۳۔ حیرت خانہ: فلسفیانہ خیالات و تصورات۔

۴۔ سینا: حکیم بو علی سینا مراد ہے، طب، ریاضی، فلسفہ کا معروف عالم، بخارا سے تعلق تھا، متوفی ۱۰۳۷ء۔

۵۔ فارابی: محمد بن طرخان ابو نصر فارابی، ترکستان کے شہر فاراب سے تعلق تھا، دمشق ۹۵۰ میں وفات پائی، فلسفے سے خاص شغف تھا۔

۶۔ اشکِ عنابی: گلابی رنگ والا آنسو، خونیں آنسو۔

۷۔ بارِ گوش: کان پر بھاری۔

۸۔ ظلمت ربا: اندھیرا دور کرنے والا۔

۹۔ لطفِ بے خوابی: جاگنے کی کیفیت کا لطف۔

۱۰۔ آسماں تابی: لفظی مطلب ہے آسمان کا چمک اٹھنا، مراد ہے صبح۔

۱۱۔ نوارا تلخ: آواز کو بلند اور تیز کر۔

۱۲۔ حدی: (وہ نغمہ جو ساربان وقتِ سفر گاتے ہیں)۔

۱۳۔ محمل: کجاوہ۔

۱۴۔ گراں: بھاری۔

ایک خط کے جواب میں

۱۔ ہمتِ تنگ و تاز: جدوجہد۔

۲۔ حصولِ جاہ: بلند مرتبہ حاصل کرنے کی کوشش۔

۳۔ مذاقِ تلاش: جستجو کا ذوق شوق۔

۴۔ ریزہ کار: باریک بیں۔

۵۔ فتنہ تراش: سازشی اور شیطانی عمل میں ماہر۔

۶۔ سحابِ دریا پاش: دریا کی طرح برسنے والا بادل۔

۷۔ فیضِ عشق: عشق کی عطا۔

۸۔ سینہ خراش: سینہ چھیلنے (زخم) والا۔

۹۔ ہوا: فضا، ماحول۔

۱۰۔ ہواست: خواہش ہے۔

۱۱۔ آبِ حیواں: آبِ حیات (روایت کی طرف اشارہ ہے سکندر کی آنکھوں سے آبِ حیات کا چشمہ نہاں رہا، مراد ہے وہ آبِ حیات نہ پی سکا)۔

نانک

۱۔ گوتم: مراد گوتم بدھ، اصل نام سدھارتھ، ۵۶۷ ق م تاریخ پیدائش ہے۔

۲۔ گوہرِ یک دانہ: بہت قیمتی موتی۔

۳۔ شودر: ہندو مذہب کے لحاظ سے سب سے کمتر ذات کا انسان۔

۴۔ دردِ انسانی: انسان کے دکھ درد۔

۵۔ سرشار: مست۔

۶۔ مئے پندار: نسلی غرور کی شراب مراد ہے۔

۷۔ محفلِ اغیار: مراد ہے ہندوستان سے باہر گوتم کے افکار کو زیادہ اپنایا گیا۔

۸۔ نورِ ابراہیم: مراد ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق پرستانہ افکار۔

۹۔ آذر: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت پرست چچا۔ (یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک باطل پرست کے گھر میں حق پرست پیدا ہوا)۔

۱۰۔ مردِ کامل: مطلب مکمل انسان، مراد بابا گورونانک۔

کفر و اسلام

(تضمین بر شعر میر رضی دانش)

۱۔ میر رضی دانش: ایران کا شاعر، شاہ جہاں کے زمانے میں ہندوستان آیا، دارا شکوہ کی ملازمت میں رہا۔

۲۔ کلیمِ طور: حضرت موسیٰ علیہ السلام (وہ طور پہاڑ پر خدا سے ہم کلام ہوتے تھے)۔

۳۔ آتشِ نمرود: وہ آگ جو نمرود نے حضرت ابراہیم (حق پرست) کو جلانے کیلئے جلائی تھی۔

۴۔ شعلہ ریز: شعلے برسانے والی۔

۵۔ صاحبِ سینا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہے۔

۶۔ غائب: مراد اللہ تعالیٰ، ایمان بالغیب شرط اولین ہے۔

۷۔ وادیٔ فاراں: جہاں سے خدا کی صداقت کا سورج طلوع ہوا (مراد ہے اسلام پر قائم رہ)۔

۸۔ عارضی: جلدی ختم ہو جانے والی۔

۹۔ سطوتِ غائب: غائب (اللہ تعالیٰ) کی شان و شوکت۔

۱۰۔ شعلۂ نمرود: باطل کی چمک دمک۔

۱۱۔ نورِ ما: ہمارا نور (اسلام)۔

۱۲۔ آتشِ سنگ: پتھر کے اندر کی آگ مراد ہے جو چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

بلالؓ

(۱)

۱۔ جولاں گہ: (مراد ہے میدانِ جنگ)۔

۲۔ پورس: ہندوستان کا راجہ جسے سکندر نے جہلم کے کنارے شکست سے دوچار کیا۔

۳۔ دارا: ایران کا بادشاہ جو سکندر کے ہاتھ مارا گیا۔

۴۔ فلکِ نیل فام: نیلا آسمان۔

(۲)

۱۔ حبشی زادۂ حقیر: ایک معمولی حبشی کا بیٹا۔

۲۔ مستنیر: روشن، منور۔

۳۔ امین: امانت دار۔

۴۔ محکوم: حکم ماننے والے۔

۵۔ اسود و احمر: سیاہ و سرخ (اقوام مراد ہیں)۔

۶۔ اختلاط: میل جول۔

۷۔ ہم پہلو: برابر۔

۸۔ گوشِ چرخِ پیر: بوڑھے آسمان کے کان۔

۸۔ دوام: ہمیشگی۔

مسلمان اور تعلیم جدید
(تضمین بر شعر ملک قمی)

۱۔ قمی: ایران کے شہر قم سے تعلق رکھتا تھا، ۹۸۷ء میں دکن وارد ہوا اور بیجاپور کے حاکم ابراہیم عادل شاہ کے دربار سے وابستہ ہوا۔ ۱۰۲۵ء میں اس کا انتقال ہوا۔

۲۔ شوریدہ سر: دیوانہ۔

۳۔ رہ رو: مسافر۔

۴۔ متاعِ کس نخر: ایسی دولت جس کا کوئی خریدنے والا نہ ہو، حقیر۔

۵۔ مثلِ شرر: چنگاری کی طرح۔

۶۔ شیدائی: چاہنے والا۔

۷۔ زیرک: چالاک، ہشیار۔

۸۔ امراضِ ملت: قوم کی بیماریاں۔

۹۔ خونِ فاسد: گندا خون۔

۱۰۔ واجب: لازم۔

۱۱۔ زبوں بختی: بدقسمتی۔

پھولوں کی شہزادی

(۱)

۱۔ باغِ رضواں: جنت۔

۲۔ سرشار: خوشی اور مسرت سے چھلکتی ہوئی۔

۳۔ فردوس در داماں: اپنی جھولی میں پوری جنت لیے ہوئے۔

(۲)

۱۔ سریر آرا: تخت کی زینت۔

۲۔ نگیں: نگینہ (قیمتی) پتھر۔

۳۔ افسردہ: گری پڑی۔

۴۔ اشکِ آتشیں: غم کی آگ میں جلتا ہوا آنسو۔

۵۔ اہلِ محرم: غم زدہ لوگ مراد ہے۔

۶۔ گوہر: قیمتی موتی۔

تضمین بر شعر صائب

۱۔ صائب: اصل نام محمد علی تھا، ولادت تبریز (ایران) میں ہوئی، اصفہان میں ۱۶۶۹ء میں وفات پائی، زندگی کا زیادہ عرصہ کابل کے صوبہ دار کی مصاحبت میں گزرا۔

۲۔ سامانِ رسوائی: بے عزتی کا باعث۔

۳۔ تخم سینائی: لفظی مطلب ہے سینا کا بیج یا فصل مراد ہے اسلام کا باغ یا اسلام کے پھل پھول۔

۴۔ زورِ نفس: مراد ہے اپنی ذات کی قوتِ نمو۔

۵۔ خود افزائی: اپنے اندر کی بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی کیفیت۔

۶۔ برنائی: جوانی۔

۷۔ آگاہ: جاننے والے۔

۸۔ نوا گر: نغمہ گانے والا۔

۹۔ زہرآب: زہریلا پانی۔

۱۰۔ شکر خائی: میٹھا کلام یا شیریں کلامی۔

۱۱۔ خوشتر: خوشگوار۔

۱۲۔ حسنِ صحرائی: صحرائی حسن مراد ہے، بے کراں حسن و جمال۔

فردوس میں مکالمہ

۱۔ ہاتف: غیبی فرشتہ۔

۲۔ فلک تاب: آسمان روشن۔

۳۔ واماندۂ منزل: تھکا ہارا مسافر۔

۴۔ تگ و تاز: جدوجہد۔

۵۔ صاحبِ اعجاز: (سعدی کو لقب دیا ہے) یعنی خوبصورت باکمال شاعر و نثر نگار۔

۶۔ اعزاز: عزت۔

۷۔ ورقِ ایام: مراد ہے دورِ زمانہ۔

۸۔ تزلزل: (زلزلہ) بنیادیں ہل جانا۔

۹۔ زمیں گیر زمیں تاز: مراد ہے مادہ پرست، دنیاوی مفاد کے حصول کے لیے سرگرداں۔

۱۰۔ ہم آہنگی: دوستی و یگانگی۔

۱۱۔ زخمہ: مضراب۔

۱۲۔ جمعیتِ ملت: قوم کا اتفاق۔

۱۳۔ الحاد: کفر، لادینیت۔

۱۴۔ غماز: چغلی کھانے والا۔

۱۵۔ خرماں: کھجور۔

۱۶۔ نتواں یافت: نہیں حاصل ہوتا۔

۱۷۔ دیبا: ایک قیمتی ریشم کے تار سے بنا کپڑا۔

مذہب

(تضمین بر شعر مرزا بیدلؔ)

۱۔ فارسی کے معروف شاعر میرزا عبدالقادر بیدلؔ، ولادت عظیم آباد (ہندوستان) زمانہ شاہ جہاں، اورنگزیب۔

۲۔ پیرِ فلسفۂ مغربی: یورپ کے بڑے بڑے فلاسفہ مراد ہے۔

۳۔ ہستیِ غائب: ظاہری آنکھ سے نہ دکھائی دینے والا خدا مراد ہے۔

۴۔ برہمن صنم تراش: بت بنا کر پوجنے والا برہمن۔

۵۔ محسوس: جس کا شعور حواسِ خمسہ سے ہو۔

۶۔ جنونِ خام: وہم۔

۷۔ انتعاش: بلندی۔

۸۔ مرشدِ کامل: میرزا بیدلؔ کو کہا ہے۔

۹۔ آشفتگی: دیوانگی تھوڑا بہت عشقیہ جذبہ۔

۱۰۔ بے جنوں مباش: بغیر جذبۂ عشق نہ رہو۔

جنگِ یرموک کا ایک واقعہ

یرموک: اردن کے علاقے میں واقع ہے یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور ۱۳ھ میں مسلمانوں نے رومیوں کو شکست سے دوچار کیا۔ سپہ سالار صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوعبیدہ بن جراح تھے اور فوجِ مسلم کی تعداد لگ بھگ بیس ہزار تھی۔

۱۔ صف بستہ: جنگ کے لیے صفیں باندھے ہوئے۔

۲۔ حنا: لفظی مطلب مہندی، یہاں خون کا سرخ رنگ مراد ہے۔

۳۔ صورتِ سیماب: پارے کی طرح۔

۴۔ رخصتِ پیکار: جنگ کی اجازت۔

۵۔ پُرنم: آنسوؤں سے بھیگی۔

۶۔ پیرِ دوراں: بوڑھے بزرگ۔

مذہب

۱۔ قیاس: اندازہ لگانا۔

۲۔ قوم رسولِ ہاشمی: مراد ہے ملتِ اسلامیہ۔

۳۔ اُن کی: مراد مغربی اقوام کی۔

۴۔ نسب: نسل مراد ہے۔

۵۔ انحصار: دارومدار۔

۶۔ مستحکم: مراد ہے مضبوط اور قائم ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

۱۔ سحابِ بہار: بہار کا بادل۔

۲۔ برگ و بار: مراد ہے سرسبز و شاداب (پتوں اور پھلوں سے)۔

۳۔ جیبِ گل: پھول کی جیب۔

۴۔ کامل عیار: مکمل معیاری، کھرا۔

۵۔ اوراق: یہاں شاعر کی مراد ہے اشجار کے پتے۔

۶۔ طیور: (جمع) واحد، طائر، پرندے۔

۷۔ شاخِ بریدہ: کٹی ہوئی شاخ۔

۸۔ سبق اندوز ہو: سبق لے۔

۹۔ قاعدۂ روزگار: زمانے کے اصول، ضابطے۔

۱۰۔ رابطہ استوار: مضبوط تعلق، رشتہ۔

شبِ معراج

۱۔ اخترِ شام: شام کا ستارہ۔

۲۔ سجدہ کرنا: مراد ہے احترام کرنا۔

۳۔ رہِ یک گام: ایک قدم کا راستہ۔

پھول

۱۔ دلِ صد چاک: عشق کے زخم سے پارہ پارہ دل۔

۲۔ پیراہن: لباس۔

۳۔ خُو کرنا: مراد ہے عادت پیدا کرنا۔

۳۔ پابہ گِل: مراد ہے بندھا ہوا، قیدی۔

۴۔ تنگ بخشی: عطا کرنے میں کنجوسی کرنا۔

۵۔ استغنا: بے نیازی۔

۶۔ خجالت: شرمندگی۔

۷۔ منت کش ہونا: احسان مند ہونا۔

۸۔ نگوں: اوندھا (اوندھا) پیالہ (جام) علامت ہے کہ ضرورت نہیں ہے۔

۹۔ زیبِ گلو کرنا: گلے کا ہار بنالینا۔

۱۰۔ جورِ گل چیں: پھول توڑنے والے کا ستم۔

۱۱۔ جہانِ رنگ و بو: یہ مادی دنیا۔

۱۲۔ قطعِ آرزو کرنا: خواہشات کو دل سے نکال پھینکنا۔

۱۳۔ آئینہ رو: مراد ہے خوبصورت محبوب۔

شیکسپیئر

(انگلستان کا معروف ڈراما نویس اور شاعر۔ ۱۵۶۴-۱۶۱۶ء)

۱۔ خرام: چلنا۔

۲۔ آئینہ: یہاں شاعر کی مراد ہے حسن و خوبی کو ظاہر کرنے والا۔

۳۔ خاموشیِ شام: شام کے وقت کا سکوت۔

۴۔ عارض: رخسار۔

۵۔ شاہدِ مے: شراب جیسے محبوب۔
۶۔ برگِ گل: گل کی پتی۔
۷۔ حسنِ کلام: شاعری کا حسن۔
۸۔ فکرِ فلک رس: آسمان کی بلندیوں تک پہنچنے والی (مراد ہے زندگی کے گہرے رازوں کو پہچاننے والی)۔
۹۔ مآلِ ہستی: زندگی کا انجام (مراد ہے زندگی کی حقیقت)۔

(۲)

۱۔ دیدۂ دیدار طلب: دیکھنے کی خواہش مند آنکھ۔
۲۔ تابِ خورشید: سورج کی روشنی۔
۳۔ مستور: چھپی ہوئی۔
۴۔ عالم: دنیا، کائنات۔
۵۔ حفظِ اسرار: رازوں کی حفاظت۔
۶۔ سودا: جنون۔

میں اور تو

۱۔ سلیقہ: کسی بات کے کرنے کا خوبصورت انداز۔
۲۔ کلیم: حضرت موسیٰ کا لقب (کلام کرنے والا)۔
۳۔ قرینہ: کسی کام کو کرنے کا خوبصورت ترین انداز۔
۴۔ خلیل: دوست، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب۔
۵۔ جادوئے سامری: (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے ایک جادوگر سامری کے اس جادو کی طرف اشارہ ہے جس کے زور پر دھوکے میں مبتلا کر دیا کہ یہ خود ساختہ معجزہ ہوتا ہے)۔ جادوئے سامری سے مراد یہی ہے کہ ظاہری فریب کا شیدائی۔

۶۔ قتیل: قتل ہوا ہوا، مراد ہے عاشق۔
۷۔ شیوۂ آذری: آزر کے طریقے کا عاشق، آزر حضرت ابراہیم کے چچا اور اپنے دور کے بت تراش جن کے بتوں کو لوگ خدا سمجھ کر پوجتے تھے، یہاں شیوہ آذری سے شاعر کی مراد یہ ہوئی کہ جھوٹے حسن کا پجاری۔
۸۔ نوائے سوختہ: عشق میں جلی ہوئی آواز (پرسوز آواز)۔
۹۔ در گلو: گلے میں۔
۱۰۔ پریدہ رنگ: جس کا رنگ اڑ چکا ہو۔
۱۱۔ رمیدہ بو: اڑی ہوئی خوشبو۔
حدیث: کلام مراد ہے۔
۱۱۔ ساتم دلبری: پیار محبت کا کام کرنے والا مراد ہے۔
۱۲۔ سم: زہر۔
۱۳۔ عدم: نہ ہونا۔
۱۴۔ حرم: (کعبہ) مراد ہے حق و صداقت۔
۱۵۔ گردِ صنم: مراد ہے فریب اور جھوٹ کا طواف کرنے والا۔
۱۶۔ خریدۂ کافری: کافری کو خریدنے والا۔
۱۷۔ دمِ زندگی: زندگی کی روح۔
۱۸۔ رمِ زندگی: زندگی کا چلن۔
۱۹۔ غم رم: زندگی کے انداز مراد ہیں (لفظی مطلب چلن کا غم)۔
۲۰۔ شانِ قلندری: زندگی گزارنے کا فقیرانہ طریقہ۔
۲۱۔ شرر: (لفظی مطلب چنگاری) مراد ہے قوتِ عمل۔

۲۲۔ فقر و غنا: یہاں مطلب عام مفہوم کے برعکس مفلسی اور محرومی ہے۔

۲۳۔ نانِ شعیر: جو کی روٹی، اشارہ ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمومی خوراک کی طرف۔

۲۴۔ مدار: انحصار۔

۲۵۔ پتنگ: مراد ہے پتنگا۔

۲۶۔ سرشت: فطرت۔

۲۷۔ سمندری: (سمندر کی طرح کی) سمندر ایک کیڑا جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ سے باہر آجائے تو مر جاتا ہے۔

۲۸۔ گلہ جفائے وفا نما: ایسا ظلم کا شکوہ کہ جس کے اندر وفاداری کا انتہائی جذبہ موجود ہو۔

۲۹۔ صنم: بت (مراد ہے کہ جسے خود پری (خدا) سمجھ کر پوجا جا رہا ہے وہ بھی پکارنے لگے اے خدا اے خدا یعنی اصل خدائے حق کی گواہی دینے لگے۔

۳۰۔ ستیزہ گاہ: میدانِ جنگ۔

۳۱۔ پنجہ فگن: پنجہ لڑانے والے۔

۳۲۔ اسد اللّٰہی: خدا کے نام پر شیر کی طرح نڈر ہو کر جنگ کرنے والی فطرت کی طرف اشارہ ہے (حضرت علیؓ کا طرزِ پیکار مراد ہے)۔

۳۳۔ مرحبی: (مرحب کی فطرت) مرحب معروف جنگجو جس کی جنگ کا واقعہ جو حضرت علیؓ کے ساتھ ہوئی، تاریخ میں مذکور ہے۔

۳۴۔ عنتری: (عنتر کی فطرت) عنتر معروف عربی پہلوان جسے جہاد میں حضرت علیؓ نے شکست دی۔

۳۵۔ دماغِ سکندری: سکندر جیسا دماغ، مراد ہے فاتح اور عظیم ہونے کا احساس رکھنے والا۔

اسیری

۱۔ اسیری: قید۔

۲۔ اعتبار افزا: اعتبار کو بڑھانے والی۔

۳۔ قطرۂ نیساں: بہار کے بادل کا قطرہ۔

۴۔ زندانِ صدف: سیپی کا قید خانہ۔

۵۔ اذفر: خالص اور تیز خوشبو۔

۶۔ نافۂ آہو: ہرن کی ناف۔

۷۔ زاغ و زغن: چیل کوے۔

دریوزۂ خلافت

(خلافت کا بھکاری)

۱۔ ننگ: باعث بے عزتی۔

۲۔ شکستن: مراد ہے ہڈی کا ٹوٹنا۔

۳۔ خواستن: مانگنا۔

۴۔ مومیائی: ایک روایتی مرہم جو ہڈی کو فوراً جوڑ دیتا ہے۔

ہمایوں

جسٹس شاہ دین (ہمایوں) اقبال کے بڑے محترم دوست تھے۔ یہ نظم اقبال نے ان کی وفات پر کہی۔

۱۔ انجمن افروز: محفل کو جگمگا دینے والی۔

۲۔ نزار: کمزور۔

۳۔ شعلہ گردوں نورد: آسمان تک پہنچنے والا شعلہ

(مراد ہے فکر و خیال کے حوالے سے بڑوں بڑوں پر چھا جانے والا)۔
۴۔ دوامِ زندگی: ہمیشہ کی زندگی۔

خضرِ راہ

شاعر

(۱)

۱۔ محوِ نظر: نظارہ کرنے میں مگن۔
۲۔ جہانِ اضطراب: بے چینی اور بے قراری کے لمحات مراد ہیں۔
۳۔ سکوت افزا: خاموشی کو گہرا کرنے والی۔
۴۔ نرم سیر: آہستہ آہستہ چلنے والا۔
۵۔ رات کے افسوں: رات کا جادو۔
۶۔ آشیانوں میں اسیر: اپنے اپنے گھونسلوں میں سو رہے تھے، مراد ہے۔
۷۔ انجمنِ کم ضو: کم روشنی والے ستارے۔
۸۔ پیکِ جہاں پیما: ساری دنیا میں گھومنے پھرنے والا شخص۔
۹۔ پیری: بڑھاپا۔
۱۰۔ رنگِ شباب: جوانی کا رنگ ڈھنگ۔
۱۱۔ جویا: تلاش کرنے والا۔
۱۲۔ وا ہونا: کھلا ہونا۔
۱۳۔ شہیدِ جستجو: تلاش کا زبردست جذبہ رکھنے والا۔
۱۴۔ سخن گستر: ہم کلام ہوا (بات کی)۔

(۲)

۱۔ کشتیِ مسکین: (تلمیح) خواجہ خضر نے ایک غریب و مسکین کی کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو خواجہ خضر کے ساتھ تھے، نے اعتراض کیا، یہ کیا نقصان کر دیا، خواجہ خضر نے کہا تمہیں ساتھ اس لیے لے کر چلا تھا کہ خاموش رہو گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام چپ ہو گئے "جانِ پاک" آگے چلے تو ایک نوجوان کو قتل کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر حیرانی کا اظہار کیا، حضرت خضر کے یاد دلانے پر معذرت کی اور خاموشی کا دوبارہ وعدہ کیا۔ "دیوارِ یتیم" آگے چل کر بستی کے لوگوں کے ناروا سلوک کے باوجود ایک گھر کی گرتی دیوار کی مرمت کر دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کیا، آخر خواجہ خضر نے یوں وضاحت کی، کشتی میں سوراخ اس لیے کیا تھا کہ بادشاہ کے آدمی جو لوگوں کی کشتیاں اپنی ضرورت کے لیے بیگار میں پکڑ رہے تھے، اس غریب و مسکین کی کشتی نہ پکڑیں، قتل اس لیے کیا کہ نوجوان ملحد تھا اور ماں باپ جو مومن تھے ان کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، ان مومنوں کو بچانا مقصود تھا اور دیوار اس لیے مرمت کر دی کہ گرنے والی تھی اس کے نیچے دو یتیموں کی خاطر باپ نے خزانہ چھپایا ہوا تھا، گرتی تو لوگ ان یتیموں کے جوان ہونے سے پہلے ہی لوٹ لیتے، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ صرف حیران ہوئے بلکہ خواجہ خضر علیہ السلام کی مستقبل بینی کی تعریف بھی کی۔
۲۔ حیرت فروش: مراد ہے حیراں۔
۳۔ خروش: پکار۔
۴۔ خرقۂ سودیدۂ چاک: پرانا لباس پھٹ رہا ہے۔

مراد ہے پرانے نظریات اور خیالات بدل رہے ہیں۔
۵۔ اقوامِ نو دولت: مراد ہے یورپ و امریکہ۔
۶۔ پیرایہ پوش: مراد ہے نقل کرنے والے۔
۷۔ محرومِ آبِ زندگی: اس واقعہ کی طرف اشارہ کہ سکندر (ذوالقرنین) نے جب خواجہ خضر کی رہنمائی میں آبِ حیات کے چشمے تک کا سفر کیا اور وہاں آبِ حیات پینے والوں کی قابلِ رحم جسمانی حالت کو دیکھا تو آبِ حیات پینے سے انکار کر دیا۔
۸۔ نائو نوش: مادی خواہشات کے پیچھے دوڑنے والی فطرت۔
۹۔ ہاشمی: حسین شریف مکہ (ترکوں کا مقرر کردہ مکہ کا حاکم تھا اور ترکوں کے خلاف ہی انگریزوں سے مل کر لارنس آف عریبیا کے بہکانے میں آ کر غداری کی۔
۱۰۔ ترکمانِ سخت کوش: سخت زندگی گزارنے والے ترکی کے باشندے۔
۱۱۔ اولادِ ابراہیم: (مسلمان) نمرود، وہ بادشاہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا تاکہ ان کو جھوٹا ثابت کرے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں کامیاب ہوئے۔ (تلمیح ہے)

جوابِ خضر

۱۔ تگاپوئے: دوڑ دھوپ۔
۲۔ دمادم: مسلسل۔
۳۔ رہینِ خانہ: گھر میں بند ہو کر بیٹھ جانے والا مراد ہے۔
۴۔ بانگِ رحیل: قافلے کے سفر پر نکلنے کی صدا۔
۵۔ حضر: قیام۔
۶۔ بے برگ و ساماں: بغیر کسی مناسب سہولیات کے مراد ہے۔
۷۔ بے سنگ و میل: بغیر نشان راہ کے ہوئے مراد ہے۔
۸۔ سیماب پا: تیز رفتار مراد ہے۔
۹۔ روشن تر ہوتی: مراد ہے زیادہ باشعور ہوتی۔
۱۰۔ جہاں بیں: دنیا کا نظارہ کرنے والی۔
۱۱۔ خلیل: حضرت ابراہیم کا لقب (دوست)۔
۱۲۔ سلسبیل: جنت کی ایک نہر کا نام۔
۱۳۔ زنجیری: قیدی۔
۱۴۔ کشت و تخیل: مراد ہے کھیتی باڑی کے سلسلے مسائل۔
۱۵۔ دوامِ زندگی: زندگی کے دواں دواں رہنے کا عمل۔

زندگی

(۱)

۱۔ اندیشہ: خوف، ڈر۔
۲۔ سود و زیاں: نفع نقصان۔
۳۔ جاں: سے مراد ہے جاں کا نذرانہ۔
۴۔ تسلیمِ جاں: مراد ہے اطاعت و فرمانبرداری۔
۵۔ جاوداں: ہمیشہ۔
۶۔ پیہم دواں: ہمیشہ رواں۔
۷۔ سرِ آدم: آدم کی حقیقت کا راز۔
۸۔ کن فکاں: (وہ الفاظ جن کے ادا کرنے سے اشیائے کائنات وجود میں آجاتی ہیں، الفاظ تخلیق)

(کم ہو جاتا، نگاہیں پست ہو جاتی ہیں)۔

۹۔ ضمیر: جوہرِ اصل۔

۱۰۔ کوہکن: فرہاد (مراد ہے جد و جہد، کوشش کرنے والا)۔

۱۱۔ جوئے شیر: دودھ کی نہر۔

۱۲۔ سنگ گراں: بھاری پتھر۔

۱۳۔ بندگی: غلامی۔

۱۴۔ جوئے کم آب: کم پانی والی ندی۔

۱۵۔ بحرِ بے کراں: وسیع و عریض سمندر۔

۱۶۔ قوتِ تسخیر: فتح کرنے کی قوت بازو۔

۱۷۔ مٹی کا پیکر: (مراد ہے انسانی جسم)۔

۱۸۔ قلزمِ ہستی: زندگی کا سمندر۔

۱۹۔ زیاں خانہ: (نقصان کا گھر) ایسی زندگی جو خسارہ دیتی ہے اگر اس کے تقاضے پورے نہ کیے جائیں۔

۲۰۔ مٹی کا انبار: مراد ہے بے حرکت ایک ہی جگہ کا ڈھیر۔

۲۱۔ شمشیرِ بے زنہار: ایسی تلوار جس کے وار سے بچنا مشکل ہو۔

(۲)

۱۔ مرنے کی تڑپ: (مراد ہے جان قربان کرنے کا جذبہ)۔

۲۔ جاں: ہمت رکھنے والی جان مراد ہے۔

۳۔ مستعار: کسی دوسرے کے عطا کردہ مراد ہیں (ادھار)۔

۴۔ خاکستر: راکھ مراد ہے پستی سے اثبات کی تراوش کرنا۔

۵۔ فروغِ جاوداں: ہمیشہ روشنی پیدا کرنے والی۔

۶۔ بدخشاں: (خراسان کا معروف شہر جہاں کے لعل مشہور ہیں)۔

۷۔ نالۂ شب گیر: بلند و بانگ فریاد۔

۸۔ محشر: قیامت، مراد بڑی ہنگامہ خیز انقلابی۔

۹۔ دفتر: (کتاب) بھولی مراد ہے۔

سلطنت

۱۔ رمز: راز، آیہ "ان الملوک" قرآنی آیت کے مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔ (جب بادشاہ فتح کر کے گاؤں میں داخل ہوتے ہیں تو برباد کر دیتے ہیں، معززین کو رسوا کرتے ہیں۔ ملوکیت کے زعم میں ایسا ہی کرتے ہیں)۔

۲۔ اقوامِ غالب: مراد ہے آج کی سامراجی طاقتیں (یورپ)۔

۳۔ جادوگری: چالاکی، فریب کاری۔

۴۔ محکوم: غلام جس پر حکومت کی جا رہی ہو۔

۵۔ خواب سے جاگنا: مراد ہے اپنی زبوں حالی غلامی کا احساس ہونا۔

۶۔ ساحری: فریب کاری، جادوگری۔

۷۔ جادوئے محمود: محمود سے مراد غزنی کا بادشاہ محمود غزنوی ہے، جادو سے مراد ہے محبت بھری نظریں۔

۸۔ چشمِ ایاز: ایاز محمود کا وفادار غلام، چشم سے مراد دیکھنا، محسوس کرنا۔

۹۔ حلقۂ گردن: گردن کے ارد گرد کڑا (اصل میں غلامی کی نشانی کے طور پر ایک لوہے کا کڑا غلاموں کی گردن میں ڈال دیتے تھے)۔

۱۰۔ سازِ دلبری: محبوبیت کا سامان (نشانی)۔
۱۱۔ خونِ اسرائیل: قومِ اسرائیل کا خون۔
۱۲۔ موسیٰ: مراد ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
۱۳۔ طلسمِ سامری: سامری (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا جادوگر جس کے بنائے ہوئے بچھڑے نے قومِ موسیٰ کو گمراہ کیا)۔
۱۴۔ سروری: شاہی، حاکمیت۔
۱۵۔ بے ہمتا: جس کا کوئی ثانی نہیں۔
۱۶۔ بتانِ آذری: آذر (حضرت ابراہیم کے چچا تھا) آذر کے بنائے ہوئے بت (جھوٹے خدا)۔
۱۷۔ مکن: نہ کر۔
۱۸۔ سازِ کہن: پرانا راگ۔
۱۹۔ قیصری: بادشاہت، ملوکیت۔
۲۰۔ دیوِ استبداد: ظلم کا بھوت۔
۲۱۔ پائے کوب: رواں دواں۔
۲۲۔ خواب آوری: غفلت کی نیند کا سحر مراد ہے۔
۲۳۔ اعضائے مجالس: اسمبلی کے ارکان۔
۲۴۔ الاماں: خدا محفوظ رکھے۔
۲۵۔ جنگِ زرگری: سرمایہ کے حصول کی خاطر لڑی جانے والی جنگ مراد ہے۔
۲۶۔ سرابِ رنگ و بو: خوبصورت دھوکہ۔

سرمایہ و محنت

(۱)

۱۔ حیلہ گر: بہانہ گر۔
۲۔ شاخِ آہو: لفظی مطلب ہے ہرن کے سینگ۔
۳۔ برات: رزق۔
۴۔ دولت آفریں: دولت بڑھانے والا۔
۵۔ مزد: مزدوری۔
۶۔ ساحرِ الموط: الموط ایک قلعہ کا نام تھا جو قزوین کے قریب پہاڑوں میں واقع تھا اور حسن بن صباح کے قبضے میں تھا اسے ہی ساحر الموط کہا ہے، وہ وہاں لوگوں کو اغوا کر کے منگواتا تھا، انہیں حشیش پلا کر ان کے دماغ کو اپنی خواہشات کا تابع بنا کر ان سے تخریب کاری کے کام لیتا تھا (یہ اس عہد کے خودکش حملہ آور ہوتے تھے) یہاں مراد ساحرِ الموط سے آج کے عہد کا سرمایہ دار ہے۔
۷۔ شاخِ نبات: مراد ہے شیریں شربت۔
۸۔ مسکرات: نشہ آور اشیاء۔
۹۔ سکر: نشہ۔
۱۰۔ نقدِ حیات: زندگی کا سرمایہ۔
۱۱۔ مات: شکست۔

(۲)

۱۔ غنچہ ساں: غنچے کی طرح۔
۲۔ بیداریٔ جمہور: عوام کی بیداری۔
۳۔ قصہ خواب آور: خوشنما داستانیں جو صرف خیالوں میں مطمئن کرتی ہیں۔
۴۔ اسکندر و جم: اسکندر یونان کا بادشاہ اور جم یعنی جمشید ایران کا بادشاہ (مراد ہے تاریخ کے شاندار ابواب کی لذتوں میں قوم کب تک ڈوبی رہے گی)۔
۵۔ بطنِ گیتی: جہاں کے اندر سے (پیٹ)۔
۶۔ ڈوبے ہوئے تارے: مراد ہے جو سلطنتیں ڈوب گئی، ختم ہو گئیں۔

۷۔ کرمکِ نادان: نادان کیڑا مراد ہے۔

۸۔ طوافِ شمع: چمکدار چیز کی غلامی مراد ہے۔ خیالوں اور خوابوں کی دنیا سے باہر آ مراد ہے۔

۹۔ تجلّی زار: روشن دنیا، علاقہ۔

دنیائے اسلام

(۱)

۱۔ اسلامیوں کا سوز و ساز: پیچ و تاب، بے قراری۔

۲۔ تثلیث: (عیسائیت مراد ہے) خدا، بیٹا (عیسیٰ)، روح القدس کے پجاری۔

۳۔ میراثِ خلیل: مسلمانوں کی وراثت (خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے اور ملتِ اسلامیہ ملتِ ابراہیم بھی پکاری جاتی ہے)۔

۴۔ خشت: اینٹ۔

۵۔ کلاہِ لالہ رنگ: سرخ ٹوپی جسے ترکی ٹوپی کہا جاتا تھا، مراد ترک قوم۔

۶۔ مجبورِ نیاز: بندگی کرنے پر مجبور۔

۷۔ پارس: ایران مراد ہے۔

۸۔ مےِ سرکش: تیز شراب، مراد مغربی تہذیب ہے۔

۹۔ حکمتِ مغرب: مراد ہے مغربی اقوام کی چالاکیاں اور فریب کاریاں۔

۱۰۔ گداز: تیزاب۔

۱۱۔ ارزاں: سستا۔

۱۲۔ دانائے راز: اصل حقیقت کا آشنا۔

(۲)

۱۔ مومیائی: وہ مرہم جو دکھوں، زخموں کا مداوا ہے۔

۲۔ ربطِ ضبط: آپس کا اتحاد۔

۳۔ ملتِ بیضا: ملتِ اسلامیہ کا لقب ہے۔

۴۔ حفظِ حرم: (لفظی مطلب حرم کی حفاظت) مراد ہے دین کو قائم رکھنا۔

۵۔ نیل: مصر کا دریا۔

۶۔ ترکِ خرگاہی: شاہی خیموں کا اعلیٰ مرتبت ترک۔

۷۔ والا گہر: اعلیٰ مرتبت۔

۸۔ مقدم: فوق، اہمیت میں بڑھ جانا۔

۹۔ خفی: معمولی۔

۱۰۔ جلی: بڑی نمایاں۔

۱۱۔ گرفتارِ ابوبکر و علی: مراد ہے فروعی نااتفاقی پیدا کرنے والے جھگڑے۔

(۳)

۱۔ سطوتِ رفتارِ دریا: دریا کی موجوں کی پرہیبت روانی۔

۲۔ موجِ مضطر: اچھلتی لہریں۔

۳۔ زنجیر: قید کرنے والی مراد ہے۔

۴۔ خاکستر: راکھ۔

۵۔ سامانِ وجود: وجود کے اثبات کا سامان۔

۶۔ جہانِ پیر: بوڑھی دنیا۔

۷۔ آئینۂ گفتار: میری شاعری کے آئینے میں مراد ہے۔

۸۔ رسوائیِ تدبیر: تدبیر کی ناکامی مراد ہے۔

۹۔ لا تخلف المیعاد: قرآنی فرمان کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

طلوعِ اسلام

(۱)

۱۔ تنک تابی: مدھم ہو جانا۔

۲۔ گراں خوابی: غفلت کی نیند سونا۔

۳۔ عروق: رگیں۔

۴۔ سینا: مراد بو علی سینا اور فارابی سے مراد فلسفی فارابی ہیں۔

۵۔ گوہر کی سیرابی: موتی کا قیمت پانا۔

۶۔ نطق: بولنے کی قوت۔

۷۔ نوارا تلخ تر: آواز کو اور تیز کر دے۔

۸۔ ذوقِ نغمہ: اچھے نغمے کا شوق۔

۹۔ تقدیرِ سیمابی: تڑپنے کی فطرت۔

۱۰۔ زینتِ برگستواں: گھوڑے کے ساز و سامان کی خوبصورتی (یعنی ظاہری شان و شوکت)۔

۱۱۔ جگر تابی: قوت اور اضطراب۔

۱۲۔ ضمیرِ لالہ: مراد ہے امت کے باطن میں۔

۱۳۔ شہیدِ جستجو: اعلیٰ تر مقاصد کو حاصل کرنے کی تڑپ۔

(۲)

۱۔ سرشک: آنسو۔

۲۔ نیساں: بہار کا بادل۔

۳۔ خلیل اللہ کا دریا: مراد ہے نسبتِ ابراہیمی۔

۴۔ شیرازہ بندی: (جلد بندی) ایک جگہ اکٹھا کرنے کی کوشش مراد ہے۔

۵۔ شاخِ ہاشمی: ملتِ اسلامیہ مراد ہے۔

۶۔ برگ و بر: پھل پھول۔

۷۔ ترکِ شیرازی: مصطفیٰ کمال پاشا کی طرف اشارہ ہے جو مغربی قوتوں کے خلاف صف آرا ہو رہا تھا۔

۸۔ بوئے گل: گل کی خوشبو۔

۹۔ کوہِ غم: غم کا پہاڑ (یہاں مراد ہے خلافت کا ختم ہو جانا)۔

۱۰۔ کارِ جہاں بینی: دنیا کی حقیقتوں کو پہچاننا۔

۱۱۔ جگر خوں ہو: مراد ہے سخت مشکلات اور مصائب، صبر و استقامت کا مظاہرہ۔

۱۲۔ دیدہ ور: ایسا شخص جو صاحبِ بصیرت اور زمانے کی رفتار اور رخ کو پہچاننے والا ہو۔

۱۳۔ شاہین کا جگر: مراد ہے جرأت، بہادری، حالات کا مقابلہ کرنے کی قوت اور صلاحیت۔

(۳)

۱۔ لم یزل: جسے زوال نہیں۔

۲۔ مغلوبِ گماں: شک و شبہ اور توہمات میں گرفتار۔

۳۔ حنا بندِ عروسِ لالہ: زندگی کی دلہن کی حنا بندی (آرائش و زیبائش) کرنے والا۔

۴۔ نسبتِ براہیمی: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تعلق (مراد ہے وہ معمارِ حرم تھے تو اس دنیا کو خدا کا پاک گھر بنانے والا ہے)۔

۵۔ ممکناتِ زندگانی: زندگی کے ارتقا کی قوتیں۔

۶۔ جوہرِ مضمر: چھپی ہوئی صلاحیت و قوت۔

۷۔ ارمغاں: تحفہ (اس فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے، روزِ محشر دوسری اُمتوں کے مقابلے میں میں تم پر فخر کروں گا)۔

(۴)

۱۔ رمزِ مسلمانی: مسلمان کا جوہر۔

۲۔ بتانِ رنگ و خوں: نسل اور رنگ کے تعصبات۔

۳۔ میانِ شاخساراں: شاخوں کے درمیان، مراد نسل برادری کے حلقے میں۔

۴۔ شاہینِ قہستانی: پہاڑی علاقے کے شاہین کی طرح۔

۵۔ گماں آباد: توہمات کی دنیا۔

۶۔ قندیلِ رہبانی: ویرانے میں رہنے والے راہب کا چراغ (جو بھولے بھٹکے مسافر کے لیے رہنمائی کا باعث ہوتا ہے)۔

۷۔ استبداد: ظلم۔

۸۔ زورِ حیدرؓ: حضرت علیؓ کی قوت، فقرِ بوذر حضرت ابوذر غفاریؓ کی قناعت، صدقِ سلمانی، حضرت سلمان فارسیؓ کی صداقت اور سچائی۔

۹۔ احرار: حریت پسند۔

۱۰۔ جادہ پیما: راستے پر گامزن۔

۱۱۔ تجمل: شان و شوکت۔

۱۲۔ شگافِ در: قید خانے کا سوراخ مراد ہے۔

۱۳۔ زندانی: قیدی۔

۱۴۔ ثباتِ زندگانی: زندگی کا استحکام۔

۱۰۔ المانی: جرمنی کا باشندہ۔

۱۶۔ انگارۂ خاکی: مراد ہے انسان کی ذات (خاک ہے لیکن انگارے کی حرارت اپنے اندر پوشیدہ رکھتی ہے)۔

۱۷۔ روح الامین: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لقب۔

(۵)

۱۔ ذوقِ یقین: ایمان کی قوت۔

۲۔ ولایت: سلطنت۔

۳۔ علمِ اشیاء کی جہانگیری: علوم پر دسترس۔

۴۔ براہیمی نظر: مراد ہے حضرت ابراہیم جیسا شعور اور حق کی پہچان والا ذہن۔

۵۔ ہوس: لالچ۔

۶۔ فرق: امتیاز۔

۷۔ فسادِ آدمیت: انسانوں کے درمیان فساد اور جھگڑا۔

۸۔ حذر: ڈرو۔

۹۔ چیرہ دستاں: زور زبردستی کرنے والوں۔

۱۰۔ تعزیریں: سزائیں۔

۱۱۔ طبعِ بلند: بلند طبع۔

۱۲۔ مشربِ ناب: وسیع نظر رکھنے والا۔

(۶)

۱۔ عقابی شان: عقاب جیسے جوش اور جذبے کے ساتھ (اشارہ ہے یورپیوں کے ترکوں پر حملہ کرنے کی طرف)۔

۲۔ زیرِ دریا تیرنے والے: آب دوز کشتیوں پر کیے جانے والے حملوں کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ طمانچے موج کے کھاتا: بے کسی اور بظاہر بے بسی و کسمپرسی کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ غبارِ رہگذر: راستے کی خاک۔

۵۔ کیمیا: مراد ہے ترقی (سائنسی ترقی)۔

۶۔ بجلیاں: مراد ہے برقی پیغامبری سے (یہ بھی سائنسی طور پر ترقی یافتہ ہونے کی مثال تھی)۔

۷۔ سپہرِ حرم: مراد ہے شریعت کہ۔

۸۔ کم نگاہی: حقیقت کو پہچان نہ سکنے کی صلاحیت۔

۹۔ نوریانِ آسمان پرواز: فرشتے۔

۱۰۔ صورت گر: تقدیر کے سنوارنے والی۔

۷۔ پرفشاں: مراد ہے اپنے پروں کو کھول لے، جھاڑ لے۔

۸۔ سرِ زندگانی: زندگی کا راز۔

۹۔ حلقۂ شام و سحر: ماری زمانے کی قیود۔

۱۰۔ مصافِ زندگی: مراد ہے زندگی کی جنگ (جدوجہد)۔

۱۱۔ حریرِ پرنیاں: ایک طرح کا نرم اور نفیس کپڑا۔

۱۲۔ سیلِ تندرو: تیز رفتار۔

۱۳۔ جوئے نغمہ خواں: آہستہ رفتار رفتہ کی صورت گاتی لہراتی ندی۔

۱۴۔ سازِ فطرت: قدرت کے تخلیق کیے ہوئے حسین مظاہر مراد ہیں۔

(۷)

۱۔ کن فکاں: (اللہ تعالیٰ کے حروفِ تخلیق) ہو جا، پس ہو جاتا ہے۔

۲۔ عیاں: ظاہر ہو جا۔

۳۔ خودی: اپنی ذات کے پیدا کرنے کی حقیقت۔

۴۔ خدا کا ترجمان: مراد ہے خدا کے مقاصد کو بیان کرنے والا۔

۵۔ شرمندۂ ساحل: مراد ہے جغرافیائی تصورِ ملت کو ماننے والے جو ایک خطۂ زمین سے اپنے آپ کو جوڑ کے رکھتے تنگ محدود ہو گئے ہیں۔

۶۔ مرغِ حرم: مراد ہے مسلمان۔

(۸)

۱۔ صیدِ زبونِ شہریاری: بادشاہوں کا ذلیل شکار، مراد ہے آمروں کا خستہ حال غلام۔

۲۔ قیامت ہے: مراد ہے کتنا برا وقت ہے۔

۳۔ خیرہ کرنا: اندھا کرنا۔

۴۔ صناعی: صنعت گری۔

۵۔ ریزہ کاری: مراد ہے چھوٹے چھوٹے نگینوں کو جوڑ کر نقش بنانا۔

۶۔ ہوس کا پنجۂ خونیں: لالچ کی سخت گرفت۔

۷۔ تدبر کی فسوں کاری: مراد ہے بظاہر خوبصورت مگر حقیقت میں جھوٹے پر فریب دلائل۔

۸۔ محکم: مضبوط۔

۹۔ خروش آموز: مراد ہے اپنے اندر کے جذبہ عشق کو دوسروں تک پہنچانے والا۔

۱۰۔ گرہ غنچے کی وا کرنا: یعنی اسے پھول بنانا مراد ہے کھلا دینا۔

۱۱۔ بادِ بہاری: بہار کی ہوا۔

۱۲۔ جولاں گاہ: گھوڑے دوڑانے کا میدان، مراد ہے میدانِ عمل۔

۱۳۔ قبایانِ تتاری: مراد ہے ترکستان کے سپاہی۔

۱۴۔ جانِ ناتوانے: مراد ہے کمزور بے بس مسلمان۔

۱۵۔ پس از مدت: ایک عرصے کے بعد۔

(۹)

۱۔ کشید: یعنی تیر کو گاڑ دیا۔

۲۔ سرت گردم: ترے قربان۔

۳۔ خیلِ نغمہ پردازاں: نغمے گانے والوں کی جماعت۔

۴۔ کنارا از زاہداں: مراد نام نہاد زاہد اور پرہیزگار۔

۵۔ خواجۂ بدر و حنین: غزوات بدر و حنین کے خواجہ مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۔ تصرف ہائے پنہانش: مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات و فیوض کے پوشیدہ ثمرات۔

۷۔ شاخِ خلیل: دین اسلام۔

۸۔ کامل عیار: مکمل کھوٹی۔

غزلیات

(۱)

۱۔ کملی والا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب۔

۲۔ لبِ ساحل: کنارہ۔

۳۔ حجابِ محمل: محمل کا پردہ۔

۴۔ ترک تگ و دو: کوشش اور حرکت کا چھوڑ دینا (تھک کے بیٹھ میں بیٹھ جانا مراد ہے)۔

(۲)

۱۔ سرود: ساز۔

۲۔ فریبِ گوش: کان کا دھوکہ۔

۳۔ خندہ زن: ہنسی اڑانا۔

۴۔ آفرینش: تخلیق۔

۵۔ بارِ دوش: کندھے پر رکھا ہوا بوجھ۔

(۳)

۱۔ بلبلِ شوریدہ: عشق میں دیوانی بلبل۔

۲۔ تھام: روک (صبر کرنا مراد ہے)۔

۳۔ پختہ: باشعور۔

۴۔ مصلحت اندیش: اچھائی اور برائی کو وقت کے مطابق پہچاننے والی۔

۵۔ خام: کچا، ناپختہ۔

۶۔ آتشِ نمرود: اشارہ ہے نمرود کی جلائی ہوئی اس آگ کی طرف جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کودنے کا حکم دیا گیا اور وہ بے خطر کود گئے، خدا نے اپنی رحمت سے اُسے گلزار بنا دیا۔

۷۔ محوِ تماشا: مراد ہے ابھی نفع و نقصان کے بارے

میں دورِ کفری انداز سے لگا رہی ہے۔

۸۔ سبک گام: تیز رفتار۔

۹۔ دہرآشوبی: دنیا کو تہ و بالا کرنے کا عمل۔

۱۰۔ زناری: (زنار وہ دھاگہ جو برہمن بتوں کی غلامی کی نشانی کے طور پر گلے میں پہنتے ہیں) مراد ہے وقت کا غلام۔

۱۱۔ کاوشِ انجام: مراد ہے انجام کا خوف۔

۱۲۔ سعیِ پیہم: مسلسل کوشش۔

۱۳۔ میزاں: پیائش کرنے کا آلہ مراد ہے۔

۱۴۔ ابرِ نیساں: بہار کا بادل۔

۱۵۔ تنگ: کم بخشی، کنجوسی۔

۱۶۔ تہی: خالی۔

۱۷۔ مے آشام: شراب پینے والے۔

۱۸۔ دام: جال۔

(۴)

۱۔ انجمن آرائی: انجمن کو سجانا، سنوارنا۔

۲۔ تماشائی: نظارہ دیکھنے والا۔

۳۔ چشمکِ پنہاں: مراد ہے آنکھ مچولی۔

۴۔ بے حجابانہ: بے باکی کے ساتھ پوری طرح عیاں ہوکر۔

۵۔ نفسِ گرم: جذبۂ عشق۔

۶۔ اعجازِ حیات: زندگی کا معجزہ۔

۷۔ مسیحائی: مردے کو زندہ کردینے کا عمل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کردینے والے معجزات کی طرف اشارہ ہے)۔

۸۔ دریوزہ گری: خیرات مانگنا۔

۹۔ شعلۂ سینا: وادیِ سینا میں دکھائی دینے والی روشنی مراد ہے۔

۱۰۔ بے گانہ: اجنبی، ناشناس۔

۱۱۔ اندازِ کلیسائی: مغربی تہذیب مراد ہے۔

۱۲۔ ناز: اظہارِ عشق۔

۱۳۔ بہ اندازۂ رعنائی: حسن و جمال کی توقع کے مطابق۔

۱۴۔ شوکتِ دارائی: دارا (ایران کا بادشاہ) جیسی شان و شوکت۔

۱۵۔ بادیہ پیمائی: صحرا نوردی (جدوجہد)۔

(۵)

۱۔ اجزاء کی حرارت: مراد ہے زندگی کے اجزاء (آگ، پانی، ہوا، مٹی) کی گرمی۔

۲۔ بپایاں ہو: اپنی قوتِ حیات سے انقلاب برپا کردے۔

۳۔ کم مایہ: غریب۔

۴۔ فرزانہ: عقل مند۔

۵۔ ساماں: مراد ہے مادی ساز و ساماں۔

۶۔ مضمر: چھپی ہوئی۔

۷۔ غارت گرِ ساماں: مراد ہے مادی خواہشات کو تج دینے والا۔

(۶)

۱۔ حقیقتِ منتظر: ایسی سچائی جس کا انتظار کیا جا رہا ہو۔ (مراد ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس کو دیکھنے کی تمنا ہر دل میں ہے)۔

۲۔ طرب آشنائے خروش: عشق کی بے چینی اور اضطراب کی لذت سے واقف۔

۳۔ محرمِ گوش: کان سے آشنا، مراد ہے کانوں میں پڑنا۔

۴۔ سرود: نغمہ۔

۵۔ سکوتِ پردۂ ساز: ساز کے پردے جو ابھی خاموش ہوں اور نغمہ نہ پیدا کر رہے ہوں۔

۶۔ آئینہ: مراد ہے احساس انا، فخر۔

۷۔ دمِ طوف: طواف کے وقت۔

۸۔ کرمکِ شمع: شمع کا پروانہ۔

۹۔ حکایتِ سوز: جلنے کا انداز، طریقہ۔

۱۰۔ حدیثِ گداز: مراد ہے داستانِ عشق۔

۱۱۔ غزنوی: مراد ہے محمود غزنوی۔

۱۲۔ خم: مراد ہے حسن کے ناز و انداز۔

۱۳۔ ایاز: محمود غزنوی کا محبوب غلام (گورنر لاہور)۔

۱۴۔ صنم آشنا: بتوں کا پجاری، دنیاوی خواہشات کا غلام مراد ہے۔

(۷)

۱۔ نوائے زیرِ لبی: لبوں کے درمیان پھنسی رہی، مراد ہے لبوں سے باہر نہ آ سکی۔

۲۔ دلِ ناصبور: بے صبر دل۔

۳۔ اسد اللّٰہی: خدا کے شیر یعنی حضرت علی جیسی محبتِ الٰہی۔

۴۔ بولہبی: ابولہب جیسی دشمنی حق۔

(۸)

۱۔ زندانیٔ اسباب: وسیلوں کا قیدی۔

۲۔ آیت لا یخلف المیعاد: اشارہ اس آیت کی طرف جس میں اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

۳۔ لسان العصر: معروف شاعر اکبر الٰہ آبادی کا لقب۔

۴۔ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔

ظریفانہ

(۱)

۱۔ مشین: مشینی صنعت گری کی طرف اشارہ ہے۔

(۲)

۱۔ فلاح: نجات۔

۲۔ روشِ مغربی: مغربی تہذیب کے طور طریقے۔

۳۔ وضعِ مشرقی: مشرقی تہذیب و تمدن۔

(۳)

۱۔ شیخ صاحب: علامت ہے شریعت کے دلدادہ شخص کی۔

۲۔ بدظن: بدگماں۔

(۴)

۱۔ ووٹ: پرچہ۔

۲۔ عوض: بدلے۔

(۵)

۱۔ جرأت آفریں: جرأت پیدا کرنے والی۔

۲۔ ڈینگ: شیخی، جھوٹا تفاخر۔

۳۔ چنگ: ایک قسم کا نباتاتی گوند جو ادویات میں استعمال ہوتا ہے۔

(۶)

۱۔ تنگ دست: مفلس۔

۲۔ رد جہاں: جہاں کے خلاف۔

۳۔ تردید: انکار۔

(۷)

۱۔ پلی: روئی کی گولی۔

۲۔ عوض: بدلے میں۔

۳۔ ہدیہ و دل: دل کا نذرانہ، انتہائی عقیدت و محبت مراد ہے۔

۴۔ پس از سبق: سبق پڑھنے کے بعد۔

(۸)

غسال: غسل دینے والے۔

(۹)

۱۔ کنٹر: ڈبا۔

۲۔ بلوری: شیشے کے بنے ہوئے۔

۳۔ ہٹ: آن۔

۴۔ گردوں: آسمان۔

(۱۰)

۱۔ مشہود: ظاہر ہونے والا، شاہد، دیکھنے والا، مشہود، جسے دیکھا گیا، غالب کا مشہور مصرعہ ہے جو وحدت الوجود پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ بیر: عناد و دشمنی۔

(۱۱)

۱۔ معاد: آخرت۔

۲۔ وقف: جائیداد کو وقف کرنے کے احکام مراد ہیں۔

(۱۲)

۱۔ مس: (MISS) انگریزی میں کنواری لڑکی کو مخاطب کرنے کا لقب۔

(۱۳)

۱۔ جہاز بیاباں: صحرا کا اونٹ، اونٹ کا لقب۔

۲۔ فلیٹ: Fleet، جنگی جہازوں کا بیڑا۔

(۱۴)

۱۔ سوال: مانگنے کا طریقہ۔

(۱۵)

۱۔ پیسے دلوانا: مراد ہے امپیریل کونسل کے ممبر کو میٹنگ میں شمولیت کا بھتہ بھی ملے گا۔

(۱۶)

۱۔ مُصر: اصرار۔

۲۔ کلکٹر: محکمہ مال کا افسر۔

۳۔ بستہ و ساحل: ساحل سے بندھے۔

(۱۷)

۱۔ حق نیوش: سچی بات سننے والا۔

۲۔ بادہ کش: شراب خور۔

۳۔ بارگوش: ناپسند۔

۴۔ قیود: پابندیاں۔

(۱۸)

۱۔ جام و سبو: پیالہ، جام۔

۲۔ مداوائے جنوں: پاگل پن کا علاج (دینی شعائر سے عشق مراد ہے)۔

(۱۹)

۱۔ گرم سخن: مراد بحث کرنا۔

۲۔ مہار: اونٹ کی لگام (نکیل)۔

۳۔ حذر: اجتناب مراد ہے۔

۴۔ زنہار: کبھی نہیں۔

۵۔ دیرینہ غبار: پرانا عناد۔

۶۔ اونٹ: مراد ہے مسلمان۔

۷۔ غرۂ اشتر: اونٹ کا نعرہ۔

۸۔ کلیل: شوخی میں کسی جانور کا اچھلنا کودنا۔

۹۔ بیمار: مراد ہے عاشق، پسند کرنے والے۔

۱۰۔ گوسفند: بکری۔

۱۱۔ پلنگ: چیتا۔

۱۲۔ خرلنگ: لنگڑا گدھا۔

۱۳۔ دلق: گدڑی۔

(۲۰)

۱۔ صلہ: بدلہ (انعام)۔

۲۔ تشنہ کامی: پیاس۔

۳۔ بسوہ دار: زمیندار۔

(۲۱)

۱۔ آیۂ نو: نئی آیت (طنزاً کہا ہے)۔

۲۔ گیتا: ہندوؤں کی مقدس کتاب۔

۳۔ آشتی: صلح، امن۔

۴۔ بدری: تخفیف ہے ایک ہندو نام بدری پرشاد کی۔

۵۔ مسیحا: مسیح کو چاہتا ہوا۔

(۲۲)

۱۔ ست: سچ، صداقت۔

۲۔ تت: طاقت، قوت، حاصل۔

۳۔ ساہوکاری: سود پر قرض دینا۔

۴۔ بسوہ دار: زمینداری۔

(۲۳)

۱۔ صف آرا: جنگ کیلئے آمنے سامنے کھڑے ہونا۔

۲۔ فتنۂ آشوب خیز: طوفان اٹھانے والا فساد۔

۳۔ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُوْنَ: "اور تم یقیناً اس عذاب کی طرف جلدی جلدی جا رہے ہو" قرآنی آیت کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔ یاجوج اور ماجوج: دو قومیں تھیں جو ... میں گھس کر تباہی مچایا کرتی تھیں اور ذوالقر... ان کے روکنے کیلئے سرحد پر ایک دیوار تعمیر... سد سکندری کہلاتی تھی، آج بھی اس... ایران کے صوبہ فارس میں نظر آتے ہیں... ان کا مذکور ہے)۔

(۵) یَنْسِلُوْنَ: قرآن کے ... اشارہ ہے کہ قیامت کے قریب ... کھول دیئے جائیں گے۔

(۴۴)

۱۔ رندِ لم یزل: ہمیشہ شراب پینے والا (شریفِ مکہ کے بیٹے امیر فیصل کی طرف اشارہ ہے جسے انگریزوں نے ترکوں کے خلاف ساتھ دینے پر نوازا اور عراق و فلسطین اس کے سپرد کر کے فرانس کو اس کا سرپرست مقرر کر دیا)۔

۲۔ بالائے طاق: ایک طرف۔

۳۔ نیلی رواق: آسمان۔

۴۔ دردِ لا یطاق: ناقابلِ برداشت درد۔

۵۔ کرزن: برصغیر کا انگریز وائسرائے۔

۶۔ پئے ہضم: ہضم کرنے کیلئے۔

(۴۵)

۱۔ شوریدہ حال: ابتر حالت والا۔

(۴۶)

۱۔ نجار: بڑھئی۔

(۴۷)

۱۔ مردک: مرد۔

۲۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى: قرآن کے فرمان کی طرف اشارہ ہے، صرف وہی شے ملتی ہے جس کی انسان کوشش کرتا ہے۔

(۴۸)

۱۔ تکیہ: مراد ہے بیٹھ کر گپ شپ لگانے کی جگہ۔

(۴۹)

۱۔ پاپی: گناہگار۔

۲۔ امیر فیصل: شریفِ مکہ جو ترکوں کے خلاف انگریزوں سے مل گیا۔

۳۔ سنوسی: سید محمد ادریس سنوسی، سنوسیہ تحریک کے سرکردہ ترکوں کے اتحادی۔

۴۔ پیازی: مراد ہے گلابی (خون آلود)۔

۵۔ اپدیشک: نصیحت کرنے والا۔

دیگر مطبوعات

اولین کلیات اقبال (1924ء میں شائع شدہ)	مرتب: محمد عبدالرزاق اتعارف وتقدیم: ڈاکٹر فرمان فتح پوری
علامہ اقبال کے 101 شاہکار خطوط	مرتب: عبدالرب قریشی
توحید، اقبال اور ملت اسلامیہ	پروفیسر خالد پرویز
میر، غالب اور اقبال	ڈاکٹر اے بی اشرف
علامہ اقبال اور ڈیرہ غازی خان	ہاشم شیر خان
علامہ اقبال کا خطبہ صدارت	ڈاکٹر اسلم عزیز درانی
تاریخ ساز- علامہ اقبال	پروفیسر افتخار حسین شاہ
خطبات بہاولپور	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
پیغمبر اسلامؐ	ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ / مترجم: پروفیسر خالد پرویز
محمد رسول اللہؐ (سیرت پاک)	ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ / مترجم: پروفیسر خالد پرویز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی و جانشینی	ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ / مترجم: پروفیسر خالد پرویز
دنیا کا قدیم ترین مجموعہ حدیث (صحیفہ ہمام بن منبہ)	ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ / مترجم: پروفیسر خالد پرویز
نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ (اول)	مرتب: محمد عالم مختار حق
نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ (دوم)	مرتب: محمد عالم مختار حق
ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی بہترین تحریریں	مرتب: سید قاسم محمود
مختلف مذاہب میں تصور خدا	ڈاکٹر ذاکر نائیک / مترجم: سید خالد جاوید مشہدی
اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات اور ان کے جوابات	ڈاکٹر ذاکر نائیک / مترجم: سید خالد جاوید مشہدی
قرآن اور جدید سائنس	ڈاکٹر ذاکر نائیک / مترجم: سید خالد جاوید مشہدی
مسلمان عورت: مظلوم نہیں خوش قسمت	ڈاکٹر ذاکر نائیک / مترجم: سید خالد جاوید مشہدی
قرآن کریم، فرمان خداوندی؟	ڈاکٹر ذاکر نائیک / مترجم: سید خالد جاوید مشہدی
عالمگیر اخوت	ڈاکٹر ذاکر نائیک / مترجم: فاروق احسن چشتی
خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک	ڈاکٹر ذاکر نائیک / مترجم: سید خالد جاوید مشہدی

بیکن بکس

- میاں چیمبرز، 3۔ ٹیمپل روڈ، لاہور فون: 042-6365721, 6366079
- گلگشت، ملتان فون: 061-6520790, 6520791

info@beaconbooks.com.pk
www.beaconbooks.com.pk

BEACON BOOKS